مقاماتِ اولیاء

786

مصنفہ

صاحبزادہ سید افتخار الحسن

صاحبزادہ میاں جمیل احمد شرقپوری نقشبندی مجددی
ذخیرہ
لاہور پاکستان

ملنے کا پتہ:- مکتبہ "رشد و ہدایت" طارق آباد لائلپور

مقاماتِ اولیا

مُصنّفہ

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن

مکتبہ رُشد وھدائیت
طارق آباد ، لائل پور

فہرست مضامین

53522

نمبر شمار	نام مضمون	صفحہ
۱	عرضِ مصنف	۴
۲	پیش لفظ	۲۵
۳	ذکر و فکر	۳۱
۴	مقامِ دل	۵۳
۵	مقاماتِ اولیاء	۶۳
۶	معیّتِ اولیاء	۱۰۱
۷	اولیاء الشیطٰن	۱۱۳
۸	کراماتِ صحابہؓ	۱۲۱
۹	غوثِ اعظمؒ	۱۲۵
۱۰	حضرتِ بایزید بسطامیؒ	۱۴۸
۱۱	حضرت ابراہیم ادھمؒ	۱۵۱
۱۲	حضرت سید علی ہجویری داتا صاحبؒ	۱۵۵
۱۳	خواجہ اجمیریؒ	۱۶۰
۱۴	پیر سید مہر علی شاہؒ	۱۶۵
۱۵	قاضی سلطان محمودؒ	۱۶۸
۱۶	متفرقات	۱۷۱

انتساب

مرشدِ لاثانی علی پوری رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے
روضۂ اقدس کے سفید گنبد کے سُنہری
کلس کے نام جو آج بھی سیدھی راہ سے بھٹکے
ہوئے انسانوں کے لئے نشانِ منزل ہے۔
اور جو آج بھی ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں
میں مشعلِ رُشد و ھدایت ہے۔

گدائے کوچۂ لاثانی
افتخار الحسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ؕ

عرضِ مصنّف

اسلامی جمہوریہ پاکستان میں جہاں کچھ ملحد و بے دین قسم کے لوگ اسلام کا لبادہ اوڑھکر ملک میں الحاد و بے دینی پھیلا رہے ہیں۔ وہاں بدعقیدہ مولویوں۔ گستاخ واعظوں اور بے ادب خطیبوں کے رکیک حملوں سے نہ تو ناموسِ رسالت ہی محفوظ رہ سکی ہے اور نہ ہی عظمتِ صحابہ۔ اور نہ شانِ اہلِ بیت بچ سکی ہے اور نہ ہی عزّتِ اولیاء ہر دن نیا فتنہ اور ہر رات نئی شرارت۔ کبھی سُنّتِ رسول علیہ السلام سے مذاق ہے اور کبھی قرآنِ پاک کے کلامِ الٰہی ہونے کا انکار۔

اور پھر ایسے ملحد و بے دین لوگوں اور ایسے بے ادب مولویوں کی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے نہ صرف یہ کہ ملک میں ضلالت و گمراہی پھیلتی جا رہی ہے۔ اور مذہبی نفرت و انتشار کو ہوا مل رہی ہے جو ملک و ملت کے لئے کسی وقت بھی خطرناک ثابت ہو سکتی ہے۔ بلکہ مسلمانوں کی متاعِ دین و ایمان تک لُوٹی جا رہی ہے۔

دراصل یہ وہی لوگ ہیں جنہوں نے تحریکِ پاکستان کی شدید مخالفت کی تھی۔ اور آج بھی یہ کانگرسی مُلّا ملک میں مذہبی انتشار پھیلا کر پاکستان کی بنیادوں کو کمزور کرنا چاہتے ہیں۔ بھلا وہ لوگ جو کملی والے آقا صلی اللہ علیہ وسلم کے وفادار نہیں ہیں ملک کے وفادار کیسے ہو سکتے ہیں۔

لیکن یہ سب کچھ محض اس لئے ہو رہا ہے کہ تعزیراتِ پاکستان میں کسی سرکاری دفتر کے ایک چپڑاسی اور پولیس کے ایک سپاہی کی عزت کی حفاظت کا قانون تو ہے مگر ناموسِ رسالت

کی حفاظت۔ عظمتِ صحابہ کی رکھوالی۔ آبروئے اہلِ بیت کی نگہداشت اور شانِ اولیاء کے تحفظ کا کوئی قانون نہیں ہے۔ اگر تعزیراتِ پاکستان میں ایسا بھی کوئی قانون ہوتا تو آج اس اسلامی جمہوریہ پاکستان میں نہ تو ناموسِ انبیاء علیہ السلام پر سوقیانہ حملے ہوتے اور نہ ہی شانِ اولیائے عظام رحمۃ اللہ علیہم میں بازاری زبان استعمال کی جاتی ہے۔

یہ دیکھتے ہوئے کہ حکومتِ پاکستان انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام اور اکابرین اسلام کی عزت و آبرو کی حفاظت نہیں کرسکتی تو پھر ان بے ادب مولویوں کے بھرپور حملوں کی روک تھام کے لیئے میں نے مکتبۂ رشد و ہدایت کی بنیاد رکھی ہے تاکہ بدعقیدہ واعظوں کے ہاتھوں سادہ لوح مسلمانوں کی جو دولتِ دین و ایمان لٹ رہی ہے اس مکتبہ کی تصنیفات کے ذریعے محفوظ رہ سکے اور دین و مذہب کی نشر و اشاعت اور عقائدِ حقّہ اہلِ سنّت وجماعت کی تبلیغ ہوتی رہے۔

اس لئے اگر سُنّی مسلمان میرے اس نیک مقصد کی حمایت کرتے ہوئے میری حوصلہ افزائی کرتے رہے، تو پھر مجھے امید ہے کہ میرا یہ مکتبۂ رُشد و ھدایت صحیح معنوں میں چشمۂ رُشد و ھدایت بن کر اپنی تصنیفات کے آبِ حیات سے لاکھوں انسانوں کے مردہ دِلوں کو حیاتِ نَو بخشتا رہے گا۔ اور ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں چراغِ راہ بن کر رشد و ہدایت کی روشنی پھیلاتا رہے گا۔ اور سنیّت کے سدا بہار گلشن کو تر و تازہ رکھنے کے لیئے آبیاری کرتا رہے گا۔

مقاماتِ نبوّت۔ اللہ کے شیر اور خاکِ کربلا کے بعد مکتبہ کی یہ چوتھی پیشکش مقاماتِ اولیاء کی صورت میں قارئین کے پیشِ خدمت ہے۔ جس میں میں نے قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کے صحیح مقام کو پیش کرنے کی کوشش کی ہے۔ تاکہ میرے سادہ لوح مسلمان بھائی جو بے ادب مولویوں اور بدعقیدہ واعظوں کے ہاتھوں اپنی متاعِ دین و ایمان لٹا رہے ہیں ان کو اصل حقیقت کا پتہ چل جائے اور ان کے دلوں میں جو شکوک و شبہات کا غبار بیٹھ

پہنچا ہے۔ وہ دور ہو جائے۔ اور صحیح راستہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کو سیدھی راہ مل جائے اور اولیائے عظام سے محبت و عقیدت رکھنے والوں اور بزرگانِ دین کے ماننے والے خوش نصیب مسلمانوں کے دلوں میں نورِ معرفت جگمگا اُٹھے۔ ان کے سینوں میں حقیقت و عرفان کی شمع روشن ہو جائے۔ اور ان کے قلوب میں اولیاء اللہ کی عظمت کے ایسے چراغ روشن ہو جائیں کہ جو بدعقیدہ مولویوں کی بدعقیدگی کی تباہ کُن آندھیوں سے بھی نہ بجھ سکیں۔ اور ان کے دلوں میں اولیائے کرام کی عزت و آبرو کے ایسے غیر فانی نقوش جم جائیں کہ جو بے ادب و غلطوں کے مٹانے سے بھی نہ مٹ سکیں۔

لیکن مجھے انتہائی افسوس کے ساتھ یہ کہنا پڑتا ہے کہ چند ایک ایسے غیر ذمہ دار مولویوں نے جو اپنے آپ کو اصلی سُنیت کا واحد ٹھیکیدار سمجھتے ہیں اور اپنے علاوہ کسی کو مسلمان تک نہیں مانتے میرے خلاف باقاعدہ ایک مہم چلا رکھی ہے۔ اور میرے مکتبہ کی شہرت کو نقصان پہنچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔

مگر اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے مرشد لاثانی کا صدقہ ایسے ننگِ دین، ننگِ وطن اور ننگِ سُنیت مولوی میرا کچھ بھی نہیں بگاڑ سکتے۔ اس لئے کہ میں جانتا ہوں کہ میرے خلاف زہر اُگلنے والے ان اصلی سنیت کے ٹھیکیداروں کے حسد و بُغض کے دامن میں کُفر کی مشینوں کے سوا اور کچھ بھی نہیں اور یہ اپنے آپ کو علامہ زمان سمجھنے والے دوسروں کی پگڑی اچھالنے اور جماعت میں نفرت و انتشار پھیلانے میں ہی اپنے سُنی ہونے کا کمال سمجھے اور درویش لاہوری کے اس مصرعہ کے مصداق ہیں کہ۔ ع

یہ ناداں گر گئے سجدے میں جب وقتِ قیام آیا

اور سب سے بڑی چیز جس پر مجھے فخر و ناز ہے۔ اور جو میری زندگی کا آسرا ہے۔ جو میری شہرت کا اصل سبب ہے۔ اور جس کے بل بوتے پر میں ہر خطرناک سے خطرناک میدان میں بھی کود پڑتا ہوں۔ آگ کے دریا پھاند جاتا ہوں۔ اور پہاڑوں سے بھی ٹکرا جاتا ہوں

وہ یہ ہے کہ ایک موقعہ پر قطب ربّانی غوثِ صمدانی شہبازِ لامکانی قبلۂ عالم حضرت پیر سیّد جماعت علی شاہ مُرشدِ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک مجلس میں اپنے غلاموں سے فرمایا تھا۔ کہ دعا کرو اللہ تعالیٰ مولوی محمد مسعود کی اولاد پر قیامت تک رحم فرمائے اور پھر اس مردِ کامل نے تین بار یہ دعا فرمائی ۔ یاد رہے کہ میں بھی اسی باپ محمدؐ مسعود رحمۃ اللہ علیہ کا ایک بیٹا ہوں جس کی اولاد کے لئے ایک غوثِ زماں دعا کر گیا ہوا ہے ۔ اور جس کے متعلق مرشد پاک فرمایا کرتے تھے کہ مولوی محمدؐ مسعود سے بڑھکر دنیا میں کوئی عالم نہیں ہے اور پھر خِرقۂ خلافت بھی عطا فرمایا ۔ اور پھر اسی مرشدِ لاثانی کا صدقہ تھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کے مقابلہ میں میدان مناظرہ میں نہ مرزائی ٹھہر سکتے تھے اور نہ ہی عیسائی نہ کسی نجدی کی دال گلتی تھی اور نہ ہی کسی آریہ کی۔ انہوں نے کبھی قادیان میں جا کر مرزا محمود کو للکارا اور کبھی امرتسر جا کر وہابیوں کے امام مولوی ثناء اللہ کو دعوتِ مناظرہ دی۔ کبھی عیسائی پادریوں کو اپنی صدائے حق سے لرزہ براندام کیا اور کبھی شیعہ مولویوں کی کمر توڑی کبھی سکھ گیانیوں کے سر پہ اسلام کی تلوار بن کر چمکے ۔ اور کبھی آریہ پنڈتوں کو صداقتِ اسلام کی راہ دکھائی۔ اور پھر اسی مردِ کامل کی نگاہِ پاک کا صدقہ تھا کہ والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی صدائے حق وصداقت سُن کر ہزاروں غیر مُسلم حلقہ بگوشِ اسلام ہوئے۔

الغرض میں جانتا ہوں اور مجھے پورا پورا یقین ہے کہ چونکہ میرے مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبانِ پاک سے نکلی ہوئی دعا کا ان شر پسند مولویوں کے پاس کوئی توڑ نہیں ہے ۔ اس لئے مجھے ان دوست نما دشمنوں کی مخالفت کا ذرہ بھر بھی فکر نہیں ہے ۔ میرے خلاف اصلی سُنیّت کے ان ٹھیکیداروں نے اس وقت سے مہم چلا رکھی ہے ۔ جس وقت کہ میری کتاب "خاکِ کربلا" شائع ہوئی جس میں میں نے ام المؤمنین حضرت عائشہ رضی اللہ تعالےٰ عنہا کے متعلق لکھا ہے کہ (اس میں کوئی شک نہیں کہ حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا ام المؤمنین بھی ہیں اور پاکیزہ بھی ، زاہدہ بھی ہیں اور عابدہ بھی ۔ حرم رسول

بھی ہیں اور بارگاہ الٰہی میں مقبول بھی اور عتیقہ بھی ہیں۔ اور صدیقہ بھی لیکن حسب و نسب میں حضرت فاطمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا افضل ہیں اور حسب و نسب کے لحاظ سے حضرت فاطمہ اہل بیت میں شامل ہیں۔ اور حضرتِ عائشہ اہل بیت میں شامل نہیں ہیں۔ صـ۲۶

اور اسی کتاب کے صفحہ ۲۰ پر میں نے یزید ملعون کو ایرے غیرے نتھو خیرے لکھا ہے۔ —— اس لئے کہ خارجی مولویوں نے اپنی کتاب رشید ابن رشید میں یزید پلید کو بھی اہل بیت میں شامل کیا ہے۔ کتاب شائع ہوئی اور کچھ کتاب کی مقبولیت اور کچھ میری شہرت! بس پھر کیا تھا ان مولویوں کے سینوں میں حسد و بغض کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور پھر انہوں نے اپنی اپنی کفر کی مشینوں کو چالو کردیا۔ مشینوں کے پہیئے پہلے تو آہستہ آہستہ اور پھر تیزی سے گھومنے لگے۔ کسی نے کہا افتخار پاگل ہوگیا ہے۔ کسی نے کہا افتخار شیعہ ہو گیا ہے۔ ایک بولا افتخار کافر ہے۔ اور ایک مولوی نے تو یہاں تک فتویٰ دے دیا کہ افتخار کے پیچھے نماز جائز نہیں ہے۔ اور اس کی تقریر سُننی حرام ہے۔ اور اس ننگِ سُنیت کی ایک وقت کی خوراک یہ ہے۔ پانچ سیر اُبلا ہُوا گوشت۔ دو تربوز۔ چار سیر دودھ۔ پندرہ روٹیاں۔ اٹھارہ بوتلیں سیون اپ کی۔

کیوں؟ اس لئے کہ افتخار نے حضرتِ عائشہ صدیقہ کو اہل بیت سے خارج کر دیا ہے۔ اور نعوذ باللہ صحابہ کرام کو ایرے غیرے نتھو خیرے کہا ہے۔

مجھ پر شیعہ ہونے کا فتوے لگانے والے ان تنگ نظر مولویوں سے میں پوچھتا ہوں کہ کیا حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے متعلق شیعوں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ جس کا اظہار میں نے کیا ہے۔ اور کیا شیعہ حضرات بھی حضرتِ عائشہ کو وہی القاب دیتے ہیں۔ جو میں نے دئے ہیں۔ یعنی کیا وہ بھی ام المؤمنین پاکیزہ۔ عابدہ۔ زاہدہ۔ عتیقہ۔ صدیقہ اور بارگاہِ الٰہی میں مقبول مانتے ہیں؟ نہیں! ہرگز نہیں۔ ان کفرباز مولویوں کو اگر علم ہوتا تو مجھ پر شیعہ ہونے کا فتوے نہ لگاتے

رہا یہ سوال کہ کیا حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اہل بیت میں شامل ہیں کہ نہیں؟ تو جواب یہ ہے کہ ہیں ــــ ضرور ہیں ــــ اور ــــ یقیناً ہیں لیکن حسب و نسب کے لحاظ نہیں۔ بلکہ حرم رسول علیہ السلام ہونے کے اعتبار سے ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔

رہی یہ بات کہ میں نے ایرے غیرے اور نتھو خیرے اصحابہ کرام کے متعلق لکھا ہے تو میں ان فتوے فروش مولویوں سے پوچھتا ہوں کہ آپ نے یہ کہاں سے سمجھ لیا ہے ۔ تصریح ۔ کوئی اشارہ ۔ کوئی کنایہ ۔ اور کوئی قرینہ بتاؤ ۔

کسی کتاب کے مصنف کے مرجانے کے بعد اس کی کسی کتاب کی کسی عبارت کو سمجھنے کے لئے مصیبت ہوتی ہے ۔ کہ خدا جانے اس کی نیت کیا تھی ۔ اور اس کا مطلب کیا تھا ۔ مگر جب میں اللہ کے فضل و کرم سے ابھی زندہ ہوں تو ان اصل سنیت کے ٹھیکیداروں کا اخلاقی و دینی فرض یہ تھا کہ مجھ سے پوچھتے کہ یہ آپ نے کیا لکھا ہے ۔ لیکن آج تک ان میں اتنی اخلاقی جرأت تو پیدا نہ ہوسکی کہ میرے پاس آکر ان عبارتوں کے متعلق کوئی بات کریں بس کفر کی مشینوں کو چلا دیا ۔ بغیر کسی تحقیق کے کسی کی نیت اور کسی کے عقیدے پر حملہ کرنا بد دیانتی ۔ بد اخلاقی اور بزدلی ہے ۔ کتاب کو باہر آئے ہوئے ابھی پندرہ دن ہی ہوئے تھے کہ میرے مرشد پاک قطب زماں ۔ غواص بحر عرفان ۔ منبع فیوض و برکات ۔ سرچشمۂ ۔۔۔ حضرت صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ سجادہ نشین آستانہ عالیہ علی پور شریف طارق آباد میں تشریف لائے ان عبارتوں کے متعلق فیصلہ ہوا کہ اگرچہ ان میں کوئی بات نہیں ہے ۔ لیکن چونکہ کچھ دوستوں کو بدگمانی سی پیدا ہوگئی ہے اس لئے اگلے ایڈیشن سے ان عبارتوں کو حذف کر دیا جائے ۔ میں نے عرض کی آقا ! آپ کے ارشاد عالی کی تعمیل کرتے ہوئے ایسا ہی ہوگا ۔

خطیب پاکستان حضرت مولٰنا علامہ صوفی غلام حسین صاحب اور حضرت مولانا

فاضل اجل مولانا محمد سلیم صاحب سے گفتگو ہوئی تو میں نے مولانا محمد سلیم صاحب کی خدمت میں کتاب پیش کرتے ہوئے عرض کی کہ اس کتاب کو اوّل سے لے کر آخر تک پڑھو۔ اور جہاں جہاں آپ کو کوئی غلطی نظر آئے وہاں وہاں نشان لگا دو تاکہ اگلے ایڈیشن میں ان کو حذف کر دیا جائے۔ پھر ملتان کی آل پاکستان سُنّی کانفرنس کے عظیم الشان اجتماع میں بھی اس کا اعلان کر دیا گیا۔ یہ بھی یاد رہے کہ جامع رضویہ لائلپور کے شیخ الحدیث جن کا تبحرِ علمی سُنیوں کے لیئے باعثِ فخر ہے نے بھی فرمایا کہ حضرت عائشہ صدیقہ والی عبارت بالکل ٹھیک ہے۔

ان تمام حقائق کے بعد بھی ان اصلی سُنیت کے واحد ٹھیکیداروں کا میرے خلاف واویلا کرنا شور مچانا۔ اور شیعہ ہو جانے کے فتوے لگانا حسد و بغض اور کسی ذاتی عناد کی بناء پر نہیں ہے تو پھر اور کیا ہے۔ ادھر کتاب کی مقبولیت کا یہ عالم ہے کہ مشرقی پاکستان میں اس کا بنگالی زبان میں ترجمہ کیا جا رہا ہے۔

اور پھر مزے کی بات تو یہ ہے کہ کتاب کی مخالفت کرنے والے یہ اصلی سُنّی واعظ جب فضائل اہل بیت۔ واقعاتِ کربلا۔ اور شہادت کے مقدس موضوع پر جب کبھی اور جہاں کہیں بھی تقریر کرتے ہیں تو اسی کتاب "خاکِ کربلا" کو سامنے رکھ لیتے ہیں۔

بڑوں کی بڑی بڑی غلطیوں کو بھی محض اس لئے نظر انداز کر دینا کہ یہ ہمارے بڑے ہیں بد دیانتی ہے۔ اور کسی چھوٹے کی کسی بات کو اپنی ناسمجھی کی بناء پر غلطی سمجھ کر اس پر ٹوٹ پڑنا حماقت و جہالت ہے۔

پچھلے دو سال سے سُنیت کے چند ایک نام نہاد ٹھیکیدار اور انتشار پسند مولویوں نے میرے خلاف جو ایک منظم تحریک شروع کر رکھی تھی آخر وہ بے نقاب ہو گئی ہے۔ اور ان تنگ سنیت مولویوں کے دلوں میں میری اور میری کتابوں کی بڑھتی ہوئی شہرت و مقبولیت کے پیشِ نظر میرے خلاف جو حسد و بغض اور تعصب و عناد کی چنگاریاں سُلگ رہی تھیں۔ آخر وہ

شعلہ بن کر بھڑک اٹھی ہیں۔ اور ان کے سینوں میں قہر و غضب کی جو بجلیاں چھپی ہوئی تھیں آخر دہ بڑی چمک دمک کے ساتھ میدان میں آگئی ہیں۔ جب کہ مولانا محمد صادق صاحب نے اپنے غیر معقول غیر معقول اور غیر نمائندہ پرچے" رضائے مصطفےٰ" علیہ السلام کی ۷ دسمبر ۱۹۶۸ء کی اشاعت میں میرے خلاف وہ زہر اُگل ہی دیا۔ جو ایک عرصے سے اُن کو بے قرار ذہنیں رکھے ہوئے تھا۔ لیکن مولانا صاحب نے ایسا کرکے نہ صرف یہ کہ اپنی شر پسندی کا ثبوت دیا ہے بلکہ جماعت میں ایک نئے فتنہ کی بنیاد بھی رکھدی ہے۔

مولانا محمد صادق صاحب وہی پرانے انتشار پسند اور فتنہ پرداز مولانا صاحب ہیں جو اس سے پہلے بھی کئی بار اہل سنت و جماعت کے اکابر علمائے کرام کو آپس میں لڑا کر اپنی شر انگیزیوں اور فتنہ پردازیوں سے جماعت کے اتحاد کو پارہ پارہ کر چکے ہیں۔ اور ۱۹۶۵ء کی اسلام و کفر کی جنگ میں جب کہ ملّتِ اسلامیہ کا بچہ بچہ ملک و قوم اور دین و اسلام کی عظمت کی خاطر اپنی جانیں قربان کرنے کے لئے تیار کھڑا تھا۔ اور ہمارے شیر دل مجاھدین اسلام دین کی سربلندی اور ملک کی حفاظت کے لئے جان کی بازی لگا چکے تھے اور میدان جہاد میں زخمی ہونے والے مجاہدین کے لئے قوم اپنا خون پیش کر رہی تھی۔ تو یہ وہی مولانا صاحب ہیں جنہوں نے فتویٰ دیا۔ کہ ٹینکوں کے نیچے آنے والے حرام موت مرتے ہیں۔ اور زخمیوں کو خون دینا حرام ہے۔ اور حکومت نے مولوی صاحب کے اس شر انگیز فتوے کے جرم میں گرفتار بھی کر لیا تھا۔ انہیں وجوہات کی بنا پر اہل سنت و جماعت کے بعض حلقوں میں مولانا صاحب ابو الفتنات کے نام سے بھی مشہور ہیں۔ اور رضائے مصطفیٰ علیہ السلام کے مقدس نام کے ذریعہ جماعت میں فتنہ و فساد پھیلانا اور علمائے کرام کو آپس میں لڑانا اور دوسروں کی پگڑی اچھالنا نہ صرف یہ کہ مولانا صاحب کی شان کے خلاف ہے بلکہ ان کے اس مصنوعی تقدس کی پیشانی پر ایک بدنما داغ بھی ہے۔

میرے خلاف یہ ناپاک تحریک چلانے والے وہی چند ایک غیر معقول غیر معروف

اور غیر نمائندہ مولوی صاحبان ہیں جن کی زندگیاں مسجدوں کی چار دیواری تک ہی محدود ہیں۔ اور نہ ہی ملک و قوم میں ان کا کوئی وقار ہے۔ اور نہ ہی معاشرہ میں کوئی مقام۔ بلکہ یہ سنیت کی سفید چادر پر ایک سیاہ داغ ہے۔ اور بریلویت کی مقدس پیشانی پہ ایک کلنک کا ٹیکہ۔ اور یہ لوگ کفر بازی، انتشار پھیلانے۔ بدزبانی اور منبر رسول علیہ السلام پر کھڑے ہو کر دوسروں کی پگڑی اچھالنے کے سوا اور کچھ نہیں جانتے۔ اور پھر ایسا کرنے میں ہی اپنے سُنی ہونے کا کمال سمجھتے ہیں۔ اور جو خود تو کوئی کام کرنے کی صلاحیت نہیں رکھتے اور جو کرتے ہیں۔ ان کو دیکھ نہیں سکتے۔

یہ میرے خلاف ان ننگ سنیت مولویوں نے اس وقت سے ہی واویلا کرنا اور شور مچانا شروع کر دیا تھا۔ جب کہ میری کتاب "خاکِ کربلا" شائع ہوئی۔ جس میں میں نے فضائلِ اہلبیت واقعاتِ کربلا اور شہادتِ حضرت امام حسین رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو اپنے پورے جذبۂ ایمانی اور بڑے ہی درد و سوز سے لکھا ہے۔ اور ساتھ یزید پلید لعین اور کافر یزید کے فسق و فجور اور اس کے کفر ظلم کو بھی کھل کر بیان کیا ہے۔ بس پھر کیا تھا ان مخالفینِ اہل بیت کے سینوں پر سانپ لوٹنے لگے۔ اور ان سُنی نما خارجی مولویوں کے دلوں میں حسد و بغض کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور پھر یزید کو کافر نہ کہنے والے ان دشمنانِ آلِ مصطفےٰ علیہ السلام مولویوں نے میرے خلاف کفر کی مشینوں کو چالو کر دیا۔ پہلے تو ان مشینوں کے پہیئے آہستہ آہستہ اور پھر تیزی سے گھومنے لگے۔ پہلے تو مجھے خطوں کے ذریعے قتل کی دھمکیاں دی گئیں جن کی نقلیں ملتان اور لائل پور کے پولیس کپتانوں کو دی گئی تھیں۔ پھر میرے خلاف منظم طریقے سے تقریروں کا پروگرام مرتب ہوا۔ جن میں سے ایک مولانا عنایت اللہ صاحب نے تو لائل پور میں تقریر کرتے ہوئے یہاں تک کہہ دیا کہ افتخار کی تقریر سُننی حرام — افتخار کے پیچھے جمعہ پڑھنا حرام — مگر طوطی کی نقار خانہ میں کون سُنتا ہے۔ اور میرے مرشدِ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کا صدقہ ہے کہ جوں جوں یہ لوگ میری مخالفت تیز کرتے آ رہے ہیں۔ توں توں میری اور میری کتاب کی شہرت و مقبولیت

بڑھتی جا رہی ہے۔ اور یاد رہے کہ اس مولوی صاحب کی ایک وقت کی خوراک حسب ذیل ہے:۔
پانچ سیر اُبلا ہوا گوشت، تیرہ سیر دودھ، اٹھارہ بوتلیں سیون اَپ کی۔ دو تربوز ایک مٹ لسی کا۔ اور پندرہ روٹیاں۔

تندیٔ بادِ مخالف سے نہ گھبرا اے عقاب
یہ تو چلتی ہے تجھے اونچا اڑانے کے لئے

اے صیاد نے کچھ، بلبل نے کچھ، اور گُل نے کچھ سمجھا
چمن میں کتنی معنی خیز تھی اک خامشی میری

الغرض میرے خلاف یہ بیز یدیعین کے حامی مولوی ہر قسم کا بیہودہ سے بے ہودہ اور واہیات سے واہیات حربہ استعمال کر کے میری شہرت و مقبولیت کو نقصان پہنچانے کی سرتوڑ کوشش کر رہے ہیں۔ اور میں یہ سب کچھ بڑے ہی صبر و تحمّل سے برداشت کرتا چلا آ رہا ہوں۔ اس لئے کہ میں چاہتا تھا کہ جماعت میں کسی قسم کا انتشار پیدا ہو۔ اور میری خاموشی کا سبب یہ بھی تھا کہ میں جانتا ہوں کہ پھلدار درخت کو نادان بچے پتھر مارا ہی کرتے ہیں۔ اور کھوہ کا ایک ڈڈو سمندر کی وسعت پہنائی کو نہیں جانتا۔ اور ایک بلبلِ ناتوان شہباز کی بلند پروازی کو نہیں سمجھ سکتی۔ مگر اب چونکہ مولانا محمد صادق صاحب نے رضائے مصطفےٰ علیہ السلام کے ذریعے اس چیز کو کھلے میدان میں لا کر تصادم کی صورت پیدا کر دی ہے تو اس لئے اب میں بھی اپنی مدافعت کے لئے کوئی قدم اٹھانے پر مجبور ہو گیا ہوں۔ اور اب اس سلسلے میں

کسی کا لحاظ نہیں کیا جائے گا۔ اور اب اینٹ کا جواب پتھر سے دیا جائے گا۔ اور پتھر کا جواب قانون سے

جامعہ رضویہ لائلپور کی بنیاد ایک مرد درویش حضرت مولانا سردار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے رکھی جن کے دم قدم سے لائلپور میں سنیت کے اجڑے ہوئے چمن میں تازگی اور بہار آگئی۔ اور سارے ملک میں صحیح عقائد کی نشر و اشاعت کے دریا بہنے لگے۔ اور جن کی بدولت عقائد باطلہ کے سیاہ بادل چھٹ گئے۔ اور سنیت کا حسن تاباں نکھر کر عوام کے سامنے آگیا۔ اور جن کے خلوص و اخلاق حسنہ کی طفیل یہاں سنیت کا ایک مرکز قائم ہو گیا۔ اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم اور اپنے مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نگاہ فیض کے طفیل میں صحیح العقیدہ حنفی ہوں سنی ہوں۔ اور بریلوی ہوں۔ اور جامعہ نعیمیہ مرادآباد کا فارغ التحصیل ہوں۔ اور اسی مسلک حقہ اور عقائد اہل سنت و جماعت کی پچیس سال سے تبلیغ و اشاعت کر رہا ہوں۔ اور جب بھی کبھی اسلام کی عظمت، دین کی سربلندی، شریعت مصطفیٰ علیہ السلام کی آبرو اور سنیت کی لاج رکھنے کا وقت آیا میں ہر خطرناک سے خطرناک میدان میں ڈٹ جایا کرتا ہوں۔ چند ایک واقعات آپ بھی ملاحظہ فرمائیں۔

(۱) دیوبندی مولوی غلام خاں نے لائل پور میں تقریر کرتے ہوئے سنی بریلوی عقائد حقہ پر فحش نکتہ چینی کی۔ اور خصوصاً حضرت قبلہ عالم محدث اعظم پاکستان مولانا سردار محمد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کی ذات گرامی پر گستاخانہ حملے کیے گئے۔ میں بھی اس جلسہ میں موجود تھا۔ ہزاروں کا مجمع تھا۔ اور سارا ماحول میرے خلاف۔ مگر میں برداشت نہ کر سکا۔ اور کھڑے ہو کر میں نے مولوی غلام خاں کو للکارا کہ بکواس بند کرو۔ یا مجھے بھی وقت دو۔ بس پھر کیا تھا تمام دیوبندی مجھ پر ٹوٹ پڑے۔ پولیس نے مداخلت کی۔ اور مجھے کوتوالی لے جایا گیا۔ صبح کو ضمانت پر چھوڑ دیا۔ کوتوالی سے سیدھا محدث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ آپ نے فرمایا صاحبزادہ صاحب رات آپ نے سنیت کی لاج رکھا

۴۔ دیوبندی مولوی قاسمی نے سنیّت و بریلویّت کے خلاف ایک سوچی سمجھی سکیم کے ماتحت ناموس رسالت اور عظمتِ اولیاء پر بڑی بے باکی سے سوقیانہ حملے کرنے کے ساتھ ساتھ محدّثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی شان میں بھی بازاری زبان استعمال کرنی شروع کر دی۔ ہر رات نئی بکواس اور ہر روز نیا پمفلٹ۔ مقامی افسران نے چشم پوشی کی۔ اور شہر کی فضا مکدّر سے مکدّر تر ہوتی گئی۔ اور اصلی سنیّت کے یہ نام نہاد ٹھیکے دار اور مولوی حجروں میں بیٹھکر تماشہ دیکھتے رہے۔ کسی کی اصلی سنیّت کی ہنڈیا میں جوش نہ آیا۔ اور کسی کو بھی میدان میں آکر جواب دینے کی ہمّت نہ ہوئی۔ نہ ہی رضائے مصطفےٰ علیہ السّلام والوں کی غیرتِ ایمانی جوش میں آئی۔ کہ میدان میں آکر رضائے مصطفےٰ حاصل کرتے۔ اور نہ ہی غلامانِ رسول علیہ السلام کے عشق کی آگ بھڑکی۔ کہ آگے بڑھکر اپنی غلامیٔ رسول کا ثبوت دیتے۔ اور نہ ہی محدّثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ سے عقیدت و محبّت رکھنے اور ہاتھ چومنے والوں کی رگِ حمیّت پھڑکی۔ کہ قاسمی کا گریبان پکڑکر اپنی عقیدت اور شاگردی کا حق ادا کرتے۔ محدّثِ اعظم پاکستانؒ جن کی بدولت مذہب حقہ اہلِ سنّت وجماعت کا چمن مہک اٹھا۔ سنیّت کے اُجڑے ہوئے گلشن میں تازہ بہار آگئی۔ اور بریلوی عقائد کی کشتِ ویراں میں تازگی اور سنیّت کے مردہ جسم میں حیاتِ نَو پیدا ہوگئی۔ نہ صرف یہ کہ ایک عالمِ دین ہی تھے۔ بلکہ ایک مردِ درویش اور عاشقِ رسول بھی تھے۔ اور یہی وجہ تھی کہ میں نے خود ان کے جنازے پر انوار و تجلیات کی بارش ہوتی دیکھی تھی۔ آپ ان دِنوں بسترِ علالت پر تھے۔ میں سوچتا۔ دیکھتا اور انتظار کرتا رہا۔ کہ ضرور کوئی نہ کوئی اصلی سُنّی عشقِ رسول علیہ السلام کا دعویدار اور محبت اولیائے کرام کا دم بھرنے والا اور محدّثِ اعظمؒ کے ہاتھ پاؤں چومنے والا تنگر لنگوٹہ کس کر میدان میں نکلے گا۔ مگر نہ ہونا تھا اور نہ ہُوا۔ اور اصلی سنیّت کے اکھاڑے کا کوئی پہلوان بھی مولوی قاسمی سے کُشتی لڑنے کے لئے میدان میں نہ نکلا۔

آخر ایک دن حضرت مولانا علامہ محمد سلیم صاحب اور مولانا محمد رمضان صاحب

کے ہمراہ محدثِ اعظم رحمتہ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوا۔ قدم بوسی کے بعد سُنیوں کی بڑھتی ہوئی بے چینی کا ذکر کیا۔ اور جوابی کارروائی کرنے کا ارادہ ظاہر کیا۔ آپ نے میرے لئے دعائے خیر فرمائی۔ پھر اُسی رات محمد پورہ میں میری تقریر کا اعلان کر دیا گیا۔ ہزار دل کا مجمع تھا۔ میں نے مولوی تماسی اور دوسرے دیو بندی مولویوں کے ہر چیلنج کو قبول کرتے ہوئے مقامی افسران اور سی۔ آئی۔ ڈی کو بھی ڈانٹا۔ رات تقریر ہوئی اور صبح کو حالات بدلے ہوئے تھے۔ پھر لائل پور کے ہر چوک، ہر بازار، ہر محلے اور ہر گلی میں میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے ہوئے۔ اور میری پچاس تقریریں ہوئیں۔ اور جن کا اثر یہ ہوا کہ شہر میں سنیت کی آبرو بچ گئی۔ اور محدثِ اعظم کی عزت محفوظ ہو گئی۔

۴ تحریکِ ختمِ نبوت میں پورے ایک سال کی نظر بندی کے بعد میانوالی جیل سے رہا ہو کر گھر آیا۔ تو مولانا تاج محمود صاحب نے ایک کانفرنس کا اشتہار شائع کر دیا جس کی صدارت صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب نے کرنی تھی۔ لیکن وہ بوجہ علالت نہ آسکے۔ اور پھر یہ کانفرنس میری صدارت میں خالصہ کالج کے وسیع میدان میں ہوئی۔ میں نے اپنے صدارتی خطبہ میں اس وقت کی ختمِ نبوت کی غدار حکومت کو پھر للکارا۔ تقریر خلافِ قانون قرار دے دی گئی۔ اور مجھے اپنے مکان میں تین مہینے کے لئے نظر بند کر دیا گیا۔ خدا خدا کر کے یہ میعاد ختم ہوئی تو سید حسین شہید سہروردی مرحوم جو اس وقت پاکستان کے وزیر اعظم تھے۔ انہوں نے غیر ملکی دورے میں ایک جاپانی لڑکی کے ساتھ ناچ کیا۔ میں نے اس کے خلاف تقریر کی۔ اور کہا کہ ایک اسلامی مملکت کا وزیر اعظم ایسا نہیں ہونا چاہیئے۔ جو غیر لڑکیوں کے ساتھ بغل گیر ہو کر ناچتا پھرے۔ یہ اسلام کی توہین ہے۔ مذہب کی بدنامی ہے۔ پاکستان کی بے عزتی ہے۔ اور مسلمانوں کی تحقیر ہے۔ میری یہ تقریر بھی خلافِ قانون قرار دے دی گئی۔ اور مجھے پھر تین ماہ کے لئے کمیٹی حدود میں پابند کر دیا گیا۔ اس کے علاوہ تین بار میری تقریروں پر پابندی لگائی گئی۔

۵۔ سکندر مرزا کا دور ایک مایوس کن دور تھا جس میں اور کئی خرابیوں کے ساتھ ساتھ مذہبی طور پر یہ عالم تھا کہ گورنر جنرل سکندر مرزا شیعہ، پنجاب کا گورنر اختر حسین شیعہ پنجاب کا وزیر اعظم مظفر علی قزلباش شیعہ، انسپکٹر جنرل پولیس سید عنایت علی شیعہ۔

چنانچہ شیعوں نے اسی بل بوتے پر کہ اب تو حکومت ہی اپنی ہے۔ کھلم کھلا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن و تشنیع کے دروازے کھول دیئے۔ اور پھر شیعہ اقتدار کے بل بوتے پر ہی شیعہ مولوی خادم حسین نے لائل پور میں ایک تقریر میں ناموسِ صحابہ کرامؓ پر سوقیانہ حملے کئے اور خصوصاً واقفِ اسرارِ نبوت سیدنا حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شانِ اقدس میں بڑی بکواس کی۔ خادم حسین کی اس گستاخی سے شہر میں آگ لگ گئی اور مسلمانوں کے دل تڑپنے لگے۔ ان اصلی سنیت کے ٹھیکیداروں کے سوا باقی شہر کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں نے مل کر صدائے احتجاج بلند کی۔ جس کی قیادت مولانا تاج محمود صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب نے کی۔

میں ان اصلی سنیوں کا منہ دیکھتا رہا کہ کوئی ماں کا لال ناموسِ صحابہ کرام پر فدا ہونے کے لئے میدان میں آئے گا۔ مگر یہ سروں پہ اپنی بیویوں کے دوپٹے لے کر تقریریں کرنے والے ننگِ سنیت اور تنگ نظر اور بزدل مولوی سروں پر کفن باندھ کر باطل سے ٹکرانا کیا جانیں۔

میں اُن دنوں جامع مسجد نور طارق آباد میں خطیب تھا۔ جمعہ کے خطبہ میں میری غیرتِ ایمانی نے جوش مارا اور محبتِ صحابہ کرام کی آگ بھڑک اٹھی۔ اور پھر میں نے سکندر مرزا کو ملک کا غدار قرار دیا۔ قزلباش کو للکارا۔ اور شیعوں کی معتبر کتابوں سے شیعہ مذہب کے پردے چاک کئے۔ میری یہ تقریر بھی باغیانہ قرار دے دی گئی۔ اور مجھے گرفتار کر کے گوجرانوالہ جیل میں بند کر دیا گیا۔

میری گرفتاری کے بعد پھر آگ بھڑک اٹھی۔ اور آج مجھ پر شیعہ ہونے کا فتویٰ لگانے

والے ان نام نہاد اصلی سُنیتوں کے علاوہ شہر کی تمام مذہبی و سیاسی جماعتوں نے میری گرفتاری کے خلاف صدائے احتجاج بلند کی. جس کی قیادت بھی مولانا تاج محمود صاحب اور مولانا عبید اللہ صاحب کر رہے تھے. البتہ صاحبزادہ سید فیض الحسن صاحب نے مسجد نور میں جمعہ میں ایک ولولہ انگیز اور ایمان افروز تقریر کرتے ہوئے حکومت کے اس ظالمانہ رویہ پر کڑی نکتہ چینی کی. اور پھر ایک پریس کانفرنس سے بھی خطاب کیا.

(۶) سکندر مرزا کا منحوس دور بھی گذر گیا. فوجی انقلاب آیا اور صدر پاکستان محمد ایوب خاں نے حکومت کی باگ ڈور سنبھال لی. ملک کا کھویا ہُوا وقار بلند ہو گیا. سیاسی انتشار ختم ہو گیا. اور ایک مستحکم حکومت قائم ہو گئی. پھر آہستہ آہستہ اسلامی مملکتِ پاکستان میں ایک ایسا طبقہ اوپر آ گیا جو مذہب سے بیزاری چاہتا ہے.

چنانچہ ۹. جنوری ۱۹۶۳ء کو لاہور صوبائی اسمبلی میں ایسے ہی اسلام دشمن افراد نے ایک بل پاس کیا جس کا مفہوم یہ تھا. کہ اگر کوئی شخص کسی منکوحہ عورت سے زنا کرے اور اس عورت کا خاوند اگر اس زانی شخص کو معاف کر دے تو اس کو کوئی قانونی سزا نہیں دی جا سکتی.

اسلامی مملکت میں یہ بل پاس ہُوا. اخباروں میں شائع ہُوا. جسے اصلی سنیت کے ان تنگ نظر ٹھیکیدار مولویوں نے بھی پڑھا. لیکن کسی کی غیرتِ ایمانی جوش میں نہ آئی. اور کسی کی محبتِ اسلام نہ مچلی. اور کسی کی اصلی سنیت کی ہنڈیا میں ابال نہ آیا. اور آتا بھی کیوں اس لئے کہ ایک طرف جیل کی اندھیری کوٹھڑی دکھائی دیتی تھی. اور دوسری طرف گورنر ملک محمد امیر خاں کی لمبی لمبی مونچھیں نظر آتی تھیں. میں نے ایک مہینہ انتظار کیا. اس لئے کہ میرا خیال تھا کہ چونکہ غیر اسلامی، غیر دینی، اور غیر شرعی ہے اس لئے اب کے ضرور کوئی نہ کوئی اسلام کی تڑپ رکھنے والا عاشقِ رسول کی دہائی دینے والا. اور نعرۂ غوثیہ لگانے والا مجلس رضائے مصطفےٰ علیہ السلام کا کوئی رضاکار یا انجمن عاشقانِ رسول

کا کوئی رُکن یا فدایانِ رسول کا کوئی ممبر میدان میں آکر اس غیر اسلامی بل کی مخالفت کر کے اپنے اصلی سُنّی ہونے کے ساتھ ساتھ عشقِ رسول کا ثبوت دے گا۔ مگر میرا خیال غلط نکلا۔ اور کوئی بھی اس پہاڑ سے ٹکر لینے کے لیئے تیار نہ ہوا۔ اور کوئی بھی شیر بیشۂ سنیّت اس شیر کی مونچھوں کو پکڑنے کے لیئے میدان میں نہ نکلا۔ نبی کے عشق کا دعویٰ کرنا تو آسان ہے۔ لیکن حضرتِ بلالؓ کی طرح نبی کے عشق میں دہکتے ہوئے انگاروں پر لیٹ کر کلمۂ حق سنانا مشکل ہے۔ لیلیٰ کی محبت کے جھوٹے دعویدار تو سینکڑوں تھے۔ مگر اس کی محبت میں خون دینے والا مجنوں ایک ہی تھا۔

رمضان المبارک کا دوسرا جمعہ تھا۔ اور بھاٹی گھر کا وسیع میدان ! اخبار میرے ہاتھ میں تھا اور قرآن میری زبان پر۔ میں قرآنِ پاک پڑھتا گیا اور پیش آنے والے تمام خطرات سے بے نیاز ہو کر اس غیر اسلامی بل کی دھجیاں بکھیر دیں۔ مجھے ابھی تک یاد ہے۔ اور ہزاروں مسلمان اس بات کے گواہ ہیں کہ میں نے حکومتِ وقت کو للکارا اور گورنر اور صوبائی اسمبلی کے اراکین سے مخاطب ہو کر کہا کہ جس ملک کو تم نے اسلام کے مقدس نام پر حاصل کیا اب اسی ملک میں غیر اسلامی بل پاس کر کے اور اسلام کی توہین کر کے خدا تعالیٰ کے قہر و غضب کو آواز نہ دو۔ اور شریعتِ مصطفےٰ علیہ السلام کی حدوں کو توڑ کر عذابِ الٰہی کو دعوت نہ دو۔ اور قرآنِ پاک کے قوانین کی مخالفت کر کے اللہ کے غضب کو نہ پکارو۔ اور جس مذہب کے پیارے نام پر تم اسلامی اسمبلی کے رُکن بنے ہو اب اسی مذہب کی جڑوں پر کلہاڑے چلا کر اپنے نبی کو ناراض نہ کرو۔ اور اپنے نبی کے دین کی آبرو چھین کر دوزخ کی آگ کا ایندھن نہ بنو۔ اور یاد رکھو گورنر کی مونچھوں سے تو بغاوت ہو سکتی ہے۔ لیکن محمد علیہ السلام کی زلفوں سے بغاوت نہیں ہو سکتی۔ میری اس تقریر کو بھی باغیانہ قرار دے کر مجھے گرفتار کر کے شاہی قلعہ لاہور میں نظر بند کر دیا گیا۔

اندھیری کوٹھڑی۔ خوفناک ماحول۔ ہر وقت جان جانے کا ڈر۔ اور سنگینوں کا پہرہ۔

(۸) محکمہ تعلیم نے نصاب تعلیم سے خلفائے راشدین کے سنہرے باب کو خارج کر کے ملتِ اسلامیہ پاکستان کے مذہبی جذبات کو پامال کیا۔ سارے ملک میں غم و غصہ کی لہر دوڑ گئی۔ اور ملک میں عظمتِ صحابہ کی رکھوالی کے لئے جلسے ہوئے۔ اور اس باب کو دوبارہ نصاب میں شامل کرنے کا مطالبہ کیا گیا۔ مگر آج مجھ پر شیعہ ہونے کا فتویٰ لگانے والے اور میری سنیّت میں شک کرنے والے اور منبر رسول علیہ السّلام پر بیٹھکر اپنے حسد و بغض کے ترکش سے مجھ پر تبروں کی بارش کرنے والے اصلی سنیّت کے نام نہاد مولویوں کے کانوں پر جوں تک نہ رینگی اور آج رضائے مصطفےٰ علیہ السلام کے مقدس نام پر جماعت میں انتشار و نفرت پھیلانے والے اور دوسروں کی پگڑی اچھالنے والے مولانا محمد صادق صاحب بھی خوفزدہ کبوتر کی طرح حجرے میں چھپے بیٹھے تھے۔ اور کوئی بھی اصلی سنیّت کے اکھاڑے کا سورما عظمتِ صحابہؓ کی خاطر حکومت کے خلاف آواز بلند نہ کر سکا۔

آخر میں نے ہی کمر ہمّت باندھی اور اللہ اور رسول کا نام لے کر صحابہ کرام ہی کے سہارے اٹھا اور پھر راولپنڈی۔ گجرات۔ لاہور۔ ملتان۔ ڈیرہ غازی خاں اور دیگر مقامات پر جلسے کیئے۔ اور اس فیصلے کے خلاف آواز بلند کی۔ آخر ملتان میں ایک کل پاکستان سُنّی کانفرنس منعقد کرنے کا فیصلہ کیا۔

مرزا محمد یوسف صاحب جو ملتان میں اصلی سُنیّت کے تحم۔ علمائے کرام کے خادم عقیدے کے پکّے۔ اسلام کے شیدائی۔ مذہب کے فدائی اور دین کے دیوانے ہیں، اور جن کے دل میں اسلام کی سچی محبّت۔ سینے میں دین کی پکّی الفت اور پہلو میں سُنیّت کا درد اور اسلام کی تبلیغ کا حقیقی شوق ہے۔ انہوں نے اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لئے بڑھ چڑھ کر حصّہ لیا۔ نواں شہر کے زندہ دل۔ دین پرست۔ اور اصلی

سُنیت کے پرستار دوستوں سے ایک انتظامیہ کمیٹی تشکیل کی اور پھر انہیں احباب کرام نے کانفرنس کے تمام اخراجات برداشت کیئے۔ وہ کمیٹی ان احباب پر مشتمل تھی : مرزا محمد یوسف صاحب۔ حاجی شوکت علی صاحب شیخ محمد شریف صاحب۔ صوفی قائم دین صاحب۔ اور سید فضل شاہ صاحب۔

تاریخ کا اعلان کر دیا گیا اور علمائے کرام کو دعوت نامے ارسال کر دیئے گئے نواں شہر ملتان کے دین پرست احباب کرام نے کانفرنس کے تمام اخراجات برداشت کئے۔ جن میں مرزا محمد یوسف صاحب۔ حاجی شوکت علی صاحب۔ شیخ محمد شریف صاحب۔ صوفی قائم دین صاحب اور سید فضل شاہ صاحب کے نام قابل ذکر ہیں۔

۱۵ - ۱۶ - اکتوبر ۱۹۷۷ء کو باغ لانگے میں کانفرنس آب و تاب اور شان و شوکت سے شروع ہو گئی۔ مگر وعدے کرنے والے ہمارے اکابرین عین وقت پر جواب دے گئے۔ اور تشریف نہ لائے۔ اور بعد میں پتہ چلا کہ انہوں نے اس سُنی کانفرنس کو ناکام کرنے کی بھی کوشش کی تھی۔

آپ پوچھیں گے کہ آخر وہ کون تھے ؟ تو اس کا جواب یہ ہے۔ کہ ؎

اے داورِ محشر مرا نامۂ اعمال نہ دیکھ
ان میں کچھ پردہ نشینوں کے بھی نام آتے ہیں

مجھے فکر ہوا کہ اکابرین کے نہ آنے سے کہیں کانفرنس ناکام نہ ہو جائے۔ لیکن چھوٹوں کی ایمان افروز اور ولولہ انگیز تقریروں نے کسی کو یہ محسوس ہی نہ ہونے دیا کہ فلاں علامہ صاحب کہاں ہیں اور فلاں حضرت صاحب کیوں نہیں آئے۔

جناب مولانا علامہ محمد شریف صاحب شیخ الحدیث جامع مظہر العلوم ملتان صاحبزادہ سید حامد علی شاہ صاحب۔ مولانا علامہ محمد سلیم صاحب۔ مولانا محمد نصر اللہ صاحب نیازی۔ مولانا محمد فاضل صاحب۔ مولانا سید عبد الرحمٰن شاہ صاحب۔

مولانا گامن شاہ صاحب۔ اور دیگر علمائے کرام عظمتِ اصحابہ کے مقدس موضوع پر ایمان افروز اور باطل شکن تقریریں کیں۔ اور ایک قرارداد کے ذریعے حکومت سے مطالبہ کیا گیا کہ خلفائے راشدین سنہری باب کو نصاب میں شامل کیا جائے۔ قرارداد اتنی وزنی تھی اور کانفرنس کا اثر تھا کہ حکومت نے اس باب کو نصاب میں شامل کرنے کا اعلان کر دیا۔

دوسری رات کو کانفرنس کی صدارت شیخ الحدیث حضرت مولانا محمد شریف صاحب نے فرمائی۔ جنہوں نے پورے خلوص دل اور سنیت کے صحیح درد کے ساتھ اس کانفرنس کو کامیاب بنانے کے لیے ہمارا ساتھ دیا۔

(۸) میاں چنوں کے قریب ایک چک میں شیعہ مذہب کا ایک جلسہ ہوا۔ جس میں مولویوں نے صحابہ کرامؓ کو ہدفِ تنقید بنایا۔ اس کے جواب میں مورخہ ۱۲؍اگست ۱۹۶۸ء میں سُنی حضرات نے ایک جلسے کا انتظام کیا جس میں تردید شیعہ کے لیے مجھے دعوت دی گئی۔ میں مولانا سید منظور احمد صاحب کے ہمراہ اس چک میں پہنچا اور ردِ شیعہ اور فضائل صحابہ کرام کے موضوع پر تقریر کی۔ کہ شیعہ دبک گئے۔ شاہ صاحب سے پوچھا جا سکتا ہے۔ اور صوفی اللہ رکھا نعت خواں بھی میرے ساتھ تھا۔

(۹) مورخہ ۵-اکتوبر ۱۹۶۸ء پتوکی کے قریب علی پور میں شیعوں کے خلاف ایک جلسہ ہُوا۔ مجھے بلایا گیا۔ میں نے شیعہ حضرات کی کتابوں سے شیعہ مذہب کا پردہ چاک کیا اور خلافت و امامت کے مسئلہ میں شیعہ حضرات کو قائل کیا۔ پتوکی کے مولانا صاحب بھی ساتھ تھے۔

(۱۰) مورخہ ۱۲؍نومبر ۱۹۶۸ء کو موضع بوسن ضلع ملتان میں میری تقریر کا موضوع فضائل صحابہ کرامؓ اور تردید شیعہ تھا۔ صوفی محمد علی ملتانی نعت خواں۔ محمد یوسف گجراتی نعت خواں صوفی اللہ نعمت خاں اور سردار احمد شاعر بھی ساتھ تھے۔

53522

مولانا محمد صادق صاحب کو واضح ہوں کہ یہ جلسے کتاب خاک کربلا کے بعد ہوئے ہیں مجھے تعجب اور حیرانی اس بات پر ہے کہ جب بھی سُنّیوں کو تردید شیعہ کی ضرورت پڑتی ہے تو مجھے مسلمان اور پکا سُنّی سمجھ کر میری طرف دوڑتے ہیں۔ اور جب مطلب نکل جاتا ہے تو میری سُنیّت میں شک۔ اور پھر میں کافر کا کافر۔

اپنی مختصر تبلیغی سرگرمیوں کی مختلف سی جھلک دکھانے۔ باطل سے ٹکرانے ہر میدان میں حق و صداقت کی آواز بلند کرنے۔ اسلام کی عظمت۔ دین کی سربلندی اور سنیت کی لاج رکھنے کی خاطر جیلوں میں جانے کا تذکرہ کرنے کا میرا مقصد صرف یہ ہے کہ عوام کو پتہ چل جائے کہ آج مجھ پر شیعہ ہونے کا الزام لگانے والے اور میری سنیت میں شک کرنے والے۔ اور میرے خلاف زہر اگلنے والے اصلی سُنیّت کے یہ تنگ نظر اور بزدل مولوی اپنے سروں پر مصنوعی تقدس کی چادر اوڑھ کر حجروں میں چھپ جاتے رہے ہیں۔ اور میں ہر میدان میں جان کی بازی لگا کر حق و صداقت کی آواز بلند کرتا رہا ہوں۔ اور عوام کو یہ پتہ بھی چل جائے کہ اصلی سُنیّت صرف نعرۂ غوثیہ لگانے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ باطل سے ٹکرانے کا نام بھی ہے۔ اور اصلی بریلویت صرف گیارھویں شریف کا حلوہ کھانے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ جابر حکمرانوں کے سامنے کلمۂ حق سنانے کا نام بھی ہے۔ اور سروں پر بیویوں کے دوپٹے رکھ کر تقریریں کرنے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ اپنے سروں پر کفن باندھ کر دین کی عظمتوں کو بچانے کا نام بھی ہے۔ اور دوسروں پر غیر مہذب طریقے سے کیچڑ اچھالنے کا نام ہی نہیں ہے۔ اور کفر کی مشین چلانے کا نام ہی نہیں ہے۔ بلکہ محبت و پیار۔ اور اخلاق و اخلاص سے غیروں کو اپنا بنانے کا نام بھی ہے۔

غرضیکہ میں نے دین کی سربلندی۔ اسلام کی عظمت۔ صحابہ کرام کی آبرو اور سنیت کی لاج رکھنے کی خاطر ہر میدان میں کلمۂ حق سنایا۔ قدم قدم پر باطل سے ٹکرایا

مجھ پر مصائب کے پہاڑ ٹوٹے۔ خوفناک طوفان بھی اٹھے۔ قید و بند کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ شاہی قلعہ میں بھی بند ہوا۔ اور پھانسی کی کوٹھڑی میں بھی بند رہا مگر میرے پائے استقلال میں کبھی بھی لغزش نہ ہو سکی۔ اس لیے کہ میں اصلی سُنّی ہوں

میں طارق آباد کے ساتھیوں کا شکر گزار ہوں کہ جنہوں نے قدم قدم پر میرا ساتھ دیا۔ اور جو ہر میدان میں سینہ سپر ہوتے رہے ہیں۔ اور جو میری خاطر اپنی طرف سے خرچ کر کے میری ہر مصیبت میں میرے کام آتے رہے ہیں۔ یہ اصلی سُنّی تو میری گرفتاری کے بعد طارق آباد میں بھی ڈر کے مارے نہیں آتے تھے۔ کہ کہیں ہم بھی نہ پکڑے جائیں۔

مولانا محمد صادق صاحب کو رمضان المبارک کا چاند جمعرات کو نظر نہ آیا تو گوجرانوالہ کے لوگوں کا جمعۃ المبارک کا روزہ ان کو تڑوا دیا۔ اور ۳ دسمبر کے رضائے مصطفےٰ کی اشاعت میں لکھ دیا کہ جن مسلمانوں نے جمعہ کو روزہ رکھا ہے وہ گنہگار ہیں اور ان پر توبہ کرنی لازم ہے۔

پھر ایسے مولوی صاحب جو اپنے دامن میں حسد و بغض کے سوا اور کچھ نہیں رکھتے اور دوسروں کی پگڑی اچھالنے میں ہی اپنے سُنّی ہونے کا کمال سمجھتے ہوں اور جماعتی اتحاد کو پارہ پارہ کرنے کی تجاویز سوچتے رہتے ہوں۔ اور اپنی شر پسندانہ فطرت کی گمراہ کن چالوں سے سنیت کے مقدس چہرے پر بدنما داغ لگائیں۔ اور قوم کو غلط فتوے دے کر پریشان کریں۔ پھر ایسے مولوی صاحب اہل سنت و جماعت کی پاک چادر پر ایک بدنما داغ نہیں تو اور کیا ہیں ؟

افتخار الحسن

بسم اللہ الرحمن الرحیم

پیش لفظ

کتنے احسان فراموش ہیں یہ بدعقیدہ لوگ کہ انہیں بزرگانِ دین۔ اکابرینِ اسلام اور اولیائے عظام کی عظمت و تقدس پر سہ قیانہ حملے اور انہیں کی شانِ پاک میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں۔ جن کی بدولت ہمیں دین و ایمان کی دولت نصیب ہوئی اور جنکی معرفت ہمیں دامنِ اسلام ہاتھ آیا۔ اور جن کے صدقے ہم مسلمان ہوئے اور جن کی طفیل متحدہ کفرستانِ ہند کے ظلمت کدہ میں اسلام کا نور پھیلا اور دین کی شمع روشن ہوئی۔

محمودِ غزنوی سے لے کر سراج الدولہ تک، خاندانِ غلاماں سے لے کر دورِ مغلیہ تک، اور قطب الدین ایبک سے لے کر محمد شاہ ظفر تک اس متحدہ ہندوستان میں سینکڑوں مسلمان بادشاہوں نے حکومت کی ان کے پاس لعل و جواہرات کے خزانے بھی ہوتے تھے۔ اور تخت و تاج بھی۔ شاہی جاہ و جلال بھی ہوتا تھا۔ اور شاہانہ شان و شوکت بھی۔

بابر کی ہیبت اور اکبر کے جلال کو کون نہیں جانتا۔ جہانگیر کی سطوت اور شاہجہان کے تخت طاؤس سے کون واقف نہیں۔ شیر شاہ سوری کی شمشیر اور علاؤ الدین خلجی کی تلوار سے کس کو انکار ہے۔ اور اورنگ زیب کی قوت اور بہادر محمد شاہ ظفر کی بہادری میں کس کو شک ہے۔ اور یہ تو ٹھیک ہے کہ انہوں نے ہندوستان کے راجوں اور

رانوں کو اسلام کی تیغ برّاں کے جوہر دکھائے، کسی نے رانا پرتاپ کو شکست دی، اور کسی نے پرتھوی راجہ کے ہاتھیوں کے لشکر کو پامال کیا، کسی نے سیوا جی مرہٹہ کی گردن اڑائی اور کسی نے پانی پت کے میدان میں کفر کو شکست دے کر اسلام کا پرچم لہرایا۔

یہ سب کچھ ہوتا رہا اور ہندوستان کی تاریخ مسلمان بادشاہوں کے ایسے جنگی کارناموں سے بھری پڑی ہے۔ لیکن تاریخ ہند میں یہ کہیں بھی نہیں ملتا کہ کسی مسلمان بادشاہ نے کسی کافر کو مسلمان کیا ہو۔ اگر ہمارے مسلمان فرمانرواجنگی کارناموں کے ساتھ ساتھ اسلام کی تبلیغ اور دین و مذہب کی نشر و اشاعت کی طرف بھی توجہ دیتے تو آج تقسیم ہند کا سوال ہی پیدا نہ ہوتا۔ اور خیبر کے قلعہ سے لے کر راس کماری تک سارا پاکستان ہوتا۔

اور آج جو ہندوستان اور پاکستان میں ہمیں بیس کروڑ مسلمان نظر آتے ہیں یہ محمود غزنوی اور بابر کی تلوار کا نتیجہ نہیں ہے۔ اکبر و شاہ جہان کی قوت و طاقت کے طفیل نہیں ہے۔ بلکہ یہ ان فقیروں کی پاک نگاہوں کا صدقہ ہے۔ ان درویشوں کی حق پرستی کی طفیل ہے، اور ان اولیاء اللہ کی تبلیغ اسلام کا مرہون منت ہے جو اپنے دلوں میں توحید کی شان لے کر آئے۔ اپنے سینوں میں عشق مصطفےٰ لے کر آئے۔ اپنی بغلوں میں قرآن اور اپنے ہاتھوں میں اسلام کی شمع لے کر آئے۔ اور جو لشکر و سپاہ لے کر نہیں تسبیح و مصلےٰ لے کر آئے جو شان و شوکت نہیں دین و ایمان کی قوت لے کر آئے، اور جو تخت و تاج لے کر نہیں بوریا کے بستر اور کھدر کی ٹوپیاں پہن کر آئے اور پھر ان کی روحانی قوت و طاقت دین کے جاہ و جلال اور حق و صداقت کی ہیبت کے آگے ہندوستان کے سرکش انسانوں کی گردنیں جھک گئیں۔ اور کفرستان ہند کے ظلمت کدہ میں حق و اسلام کی روشنی پھیل گئی۔ ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں رشد و ھدایت کی شمع جل اٹھی۔ کفر و طغیان کی تاریکیوں میں نیکی و شرافت کے ستارے چمک اٹھے۔

پتھروں کے پجاریوں کے دلوں میں رب کعبہ کی ہیبت بیٹھ گئی۔ اور سومنات کے

بت خانہ میں توحید و رسالت کے ڈنکے بجنے لگے

تلوار سے کسی کی گردن اڑا دینی کمال نہیں۔ محبت و اخلاق سے کسی کے دل پر حکومت کرنی کمال ہے۔ اور لشکر و سپاہ سے کسی کو شکست دینی بہادری نہیں نگاہِ فقر و درویشی سے کسی کے سر کو حق کے آگے جھکانا بہادری ہے۔ لاہور کے ایک سرکش راجے کے شاہی محلات میں اسلام کی شمع روشن کرنے والے داتا گنج بخش تھے۔ اور باطل پرست انسانوں کو حق کے آگے جھکانے والے حسن زنجانی تھے۔ اور اجمیر کے جوگی جے پال کی جادو کو اپنی لکڑی کی کھڑاؤں سے توڑ کر کلمہ پڑھانے والے حضرت خواجہ معین الدین تھے۔ اسی لئے تو درویش لاہوری کہتا ہے۔ کہ:- ؎

نہ تخت و تاج نہ لشکر و سپاہ میں ہے
جو بات مردِ قلندر کی بارگاہ میں ہے

یہ تو ٹھیک ہے کہ مسلمان بادشاہوں نے ہندوستان کے راجوں کو ہر میدان میں شکست دی اور قدم قدم پر کفر کے لشکرِ جرّار کو تہ تیغ کیا۔ اور یہ بھی درست ہے کہ وہ ہندوستان میں بڑی بڑی خوبصورت عمارتیں بنوا گئے۔ قطب مینار کی بلندی۔ دہلی کی جامع مسجد کے مینار اور شاہی قلعہ کے در و دیوار آج بھی مسلمانوں کے جاہ و جلال کے قصیدے پڑھ رہے ہیں۔ آگرہ کے تاج محل کا ایک ایک حسین نقش آج بھی شاہ جہان کے ذوقِ سلیم کی داد دے رہا ہے۔ لاہور کی شاہی مسجد کی خوبصورت محرابیں آج بھی سلاطینِ اسلام کی شان و شوکت کا پتہ دے رہی ہیں۔ اور شالامار باغ کے چہکتے ہوئے پھول آج بھی مسلمان فرمانرواؤں کی نفاستِ طبع کی خبر دیتے ہیں۔ یہ تو سب کچھ ٹھیک ہے۔ مگر تاریخ ہند سے جب ہم یہ سوال کرتے ہیں کہ اس کفرستان میں اسلام کیسے پھیلا۔ تو جواب میں نہ محمود غزنوی کا نام آتا ہے۔ اور نہ بابر کا۔ نہ اکبر کا نام لیا جاتا ہے۔ اور نہ شاہجہان کا۔ ہاں اگر نام آتا ہے تو حضرت شیخ حسن زنجانی کا۔ حضرت داتا گنج بخش کا۔ حضرت خواجہ معین الدین چشتی اجمیری کا۔ بہاء الدین ذکریا ملتانی

کا اور حضرت مجدد الف ثانی کا۔ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔

تو پھر میں ان اولیاء اللہ کی مقدس قبروں پر پھولوں کی چادر کیوں نہ چڑھاؤں۔ جو بے سرو سامانی کے عالم میں آئے۔ بے سہارا آئے۔ بے وسیلہ آئے۔ تسبیح و مصلّےلے کر آئے۔ اور اس کفرستان ہند میں اسلام کا پرچم لہرا گئے۔ باطل پرست انسانوں کو حق کے آگے جھکا گئے۔ اپنی پاک نگاہوں سے دلوں کو نورِ ایمان سے منوّر کر گئے۔ اور مورتیوں کے پجاریوں کو توحید و رسالت کی سیدھی راہ دکھا گئے۔ اور پھر میں خواجہ اجمیری کے مزارِ اقدس کی چوکھٹ کو کیوں نہ چوموں جو اپنی دین و ایمان کی قوّت سے نوّے لاکھ انسانوں کو حلقہ بگوشِ اسلام کر گئے۔

اور ساتھ ہی ان بدعقیدہ مولویوں! بے ادب واعظوں اور گستاخ خطیبوں کی جہالت و تعصب کا ماتم کیوں نہ کر دوں۔ جو اولیاء اللہ کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں۔ اور بزرگانِ دین سے محبت و عقیدت رکھنے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگاتے رہتے ہیں۔ حالانکہ انہیں مقدس ہستیوں کے ذریعے اور انہیں اولیاء اللہ کی معرفت ہمیں دین و ایمان کی دولت نصیب ہوئی۔ تو پھر ان اولیاء اللہ کے اس احسانِ عظیم کو بُھلا دینا احسان فراموشی نہیں تو اور کیا ہے؟

یہ ایک مسلّمہ حقیقت ہے، کہ نبیوں میں سے کوئی نبی بھی ہندوستان نہیں آیا۔ خلفائے راشدین میں سے کوئی خلیفہ یہاں نہیں آیا۔ چار اماموں میں سے کوئی امام بھی نہیں آیا۔ تو پھر بھی آج اس خطۂ ہند میں بیس کروڑ مسلمان نظر آتے ہیں۔ تو یہ بزرگانِ دین کی بدولت نہیں تو اور کس کی بدولت ہے؟

اکبر نے تو ہندوستان میں ایک اپنے دینِ اکبری کی بنیا درکھکر اسلام کی جڑوں کو کھوکھلا کرنے کی کوشش شروع کر دی تھی یہاں تک کہ پھر سورج کی پرستش ہونے لگی تھی۔ اور دوسری کئی ایک رسوماتِ کافرانہ جاری ہونے کے ساتھ ساتھ اکبر کو سجدہ بھی ہونے لگا تھا۔

اور اگر اس نازک دور میں حضرت مجدد الف ثانی رحمۃ اللہ علیہ کی مقدس ہستی فقر و درویشی کے لباس میں دین و ایمان کی قوت لے کر نہ اٹھتے تو بہت ممکن تھا کہ اولیاء اللہ کی سالہا سال کی تبلیغ۔ دین و اسلام کی محنت خاک میں مل جاتی۔ اور ہندوستان کے وہ لوگ جو ان فقیروں کے فیضِ روحانیت سے حلقہ بگوشِ اسلام ہو چکے تھے پھر مرتد ہو جاتے۔ یہ تو ٹھیک ہے کہ ہمارے مسلمان بادشاہ شراب بھی پیتے تھے۔ اور رقص و سرود کی محفلیں بھی لگاتے تھے۔ ان میں شہنشاہی ٹھاٹھ باٹھ بھی تھی اور تخت و تاج کی شان و شوکت بھی۔ مگر ان میں دو صفات ایسی بھی تھیں۔ کہ جن کی بنا پر ہو سکتا ہے کہ قیامت کے دن ان کی نجات ہو جائے ایک تو وہ عادل و منصف تھے اور دوسرے یہ کہ وہ شرابی، ربابی۔ اور کبابی تو تھے۔ مگر وہابی نہیں تھے۔

اکبر اگر وہابی ہوتا تو وہ ایک لڑکے کی آرزو لے کر ننگے پاؤں پیدل چل کر خواجہ سلیم چشتی کی قدم بوسی کے لئے فتحپور نہ جاتا۔ اگر سلطان حیدر علی والیٔ دکن بدعقیدہ ہوتا تو ایک فرزند کی تمنا لے کر سائیں ٹیپو شاہ کی چوکھٹ نہ چومتا۔ اور پھر یہ ایک زندہ حقیقت ہے کہ شہزادہ سلیم جو بعد میں جہانگیر کے لقب سے مشہور ہوا حضرت خواجہ محمد سلیم رحمۃ اللہ علیہ کی دعا سے پیدا ہوا تھا۔ اور شیر دکن سلطان ٹیپو بھی سائیں ٹیپو شاہ رحمۃ اللہ کی دعا سے ہی پیدا ہوا تھا۔

اور پھر مولوی اشرف علی تھانوی بھی تو اپنے والدین کے مرشد کی دعا ہی سے پیدا ہوا شمس الدین التمش حضرت خواجہ عثمان ہارونی کا مرید تھا۔ اور حضرت خواجہ بختیار کاکی بھی قدم بوسی کیا کرتا تھا۔ اور ہفتہ میں دو دفعہ اپنے مرشد کی زیارت کے لئے پیدل جایا کرتا تھا۔

(۱) تذکرہ مشائخ کرام تاریخ فرشتہ ص۱۰۱

علاؤ الدین خلجی حضرت خواجہ نظام الدین اولیاء کے لنگر میں حصہ دیا کرتا تھا۔
اکبر حضرت خواجہ معین الدین کا معتقد تھا۔ اور آپ کے وصال پاک کے بعد آپ کے

مزار اقدس کی زیارت کے لئے پیدل جایا کرتا تھا۔

شاہ رکن عالم ملتانی جب دہلی تشریف لے جاتے تو علاؤ الدین خلجی ان کے استقبال کے لیے شہر سے باہر نکل آتا تھا۔ اور پانچ لاکھ روپے ان کی آمد سے پہلے اور پانچ لاکھ روپے ان کے جانے کے بعد غریبوں میں تقسیم کیا کرتا تھا۔

محمود غزنوی نے سومنات کو فتح کرنے کی خاطر اپنے پیر و مرشد حضرت خواجہ ابو الحسن خرقانی کے قدم چومے۔

(۱) تذکرہ مشائخ کرام تاریخ فرشتہ صہ ۱۸۱ - ۱۹۲

اور اپنے مرشد کا کرتہ بطور تبرک لے کر حملہ آور ہوا اور پھر اسی کرتے کی طفیل فتح نصیب ہوئی تھی۔ رحمۃ اللہ علیہم۔

یہ سب کچھ جانتے ہوئے بھی اگر کوئی شخص بزرگان دین اور اولیائے کرام کی شان اقدس میں گستاخی و بے ادبی کرتا ہے۔ اور ان کے روحانی فیوض و برکات اور باطنی کمالات و کرامات کا انکار کرتا ہے تو پھر اس میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے کہ ایسے بدعقیدہ لوگ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِهِمْ وَعَلٰى سَمْعِهِمْ وَعَلٰى اَبْصَارِهِمْ غِشَاوَةٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ۔ کی آیت پاک کا مصداق ہے۔

افتخار الحسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

ذکر و فکر

قرآن و حدیث نے ذکر و فکر کو ولایت و روحانیت کا سرچشمہ قرار دیا ہے۔ اور اس کو قرب الٰہی کا ذریعہ بتایا ہے۔ تاکہ ایک طالب حق مسلمان ذکر و فکر کے ذریعے طہارت قلب۔ تزکیۂ نفس اور صفائی دل کر کے اپنی راہ سے وہ تمام کانٹے دور کر دے جن میں اس کے دامن کے الجھنے کا ڈر ہو۔ اور پھر اسی ذکر و فکر کی معرفت وہ تمام مدارج طے کر کے اپنی منزل مقصود تک پہنچ جائے۔

چنانچہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے :۔

اُولِی الْاَلْبَابِ الَّذِیْنَ یَذْکُرُوْنَ اللّٰهَ قِیَامًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَیَتَفَکَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

کہ وہ لوگ جو اُٹھتے بیٹھتے اور کروٹ بدلتے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتے رہتے ہیں اور زمین و آسمانوں کی تخلیق کی حکمت پر غور و خوض کرتے رہتے ہیں۔ وہی لوگ صاحب بصیرت اور منزلِ حق کے متلاشی ہیں۔ اور پھر ارشادِ خداوندی ہے

اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

کہ اطمینانِ قلب اور سکونِ دل کو دنیا کی عیش و عشرت میں۔ دنیا کے باغ و بہار میں۔ محلوں اور کوٹھیوں میں۔ سونے اور چاندی کے خزانوں میں اور تخت و تاج میں تلاش کرنے والو اطمینانِ قلب ہے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر میں ہے۔ اور اطمینانِ قلب ہی ولایت ہے۔

یہ ہم نے اپنا ذکر کرنے اور یاد کرنے والوں کے لئے انعام کا ذکر کرتے ہوئے فرمایا۔

فَاذْكُرُونِی اَذْكُرْكُمْ ـــــ کہ اے بندو تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔ اور جب کوئی مسلمان اللہ کے ذکر کے ذریعے اس مقام پر پہنچ جائے کہ خود خدا تعالیٰ بھی اس کو یاد کرنے لگے تو پھر اس کے دل ہونے میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔

بلکہ مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ تو فرماتے ہیں۔

اَللہ اَللہ گفت اللہ می شود

ایں سخن حق است باللہ می شود

کہ اے مسلمان تو اتنا اللہ اللہ کر کہ خود اللہ ہو جا۔ اور پھر مولانا تاکیداً فرماتے ہیں کہ خدا کی قسم اللہ اللہ کرنے والا خود اللہ ہو جاتا ہے۔

مطلب یہ ہے کہ ایک طالب حق اور سالک راہ حقیقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کثرت سے کرنے سے وہ اللہ تعالےٰ کے اتنا قریب ہو جاتا ہے۔ کہ خود تعالےٰ اس بندے سے محبت کرنے لگتا ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ اس بندے کے کان بن جاتا ہے۔ وہ ان کانوں سے سُنتا ہے۔ وہ اس کی آنکھیں بن جاتا ہے۔ وہ ان آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ وہ اس کے ہاتھ بن جاتا ہے۔ وہ ان ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ اور وہ اس کے پاؤں بن جاتا ہے۔ وہ اس کے پاؤں سے چلتا ہے۔ اور جب کوئی ایسا مقرب الٰہی خدا تعالیٰ سے کوئی سوال کرتا ہے۔ تو خداوند کریم اس کو وہ چیز عطا کر دیتا ہے

مشکوٰۃ شریف ص۱۹۷

فَمَا يَزَالُ عَبْدِی يَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحْبِبْتُهٗ فَكُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ يَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ يُبْصِرُ بِهٖ وَيَدَهُ الَّتِیْ يَبْطِشُ بِهٖ وَرِجْلَهُ الَّتِیْ يَمْشِیْ بِهَا وَاِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِيَنَّهٗ

اور یہ وہی مقام ہے جسے اہلِ تصوف فنا فی اللہ کا مقام کہتے ہیں۔ اور جس مقام پر شیخ منصور انا الحق اور حضرت بایزید بسطامی سُبْحَانِی مَا اَعْظَمَ شَانِیْ پکار اُٹھتے ہیں۔ چنانچہ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقتیکہ انا الحق میگوید منصور کجا بود خدا بود خدا

کہ جس وقت منصور نے کہا تھا کہ میں خدا ہوں تو اس وقت منصور، منصور نہیں تھا بلکہ خدا تھا ـــــ یعنی شیخ منصور رحمۃ اللہ علیہ کی زبان پر خدا بول رہا تھا۔ اور کسی کی زبان پر خدا تعالیٰ کا بولنا قرآن و حدیث اور نقل و عقل سے ثابت ہے۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا اِنَّ اللّٰہَ یَنْطِقُ عَلٰی لِسَانِ عُمَرَ ۔ کہ اللہ تعالیٰ عمر کی زبان پر بولتا ہے۔

پ۱۶ سورۃ طٰہٰ حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی بیوی پاک کو ساتھ لے کر مدین سے مصر کی طرف واپس جا رہے تھے۔ رات اندھیری تھی۔ راستہ نظر نہیں آتا تھا۔ اور آتا بھی کیوں۔ جب کہ خدا تعالیٰ نے حضرتِ موسیٰ علیہ السلام پر اپنے سوا تمام راستے بند کر دئیے تھے۔ اور پھر جس چیز کی حضرت موسیٰ علیہ السلام کو ضرورت تھی اس چیز میں سے بول اٹھا۔ یعنی آگ سے

اِنِّیْ اَنَا رَبُّکَ ــــ کہ تحقیق میں تو تیرا رب ہوں۔ پ۲۰ سورۃ القصص من الشجرۃ ان یموسیٰ انی انا اللہ رب العالمین ـ

تو جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لیے کبھی آگ کے بھڑکتے ہوئے شعلوں میں سے اور کبھی درخت کی شاخوں میں سے بول سکتا ہے۔ اور کبھی حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان پر کلام کرتا ہے تو پھر اگر وہ کبھی کسی ولی کی زبان پر بھی بول اٹھے تو کون سا تعجب ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

چوں روا باشد اَنَا اللہ از درخت
کے روا نبود کہ گوید نیک بخت

کہ جب اللہ تعالیٰ کا درخت کی شاخوں میں سے کہنا کہ میں اللہ ہوں ثابت ہے، تو پھر اس کا کسی ولی اور اپنے مقبول بندے کی زبان پر سے انا الحق فرما دینا بھی درست اور ٹھیک ہے۔

ممکن ہے کہ کسی کے ذہن میں یہ سوال پیدا ہو کہ فرعون نے بھی انا ربکم الاعلیٰ کہا تھا۔ اور شیخ منصور نے بھی انا الحق فرمایا تھا۔ تو دونوں کے معنی ایک ہی ہیں، کہ میں خدا ہوں۔ تو پھر یہ کیسے ہو سکتا ہے کہ ایک بات فرعون کہے تو وہ کافر بے دین اور وہی بات منصور کہے تو وہ ولی و غوث؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ اگرچہ فرعون و منصور کے کہنے میں تو کوئی فرق نہیں ہے۔ مگر دونوں کی نیتوں میں بڑا فرق تھا۔ وہ یہ کہ فرعون نے ...... جب یہ کہا تھا۔ کہ میں خدا ہوں تو اس کی نیت یہ تھی۔ کہ میں ہی میں ہوں۔ وہ نہیں ہے۔ اور شیخ منصور نے جب کہا تھا کہ میں خدا ہوں تو اس کی نیت یہ تھی کہ وہی ہے میں نہیں ہوں۔ اور اپنے آپ کو اپنے مالکِ حقیقی کے آگے نابود کر دینا ہی ولایت ہے۔ ہ

یہ دل تجھ پہ فدا ہے میں نہیں ہوں
اسی کی سب خطا ہے میں نہیں ہوں

کہا میں نے کہ تو نے مار ڈالا   کہا میری ادا ہے میں نہیں ہوں

مشکوٰۃ شریف صـ۱۹۷۔ ابن ماجہ شریف صـ۲۷۹۔ حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، کہ میرا بندہ جب مجھے یاد کرتا ہے تو میں اس کے ساتھ ہوتا ہوں۔ فَاِذَا ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَاءٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَاءٍ

خَيْرٌ مِنْهُمْ

اور جب وہ مجھے اپنے دل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اُسے اپنے دل میں یاد کرتا ہوں۔ اور جب وہ مجھے کسی محفل میں یاد کرتا ہے تو میں بھی اسے فرشتوں کی محفل میں یاد کرتا ہوں۔ جو انسانوں کی محفل سے بہتر محفل ہے۔

نزہت المجالس جلد اصفحہ ۴۹۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ خداوند تعالیٰ فرماتا ہے اَنَا حَبَّبَ اِلَیَّ مِنْ دُنْیَاکُمْ ثَلٰثٌ لِسَانٌ ذَاکِرٌ وَقَلْبٌ شَاکِرٌ وَجَسَدٌ عَلَی الْبَلَاءِ صَابِرٌ۔ کہ مجھے دنیا کی تین چیزیں بہت پیاری ہیں۔ میرا ذکر کرنے والی زبان، میرا شکر کرنے والا دل۔ اور مصیبت میں صبر کرنے والا جسم۔

امام الانبیا علیہ السلام نے فرمایا کہ معراج کی رات کو میں ایک انسان پر سے گزرا مُغِیْبٌ فِیْ نُوْرِ الْعَرْشِ کہ وہ عرشِ الٰہی کے نور میں چھپا ہوا ہے۔ میں نے جبرئیل سے پوچھا یہ کون ہے؟ کیا یہ کوئی فرشتہ ہے؟ جواب ملا نہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ کیا کوئی نبی ہے؟ جواب ملا نہیں۔ میں نے پھر پوچھا کہ پھر آخر یہ کون ہے؟ تو جبرئیل علیہ السلام نے جواب دیا۔

هٰذَا رَجُلٌ كَانَ فِي الدُّنْيَا لِسَانُهٗ رَطْبٌ لِذِكْرِ اللّٰهِ وَقَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ بِالْمَسَاجِدِ۔ کہ یہ ایک ایسا آپ کا اُمتی ہے کہ دنیا میں اس کی زبان ہر وقت اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتی رہتی تھی۔ اور اس کا دل ہر وقت مسجدوں کے ساتھ معلق رہتا تھا۔

مشکوٰۃ شریف ص۱۹۹ حضرت عبداللہ ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا لِكُلِّ شَيْءٍ صِقَالَةٌ اَلْقَلْبِ ذِكْرُ اللّٰهِ کہ ہر شئے کو صاف کرنے والی کوئی نہ کوئی چیز ہوتی ہے۔ اور دل کو صاف و صیقل کرنے والی شئے اللہ تعالیٰ کا ذکر ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص۱۹۹۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم

علیہ السلام نے فرمایا ۔

اِذَا مَرَرْتُمْ بِرِیَاضِ الْجَنَّۃِ فَارْتَعُوْا ۔ کہ جب تم جنت کے باغ سے گذرو تو اس کی طرف دوڑو ۔ اور اس کی خوشبو سے لذت حاصل کرو ۔ غلاموں نے عرض کی یا رسول اللہ علیہ السلام اس دنیا میں جنت کا باغ کون سا ہے ۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا حِلَقُ الذِّکْرِ کہ اللہ کا ذکر کرنے والی مجلس جنت کا باغ ہے۔

حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ایک دن فجر کی نماز پڑھکر مسجد سے گھر آ رہا تھا ۔ کہ میں نے راستے میں ایک حسینہ وجمیلہ اور جوان عورت کو دیکھا ۔ جس کا لباس تو شاہانہ تھا ۔ مگر سر اور پاؤں سے ننگی تھی ۔ اور مستانہ وار چلی آ رہی تھی ۔ اگر میں نے نور الٰہی کا مشاہدہ نہ کیا ہوتا تو اس کے حسن وجمال کو دیکھ کر میں مفتون ومجنون ہو جاتا شیخ فرماتے ہیں کہ جب وہ عورت میرے قریب آئی تو میں نے اس سے کہا (اے زن سر بپوش) کہ اے عورت اپنے سر کو ڈھانپ لے ۔ تو اس عورت نے جواب دیا (اے شیخ گل خوشرنگ سر نمی پوشد) کہ اے شیخ خوبصورت پھول کبھی سر کو نہیں ڈھانپتا ! شیخ فرماتے ہیں میں نے پھر اس سے کہا

(ہر کہ تو بیند فریفتہ شود) کہ جو بھی تجھے دیکھے گا فریفتہ ہو جائے گا ۔ تو اس عورت نے جواب دیا ۔

(شیخ دروغ میگوئی ہر کہ مارا بیند سوختہ شود) کہ اے شیخ تو جھوٹ کہتا ہے جو کوئی مجھ کو دیکھے گا جل جائے گا شیخ فرماتے ہیں کہ میں اس عورت کی عارفانہ گفتگو سُن کر جذب ومستی میں پکار اٹھا اَللہ ۔۔ اَللہ ۔۔ اَللہ ۔ تو وہ عورت اللہ کا نام سن کر گر پڑی ۔ تڑپی اور خاکستر ہو گئی ۔ اور پھر ہر طرف سے میرے کانوں میں یہ آواز آنے لگی ۔ کہ (صد آفریں اے دامن پوشی کہ ما اکثر دستار بندان سبقت بردی) کہ آفرین ہے تجھ پر اے اپنے درد وسوز اور عشق حقیقی کو چھپانے والی تو بہت سے

مردوں پر بازی لے گئی۔
شیخ شبلی فرماتے ہیں کہ میں نے بارگاہ الٰہی میں عرض کی کہ یا مولیٰ یہ کیا ماجرا ہے۔ جواب ملا۔ اے شبلی اس عورت نے پہلی بار میرا نام سنا تو عاشق ہوئی، دوسری بار سنا تو بے ہوش ہوگئی۔ اور تیسری بار میرا نام سُنا تو مجھ پر قربان ہوگئی۔
یہ ہے وہ درد و سوز! جذب و مستی اور عشق حقیقی کی آخری منزل۔ اور یہ ہے ذکر الٰہی کی تاثیر جس کو حاصل کرنے کے لئے عارف لوگ اور فقیران بے نوا اپنی ساری زندگی گوشہ نشینی اور چلہ کشی میں گذار دیتے ہیں۔ اور یہی وہ درد و سوز ہے۔ جس کے لئے شیخ عطار بارگاہ رب العزت میں التجا کرتے ہیں۔

کفر کافر را و دیں دیندار را
قطرۂ دردِ دلِ عطار را

کہ اے میرے مولا کافر کو کفر اور دین دار کو دین دے دے اور شیخ عطار کے دل میں اپنے عشق کے درد کے دریا سے ایک قطرہ عطا کر دے۔
حضرت شیخ شبلی رحمۃ اللہ علیہ صبح کے وقت باہر تشریف لے گئے۔ راستے میں انہوں نے دیکھا کہ ایک زاہد مصلے پر بیٹھا ذکر الٰہی میں مشغول ہے۔ شیخ آگے گذر گئے۔ جب واپس آئے تو اس زاہد کو پھر ذکر الٰہی میں مشغول دیکھا۔ آپ نے اپنے مریدوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا (ایں زاہد چہ لق لق و حق حق میکند) مرید تو خاموش رہے۔ مگر وہ زاہد بھڑک اٹھا۔ اور کہنے لگا اے شبلی میں تو تجھے صالحین میں سے سمجھتا تھا۔ لیکن تو تو کچھ بھی نہیں ہے۔ کیونکہ اگر تم کامل ہوتے تو ایسا بے ادبی کا کلمہ ہرگز نہ بولتے۔
شیخ شبلی نے فرمایا کہ تو کس کا ذکر کر رہا تھا؟ اس نے کہا اللہ تعالیٰ کا۔ شیخ نے فرمایا کہ افسوس ہے تیرے اللہ اللہ کرنے پر۔ کہ لق لق کے لفظ سے تو تو بھڑک اٹھا ہے

مگر اللہ کے نام کی عظمت نے تجھے بیقرار نہیں کیا۔ اور تیرے دل میں آتشِ عشق نہیں بھڑکی۔ وہ زاہد شیخ شبلی کے قدموں میں گر پڑا۔ اور معافی مانگی۔ اور عرض کی یا شیخ مجھے بھی یہ درد و سوز اور عشق و مستی عطا کر دے۔ شیخ شبلی نے فرمایا۔ تین بار کہو اللہ اللہ، اللہ۔ اس زاہد نے کہا اللہ اللہ اللہ تو جبّہ و دستار پھینک کر اور کپڑے پھاڑ کر دیوانوں کی حالت میں صحرا میں اللہ اللہ کہتے ہوئے دوڑنے لگا۔ مولنا رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں ؎

منزلِ او بر زبانِ اولیاست
در دلِ او روز و شب یادِ خداست
چشمِ او بر غیر ہرگز وا نشد
قطرۂ او جز سوئے دریا نشد

ذکرِ الٰہی کی حقیقت! یادِ خداوندی کا سرور! اللہ اللہ کرنے کا پھل اور شراب عشق و مستی کے اس نشے پر غور کیا جائے تو یہ حقیقت کھل کر سامنے آجاتی ہے کہ ذکرِ الٰہی نہ صرف قربِ خداوندی کے ایک وسیلہ اور بارگاہِ ایزدی تک رسائی حاصل کرنے کے لئے ایک قرینہ اور حریم کبریا تک پہنچنے کے لئے ایک سیڑھی ہے۔ بلکہ ہر دُکھ کا علاج بھی ہے۔ اور ہر درد کا مداوا بھی۔ اور ہر مشکل کا حل بھی ہے۔ اور ہر مصیبت کا چارہ بھی۔ اور بے سہاروں کا سہارا بھی ہے اور بے چاروں، بے آسروں کا آسرا بھی ہے اور بے وارثوں کا وارث بھی۔

یہاں تک کہ میدانِ جہاد میں میں لڑنے والے مسلمانوں کو بھی حکم دیا جاتا ہے۔ کہ اے ایمان والو۔ جب تم کفر کے مقابلے میں جاؤ۔ تو ثابت قدمی سے لڑو۔ وَاذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔ اور میدانِ جہاد میں کثرت سے اللہ تعالیٰ کا ذکر کرو۔ اور خدا کو یاد کرو۔ پھر فتح تمہاری ہے۔

مسلمان تو رہا مسلمان۔ اگر کسی کافر کی زبان سے بھی چاہے بھول کر ہی اس کا نام نکل جائے تو اس کی رحمت و بخشش اور اس کا لطف و کرم اس کافر کو بھی جواب دیتا ہے، چنانچہ حضرتِ شیخ عطار رحمۃ اللہ علیہ منطق الطیر میں اور منزلت المجالس جلد ا صفحہ ۱۹ میں علامہ صفوری رحمۃ اللہ علیہ نے لکھا ہے۔

یک شبے جبریل اندر سدرہ بود
نیک لبیک ز حضرت می شنود

کہ ایک رات حضرت جبریل علیہ السلام اپنے مقام سدرہ پر بیٹھے تھے۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ آواز سُنی

لَبَّیْكَ یَا عَبْدِیْ۔ کہ اے میرے بندے میں حاضر ہوں حضرت جبریل علیہ السلام کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ خداوند کریم جس کو آوازیں دے رہا ہے شاید وہ کوئی ولی ہے یا نبی۔ پھر جبریل علیہ السلام کے دل میں اس بندے کو دیکھنے کا شوق پیدا ہوا تو اس نے پرواز کی، مسجدیں دیکھیں، کعبہ دیکھا، اور بیت المقدس بھی دیکھا۔ مگر وہ بندہ کہیں بھی نظر نہ آیا، پھر خدا تعالیٰ نے پوچھا اے جبریل آج کس کی تلاش ہے؟ عرض کی، اے رب العالمین! میں تیرے اس بندے کو دیکھنا چاہتا ہوں جس کو تو آوازیں دے رہا ہے۔ خداوند کریم نے فرمایا۔ جبریل اگر میرے اس بندے کو دیکھنا چاہتے ہو تو ہندوستان کے فلاں بُت خانہ میں چلے جاؤ! جبریل علیہ السلام نے عرض کی، یا مولا بُت خانہ میں کیوں؟ فرمایا اس لئے کہ میرا وہ بندہ بُت کے آگے سر جھکا کر فریاد کر رہا تھا۔ یا صَنَمِیْ یا صَنَمِیْ۔ کہ اے بُت۔ اے میرے بُت۔ اور وہ پتھر کا بنا ہوا بُت خاموش تھا۔ لیکن غلطی سے اس کی زبان سے نکل گیا۔ یا صَمَدِیْ۔ اے میرے رب۔ تو میں نے فوراً اس کو جواب دے دیا ہے۔ لبیک یا عبدی۔ کہ اے

میرے بندے میں حاضر ہوں۔

جبرئیل علیہ السلام نے عرض کی اے رب العالمین اس بندے نے ہزار بار اپنے بت کو پکارا تو وہ نہیں بولا۔ مگر تجھے غلطی سے ایک بار اس نے پکارا ہے۔ تو تو بول اٹھا ہے؟ تو جواب آیا۔

گر از درگہِ ما شود نیز رد
پس آنگہ چہ فرق صنم تا صمد

کہ اے جبرئیل اگر وہ ہمارے دروازے سے بھی مایوس ہو جاتا اور اگر میں بھی نہ بولتا تو پھر مجھ میں اور اس بت میں کیا فرق رہ جاتا۔

اللہ تعالیٰ کا اس بندے کو جواب دینا اس لیے بھی ضروری تھا کہ وہ خود قرآن پاک میں اعلان کر چکا ہے۔ فَاذْکُرُوْنِیْ اَذْکُرْکُمْ ــــ کہ تم مجھے یاد کرو میں تمہیں یاد کروں گا۔

نزہت المجالس میں اس طرح ہے۔ فَقَالَتِ الْمَلٰئِکَۃُ اِلٰھُنَا دَعَا صَنَمًا دَھْرًا طَوِیْلًا فَلَمْ یُجِبْہُ وَدَعَاکَ مَرَّۃً وَّاحِدَۃً فَاَجَبْتَہٗ فرشتوں نے عرض کی یا الٰہ العالمین اس بندے نے ایک طویل مدت تک اس بت کو پکارا تو اس نے جواب نہیں دیا۔ اور تجھے صرف ایک بار ہی پکارا ہے تو تو نے جواب دے دیا ہے۔ تو خداوند تعالیٰ نے فرمایا کہ اے فرشتو۔ اگر اس کے پکارنے پر میں بھی جواب نہ دیتا فَاَیُّ الْفَرْقِ بَیْنَ الصَّنَمِ وَبَیْنَ الصَّمَدِ تو پھر صنم اور صمد میں کیا فرق رہ جاتا۔ زلیخا محبت تو حضرت یوسف علیہ السلام سے کرتی تھی، مگر پوجا بت کی کرتی تھی۔ وہ مصر کے بادشاہ بن گئے۔ اور یہ جنگل میں ایک کٹیا میں بیٹھی بت سے فریاد کرتی ہے۔ کہ مجھے یوسف سے ملا دے۔ مگر حضرت یوسف علیہ السلام نہ ملے، زلیخا کا وقت گیا۔ حسن گیا۔ اور تمام

گیا اور راج گیا۔ حکومت گئی اور بادشاہت گئی۔

جبریل علیہ السلام نے عرض کی یا مولا یہ کسی دنیا دار کی محبت میں نہیں۔ بلکہ تیرے پیغمبر کی محبت میں اپنا سب کچھ لٹا بیٹھی ہے۔ اور تیرے رسول کے عشق میں فنا ہو گئی ہے۔ اسے یوسف ملا دے۔

جواب آیا۔ جبریل! یہ تو ٹھیک ہے۔ مگر یہ دعویٰ تو کرتی ہے یوسف کی محبت کا۔ اور پوجا کرتی ہے پتھر کی۔ یوسف کیسے ملاؤں۔ زلیخا نے ایک مدت تک بت کو سجدے کیے۔ اُسے پکارا۔ فریاد کی۔ مگر یوسف علیہ السلام نہ ملے۔ آخر ایک دن غصے میں آکر بت کو توڑ کر بارگاہِ رب العزت میں سر بسجود ہو گئی۔ اور عرض کی اے حضرتِ یوسف علیہ السلام کے بنانے والے۔ تو سچا رب ہے۔ اور غفور رحیم ہے تو حاضر و ناظر ہے۔ اور دکھیوں کی فریاد کو سننے والا ہے۔ تجھے واسطہ اپنی خدائی کا۔ مجھے یوسف ملا دے۔ بس پھر کیا تھا اُدھر زلیخا نے بت کو توڑ کر بارگاہِ خداوندی میں سجدہ کیا۔ ادھر حضرتِ یوسف علیہ السلام کی سواری آگئی۔ اور جب سواری زلیخا کی کٹیا کے قریب آئی تو جبریل علیہ السلام نے عرض کی۔ یا پیغمبر خدا کا حکم ہے کہ آج زلیخا کو مل کر جانا ہے۔ جب تک زلیخا بت کو پوجتی رہی اور اس کے آگے فریاد کرتی رہی حضرت یوسف علیہ السلام نہیں ملے۔ اور جب بت کو توڑ کر اور معبودِ باطل سے منہ موڑ کر بارگاہِ رب العزت اور معبودِ حقیقی کے حضور میں سر بسجود ہو گئی تو ایک ہی فریاد سے حضرتِ یوسف علیہ السلام بھی مل گئے۔ آنکھوں کی بینائی بھی لوٹ آئی۔ جوانی واپس آگئی۔ اور تخت و تاج بھی مل گیا۔ اسی طرح جب تک کوئی گستاخ مُلا بدعقیدگی کے بت کو نہ توڑے گا۔ نہ خدا ہی مل سکتا ہے۔ اور نہ مصطفٰے ہی۔

وہ بے نیاز مالک ہے۔ اگر رحمت و بخشش پر آجائے تو ایک کافر و بے دین کی بھی ایک ہی فریاد سے اس کے دل سے کفر و بے دینی کے غبار کو مٹا کر اس میں دین و اسلام

کی شمع روشن کر دیتا ہے۔ اور اگر قہر و غضب میں آ جائے تو کسی مسلمان زاہد و عابد کی بھی ہزار سال کی عبادت فنا کر کے اس کو اپنے دروازے سے دور ہٹا دیتا ہے۔ اس لئے کہ وہ بے نیاز مالک نہ تو کسی کے مال و دولت کو دیکھتا ہے۔ اور نہ ہی کسی کی شان و شوکت کو۔ نہ ہی کسی کی شکل و صورت کو دیکھتا ہے اور نہ ہی کسی کی ریاضت و عبادت کو۔ بلکہ وہ تو اپنے بندوں کے دلوں کی نیتوں کو دیکھتا ہے۔ جیسا کہ امام الانبیاء علیہ السلام نے فرمایا۔

اِنَّ اللّٰہَ لَا یَنْظُرُ اِلٰی صُوَرِکُمْ وَ لَا اِلٰی اَمْوَالِکُمْ وَلٰکِنِ اللّٰہَ یَنْظُرُ اِلٰی نِیَّۃِ قُلُوْبِکُمْ

حضرت مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک دن حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پر جا رہے تھے۔ کہ راستے میں ایک چرواہے کو دیکھا جو زمین پر لیٹا ہوا ہے۔ اور آسمان کی طرف منہ کر کے کہہ رہا ہے۔ کہ اے میرے اللہ تو اگر مجھے مل جائے تو میں تیرے بالوں میں کنگھی کروں، تیرے کپڑے دھوؤں۔ اور تیری جوتیاں صاف کروں۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو غصہ آ گیا۔ اور اس چرواہے کو تھپڑ مار دیا۔ اس کے کپڑے پھٹے ہوئے تھے۔ بال بکھرے ہوئے تھے۔ اور حالت خستہ تھی۔ وہ چرواہا خاموش رہا۔ مگر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام کوہِ طور پہ پہنچے اور خدا تعالیٰ کو پکارا تو کوئی جواب نہ آیا۔ عرض کی یا باری تعالیٰ آج اس خاموشی کا سبب کیا ہے؟ تو جواب آیا۔ ؎

وحی آمد سوئے موسےٰ از الٰہ
بندۂ ما را چرا کردی جدا

کہ اے ہمارے کلیمؑ تو نے اس چرواہے کو جو ہمارا ایک مقبول بندہ تھا اور جو مجھ سے باتیں کر رہا تھا ہم سے کیوں جدا کر دیا ہے۔ اور اسے تھپڑ کیوں مارا ہے۔

تو برائے وصل کردن آمدی
نے برائے فصل کردن آمدی

کہ تجھے تو اس لئے بھیجا ہے کہ تو مجھ سے بچھڑے ہوئے میرے بندوں کو ملائے نہ اس لئے کہ جو مجھ سے ملے ہوئے ہیں تو ان کو جدا کرے۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام نے عرض کی یا مولا وہ تو تیری شانِ پاک میں بے ادبی اور گستاخی کر رہا تھا۔ تو بقولِ عارفِ رومی خدا تعالیٰ نے جواب دیا

عاشقاں را ہر نفس سوزیدنی ست
بر دہِ ویراں خراج و عشر نیست

کہ اے کلیم اللہ وہ لوگ جو میرے عشق میں مبتلا ہو گئے ہیں ان کی قسمت میں ہر وقت آتشِ عشق میں جلنا لکھا ہے۔ اس لئے ان پر آداب کی پابندی لازم نہیں آتی۔ عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ بڑے ہی لطیف اور پیارے انداز میں مثال دے کر فرماتے ہیں کہ جس طرح کسی اُجڑی ہوئی بستی پر خراج و عشر نہیں ہوتا۔ اسی طرح عاشقانِ الٰہی غلبۂ حال میں مرفوع القلم ہوتے ہیں۔ اور وہ احکام ظاہری کے مکلف نہیں ہوتے۔

خراج اور عشر میں یہ فرق ہے۔ کہ خراج کافر رعایا سے بطورِ حق حکومت لیا جاتا ہے۔ اور عشر مسلمان کاشتکار سے لیا جاتا ہے۔ جو زکوٰۃ کی طرح داخلِ عبادت ہے

عارفِ رومی پھر دوسری وجہ بیان فرماتے ہیں۔ کہ

گر خطا گوید ورا خاطی مگو
گر شود پُر خوں شہیداں را مشو
خوں شہیداں را ز آب اولیٰ تراست
ایں خطا از صد صواب اولیٰ تراست

یعنی اگر کوئی عاشقِ الٰہی کوئی غلط بات بھی کہہ دے تو اس کو خطا وار نہ کہو۔ جیسے کہ

حکم ہے کہ اگر شہید خون میں لت پت بھی ہو تو اس کو دھویا نہ جائے۔ اور جس طرح خون شہیدوں کے لیے پانی سے بھی بہتر ہے اسی طرح وہ خطا جو عاشق الٰہی سے سرزد ہو گئی ہو سینکڑوں صحیح باتوں سے بہتر ہے۔

مطلب یہ کہ خون اگرچہ نجس و ناپاک ہے، اور نجس و ناپاکی کو پاک کرنے والا پانی ہے۔ مگر شہید کا رتبہ اس قدر بلند ہے کہ اس کا خون نجس و ناپاک ہونے کے باوجود پانی سے بہتر ہے۔ اسی طرح خطا اگرچہ خطا ہے مگر جب ایک اللہ کے عاشق سے سرزد ہو جائے اور وہ بھی غلبۂ عشق میں اور جذب و مستی کی حالت میں ہو تو اس کا منشا دل کی وہ کیفیت ہے جو عام کیفیات سے ارفع و اعلیٰ ہوتی ہے یعنی عشق الٰہی اور جذب و مستی۔ لہٰذا وہ خطا بھی ہزاروں صحیح باتوں سے بہتر ہے۔

عارف رومی پھر ایک اور مثال دے کر اس پردہ اسے کی خطا کو رفع کرتے ہیں کہ:۔ ؎

در درونِ کعبہ رسمِ قبلہ نیست
چہ غم از غواص را پا چیلہ نیست

مطلب یہ کہ حریم کعبہ سے باہر تمام روئے زمین پر نماز پڑھنے والوں پر فرض ہے کہ وہ کعبہ کی طرف رُخ کریں، لیکن جو شخص کعبہ کی چار دیواری کے اندر داخل ہو جائے، اس پر جہت و سمت اور قبلہ رُخ ہونا فرض نہیں ہے۔ اس کو اجازت ہے کہ جدھر چاہے منہ کر کے نماز پڑھ لے۔

مطلب یہ ہے کہ جو شخص کوئے دوست اور حریم یار سے باہر ہے وہ تو آداب و قواعد کا پابند ہے۔ لیکن جو حریم دوست میں داخل ہو جائے وہ کسی آداب و قواعد کا پابند نہیں ہے۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ ۔ جوتی پہننے کا وہی پابند ہے جو زمین پر چلے، اور جو دریا میں غرق

ہو رہا ہو اس کو جوتی کی کوئی ضرورت نہیں ہے ۔ اسی طرح جو عشق الٰہی کے دریا میں غرق ہو وہ ظاہری آداب کا پابند نہیں ہے ۔ ان تمام مثالوں سے عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ کا یہ سمجھانا مقصود ہے کہ اس چرواہے کی یہ گفتگو کہ اے اللہ تو اگر مجھے مل جائے تو میں تیرے کپڑے دھوؤں ۔ تیرے سر پہ کنگھی کر دوں ۔ اور تجھے شربت پلاؤں ۔ عشق الٰہی اور غلبۂ حال میں تھی ۔ اور وہ جذب و مستی کے عالم میں تھا ۔ اور دریائے وحدت میں گم ہو چکا تھا ۔ اور معرفتِ الٰہی اور عشق خداوندی کے سمندر میں غرق ہو چکا تھا ۔ اس لئے اس کی یہ ظاہری خطا خطا نہیں تھی ۔ یہ وہی لوگ ہیں جن کو صوفیا کرام سالک و مجذوب کہتے ہیں ۔ اور یہ وہی لوگ ہیں جو اپنی ہستی کو مٹا کر اور اپنی ذات و صفات کو عشق الٰہی میں فنا کر کے دریائے وحدت میں فنا ہو جاتے ہیں ۔ اور ایسے ہی لوگوں کے متعلق امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۱۴۶، مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۲۹ ۔ رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ ۔ کہ میری اُمت میں کچھ ایسے درویشانِ مست اور فقیرانِ بے نوا بھی ہوں گے جن کے لباس پھٹے ہوئے اور بال بکھرے ہوئے ہوں گے ۔ لوگ ان کو گالیاں دیں گے ۔ پتھر ماریں گے اور اپنے دروازوں سے ٹھکرائیں گے اور ان کی ظاہری کیفیت خستہ حال ہوگی ۔ مگر باطن میں وہ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوں گے اور بارگاہِ رب العزت میں اتنے مقبول ہوں گے ۔ کہ اگر وہ کسی بات پر قسم بھی کھا لیں گے تو خداوند تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کر دے گا ۔ یعنی اگر وہ قسم کھا لیں گے کہ کل بارش ہو گی تو خدا ضرور بارش برسا دے گا ۔ وہ قسم کھا لیں کہ فلاں کے گھر لڑکا پیدا ہو گا تو خدا لڑکا ہی عطا کرے گا ۔ اور اگر وہ جذب و مستی میں اَللّٰہ کہہ دیں تو پہاڑ پھٹ جائیں ۔ دریاؤں کی روانی تھم جائے ۔ آئی ہوئی موت ٹل جائے ۔ مُردے جی اٹھیں ۔ بیماروں کو شفا مل جائے ۔ دُکھیوں کے دُکھ دور ہو جائیں ۔ اور بلائیں دُور ہو جائیں ۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ مثنوی شریف میں لکھتے ہیں۔ کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے عہدِ خلافت میں ایک سارنگی بجانے والا تھا جو اپنی مسحورکن آواز اور سارنگی کی دلفریب لَے سے لوگوں کو خوش کر کے اپنی گذر اوقات کیا کرتا تھا۔ جب وہ بوڑھا ہوگیا اور اس کی آواز میں درد وسوز اور سارنگی بجانے میں وہ خوش نوائی نہ رہی۔ اور بے روزگاری سے ایک ایک ٹکڑے کا محتاج ہوگیا تو پھر اس نے بارگاہِ ربُ العزت میں عرض کی ۔ ؎

گفت عمر و مہلتم دادی بسے
لطف ہا کردی خدایا با خسے

کہ اے اللہ تونے مجھکو بہت عمر اور مہلت بخشی اور اس کمینہ کے ساتھ بہت ہی لطف وکرم فرمایا۔ یہاں تک کہ میں ستر سال تک برابر گناہ کرتا رہا۔ مگر تونے ایک دن بھی میری روزی کو بند نہ کیا۔ اور اب میں

نیست کسب امروز مہمانِ توام
چنگ بہرِ تو زنم کانِ توام

روزی کمانے کے قابل نہیں رہا ہوں۔ اس لئے آج میں تیرا مہمان ہوں۔ اور آج تک تو تیری مخلوق کو سارنگی سناتا رہا ہوں مگر آج تیرے لئے بجاتا ہوں اور تجھے سناتا ہوں۔ اتنا کہکر

چنگ را برداشت و شد اللہ جو
سوئے گورستانِ طیبہ آہ گو

اس نے سارنگی کو اٹھایا اور مدینہ پاک کے قبرستان کی طرف آہیں بھرتا ہوا چل دیا۔ اور یہ کہتا جاتا تھا کہ آج سارنگی بجانے کا انعام اپنے رب سے لوں گا۔ کیوں کہ وہی ناکارہ چیزوں اور گنہگاروں کو معاف کرنے والا اور قبول کرنے

والا ہے اور پھر اسنے بڑی دیر تک سارنگی بجائی۔ اور روتے روتے سارنگی کو سرہانے رکھکر ایک قبر پر گر پڑا۔

ادھر حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ تختِ خلافت پر بیٹھے ہوئے تھے۔ کہ

بانگ آمد عمر را کاے عمر
بندۂ ما را ز حاجت باز خر
بندۂ داریم خاص و محترم
سوئے گورستاں تو رنجہ کن قدم

کہ ان کے کانوں میں یہ آواز آئی کہ اے عمر اٹھو اور ہمارے ایک بندے کی حاجت کو پورا کرو۔ یہ بندہ ہمارا خاص اور مقبول بندہ ہے۔ فوراً اٹھو اور مدینہ پاک کے قبرستان میں جاؤ۔

اے عمرؓ برجہ ز بیت المال عام
ہفتصد دینار بر کف نہ تمام

اور اے عمرؓ اٹھو اور بیت المال عام سے سات سو دینار لے لو اور میرے اس مقبول بندے کو دے کر کہو۔ کہ تو ہمارا مقبول بندہ ہے۔ اور اس انعام کو قبول کر۔

پس حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اس صدائے غیبی سے چونک پڑے اور اس خدمت کو سرانجام دینے کے لئے سات سو دینار لے کر قبرستان کی طرف روانہ ہو گئے۔ اور وہاں جاکر انہوں نے دیکھا کہ قبرستان میں سوائے اس بوڑھے سارنگی بجانے والے کے اور کوئی بھی نہیں ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ حیران ہوئے کہ مجھے تو حق تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ میرا وہ بندہ میرا خاص و محترم ہے۔ بھلا یہ سارنگی بجانے والا بوڑھا کیسے برگزیدہ اور مقبول ہو سکتا ہے۔ لیکن حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ

پھر یہ سوچ کر کہ جب خداوند تعالیٰ اپنی رحمت و بخشش سے اپنے کسی بندے کو عزت عطا کر دے۔ تو کسی کو کیا عذر ہو سکتا ہے۔ اٹھے اور بعد ادب و نیاز اس بوڑھے کے پاس جا کر بیٹھ گئے۔ وہ محویت کے عالم میں دنیا و مافیہا سے بے خبر اپنے مالکِ حقیقی سے لو لگائے بیٹھا تھا۔ اور دریائے حیرت و استعجاب میں غوطے لگا رہا تھا۔ کہ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو چھینک آ گئی۔ وہ چھینک کی آواز سن کر چونک پڑا۔ اس نے حضرتِ عمر کو دیکھا تو ڈر کے مارے کانپنے لگا۔ اور ارادہ کیا کہ بھاگ جاؤں۔ تب حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اُسے دیکھا کہ وہ خوف کے مارے لرزہ براندام ہے۔ اور شرم سے منہ کو چھپائے ہوئے ہے۔ تو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ خوف مت کر اور مجھ سے مت بھاگ۔ کیونکہ میں تیرے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے بشارت و انعام لے کر آیا ہوں۔

حق سلامت میکند می پُرسدت

چونی از رنج و غمانِ بیحد ست

اور فرمایا کہ اللہ نے تجھکو سلام بھیجا ہے۔ اور پوچھا ہے کہ اس رنج و غم میں تیرا کیا حال ہے۔ اس بوڑھے سارنگی والے نے حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی زبان سے جب خداوند تعالیٰ کی اس رحمت و بخشش کی خوشخبری سُنی تو مارے شرم کے پانی پانی ہو گیا۔ اور سر بسجود ہو کر عرض کی۔

اے خدائے باعطائے با وفا

رحم کن بر عمر رفتہ در جفا

کہ اے میرے اللہ تو ہی اپنے گنہگار بندوں پر اپنی رحمت و بخشش کرنے والا ہے۔ اور اے میرے مالکِ حقیقی میری اس عمر پر رحم فرما جو تیری نافرمانی میں گزری ہے۔

اس سبق آموز قصے سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ خداوند تعالیٰ نہ ہماری ظاہری شان و شوکت کو دیکھتا ہے۔ اور نہ ہی ہمارے عارضی مال و متاع کو اور نہ ہی وہ ہمارے شاہانہ جاہ و جلال کو دیکھتا ہے اور نہ ہی تخت و تاج کو۔ البتہ وہ دیکھتا ہے تو ہمارے دلوں کی پاک نیتوں کو۔ ہمارے خلوص کو عجز و نیاز کو اور تواضع و انکساری کو۔ اور اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ کوئی انسان اگر عمر بھر گناہ و نافرمانی کرتا رہے۔ مگر آخری وقت بارگاہِ رب العزت میں سربسجود ہو کر ایک بار کہدے کہ مولا میں گنہگار رہوں۔ تو اس کی رحمت پکار اٹھتی ہے کہ گھبرا نہیں میں غفار ہوں۔

اگر وہ مالکِ حقیقی ستّر سال تک سارنگی بجانے والے ایک گویّے کو اس کے توبہ کرنے پر اس کو معاف کر کے اس پر اپنی رحمت و بخشش کے دروازے کھول سکتا ہے تو وہ یہ بھی کر سکتا ہے کہ ایک گنہگار کی توبہ قبول کر کے اس کے دل میں دین و ایمان کی شمع روشن کر دے۔ اور اس کے سینے میں اپنی محبت پیدا کر کے اس کی نگاہوں میں ایسا اثر پیدا کر دے کہ وہ جس طرف بھی دیکھے اس کی تقدیر بدل دے۔

ان دنوں اسلامی جمہوریہ پاکستان میں ضروریاتِ زندگی کی مہنگائی سے عوام بے حد پریشان ہیں۔ اور ہماری حکومت ملک کی اقتصادی و معاشی حالت کو بہتر بنانے کی سر توڑ کوشش کر رہی ہے۔ اور اپنے ملک کو خوراک کے مسئلے میں خود کفیل بنانے کے لئے ہر ممکن طریقے سے سعی کی جا رہی ہے۔ عوام جب غلے کی قلت کا سبب پوچھتے ہیں تو حکومت ان کو یہ کہکر ٹال دیتی ہے کہ چونکہ ملک میں مردم شماری بڑھتی جا رہی ہے۔ اس لئے غلّہ پورا نہیں ہو سکتا۔ اور اسی لئے خاندانی منصوبہ بندی یعنی ضبطِ تولید پہ کروڑوں روپے خرچ کئے جا رہے ہیں حالانکہ یہ سراسر غلط ہے۔ اور قوم سے مذاق ہے۔ اور عوام سے دھوکہ و فریب

ہے۔ اس لئے کہ قرآنِ پاک کا فیصلہ یہ ہے کہ :۔

وَلَا تَقْتُلُوْا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَاِيَّاهُمْ

کہ اے دنیا میں بسنے والے انسانوں اپنی اولاد کو رزق کی تنگی کے خوف سے قتل نہ کرو۔ اس لئے کہ تمہاری اولاد کے بھی رازق ہم ہیں۔ اور تمہارے بھی۔ قرآن پاک کے اس فیصلے کے باوجود بھی خاندانی منصوبہ بندی پر کروڑوں روپے خرچ کرنے کا مطلب پھر یہ ہؤا کہ ہماری حکومت اپنے پروردگار عالم اور رب العالمین کا اپنا رازق ہی تسلیم نہیں کرتی۔ اور اس خاندانی منصوبہ بندی کے ذریعے جو کہ عیاشی بدمعاشی کے لئے ایک چور دروازہ ہے۔ امتِ محمدیہ علیہ السلام میں کمی کرنے کی نا کوشش کر کے اپنے ملک کی دفاعی قوت کو کمزور کر رہی ہے۔

اس مہنگائی اور قلت کا سبب مردم شماری میں زیادتی نہیں ہے۔ بلکہ اس کا اصل سبب جو قرآنِ پاک نے بیان فرمایا ہے۔ وہ یہ ہے کہ وَمَنْ اَعْرَضَ عَنْ ذِكْرِيْ فَاِنَّ لَهٗ مَعِيْشَةً ضَنْكًا

ارشادِ باری تعالیٰ ہے کہ وہ قوم جو میرے ذکر سے غافل ہو جاتی ہے اور میرے ذکر سے روگردانی کرتی ہے۔ تو اس جرم کی سزا میں ہم اس قوم کی روزی تنگ کر دیتے ہیں۔ غلے کی قلت پیدا کر دیتے ہیں۔ اور ضروریاتِ زندگی میں گرانی پیدا کر دیتے ہیں۔

اور کیا یہ حقیقت نہیں ہے کہ ہم اللہ کے ذکر سے روگردانی کر چکے ہیں۔ اس کی یاد سے غافل ہو چکے ہیں۔ اور اس کا نام لینا چھوڑ چکے ہیں۔ اور اس کے قہر و غضب سے بے نیاز ہو چکے ہیں۔ کم تولنا اور کم ناپنا ہمارا شعار۔ تجارت میں دھوکا اور لین دین میں فریب۔ اشیائے خوردنی میں ملاوٹ۔ اور غلے کی ذخیرہ اندوزی۔ نہ غریبوں سے ہمدردی ہے اور نہ مفلسوں سے پیار۔ نہ یتیموں پر رحم ہے اور نہ محتاجوں پر شفقت یہ سب کچھ کیوں ہے؟ صرف اس لئے کہ ہم نفس پرست ہیں۔ اگر ہم آج بھی اپنے

ہوں سے توبہ کرلیں۔ اپنی بداعمالیوں کی معافی مانگ لیں۔غریبوں سے ہمدردی اور
وں سے پیار کرلیں۔ محتاجوں کا خیال رکھیں۔ اور مفلسوں کی دستگیری۔ اللہ کے قہر و غضب
سے ڈریں۔ اور دلوں میں خوفِ خدا پیدا کریں۔ اور یادِ خداوندی اور ذکرِ الٰہی میں محو ہوجائیں۔
اس کی رحمت کے دروازے آج بھی کھلے ہیں۔ اس کی بخشش آج بھی پکار رہی ہے۔ اس
کے لطف و کرم کا دریا آج بھی موجزن ہے۔ اور اس کی عنایت و بندہ پروری کا میدان
آج بھی وسیع ہے۔

غرضیکہ ذکرِ خدا نہ صرف یہ کہ طہارتِ قلب، تزکیۂ نفس اور صفائی دل پیدا کرتا
ہے۔ بلکہ اس میں ہر دُکھ کا علاج بھی ہے۔ اور ہر بیماری کی دوا بھی۔ اور رزق میں فراخی
کا سبب بھی ہے۔ اور روزی میں کشادگی کا ذریعہ بھی۔ اور یہ غریبوں کی غربت کا مداوا
بھی ہے اور مفلسوں کے افلاس کا چارا بھی۔ اور ملک و ملت کی اقتصادی الجھنوں کا
حال بھی ہے۔ اور معاشی مشکلات کا علاج بھی۔

اور ذکرِ الٰہی نہ صرف یہ کہ ہر دُکھ کا علاج۔ ہر درد کا مداوا۔ ہر مصیبت میں
کام آنے والا اور اقتصادی و معاشی مشکلات کا حل ہے۔ بلکہ روح کی غذا اور
بے قرار دل کا چین بھی۔ اور قلب و نظر کا سرور بھی ہے۔ اور جان و جگر کی راحت
بھی۔

امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کے فرمان کے مطابق کلمہ طیبہ یعنی
لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللہِ صلی اللہ علیہ وسلم تمام اذکار سے افضل
ہے۔ اس لئے کہ اس سے طہارتِ قلب و نظر، تزکیۂ نفس و جگر، صفائی دل اور
عفتِ نگاہ پیدا ہوکر حسد و بغض۔ کینہ و کدورت اور عداوت و نفرت کے
وہ تمام عوارضاتِ قبیحہ دور ہوجاتے ہیں۔ جو ایک مردِ مومن کے لئے حقیقت و
معرفت کی منزل تک پہنچنے کے لئے حجاب بن جاتے ہیں۔ اور جب کوئی مردِ مومن

اللہ تعالیٰ کے ذکرِ پاک کی کثرت سے گناہ و معصیت کے تمام خطرات کو ٹھکرا کر محویت کے عالم میں گم ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کا قلب بھی جاری ہو جاتا ہے، اور پھر اس کی زبان ہی نہیں بلکہ اس کے بدن کے ہر ایک بال سے اللہ اللہ کی صدا آنے لگتی ہے۔ اور اس کی نس نس اللہ ھو پکارنے لگتی ہے اور اس کے ہر سانس سے بُوئے یار آنے لگتی ہے۔

میرے مُرشدِ لاثانیؒ نے مجھے توبہ کرا کے اور اپنے دامنِ پناہ میں لینے کے بعد مغرب کی نماز کے بعد ایک سو دفعہ کلمہ طیبہ پڑھنے کی تلقین فرمائی تھی۔

سید المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:۔

كَلِمَتَانِ خَفِيْفَتَانِ عَلَى اللِّسَانِ وَثَقِيْلَتَانِ عَلَى الْمِيْزَانِ ـ

کہ دو کلمے ایسے ہیں جو پڑھتے وقت زبان پر تو آسان ہیں۔ مگر قیامت کے دن میزان پر بہت بھاری ہوں گے۔ وہ کلمے یہ ہیں:۔

سُبْحَانَ اللّٰهِ وَبِحَمْدِهٖ وَسُبْحَانَ اللّٰهِ الْعَظِيْمِ ـ

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقامِ دل

وہ میرا رونقِ محفل کہاں ہے
میری بجلی میرا حاصل کہاں ہے
مقام اس کا ہے دل کی خلوتوں میں
خدا جانے مقامِ دل کہاں ہے

قرآن و حدیث کی روشنی میں یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ذکرِ الٰہی اور یادِ خداوندی سے انسان کا دل پاک وصاف ہو جاتا ہے۔ اور انسان کے دل سے بغض و حسد کا غبار مٹ جاتا ہے۔ اس کی آنکھوں سے غفلت وشقاوت کے پردے اُٹھ جاتے ہیں۔ ضلالت وگمراہی کے اندھیرے دور ہو جاتے ہیں۔ فسق وفجور کی گرد اڑ جاتی ہے۔ بدی و نافرمانی کی تاریکیاں مٹ جاتی ہیں۔ اور خواہشاتِ نفسانی اور حرص و ہوا کے تمام دروازے بند ہو جاتے ہیں۔ اور جب کسی انسان کے دل سے یہ تمام عوارضِ گناہ ومعصیت مٹ جاتے ہیں۔ تو پھر اس کا دل نورِ دین و ایمان سے منور ہو جاتا ہے۔ اس کے سینے میں حقیقت و معرفت کی شمع روشن ہو جاتی ہے۔ اس کے اندر ایقان و عرفان کے چراغ جل اُٹھتے ہیں۔ اور پھر اس کا دل تجلیاتِ الٰہی کا مرکز بن جاتا ہے۔

کسی انسان کے ایمان وکفر کا دارومدار بھی زبان و دل پہ ہے۔ زبان اقرار کرتی ہے۔ اور دل اس کی تصدیق کرتا ہے۔ اسی لئے تو خداوند تعالیٰ نے کافروں کے حق میں فرمادیا ہے:۔ خَتَمَ اللّٰہُ عَلٰی قُلُوْبِھِمْ کہ اللہ تعالیٰ نے ان کافروں کے

دلوں پر مہریں لگا دی ہیں۔ کہ اب کوئی حق بات ان کے دلوں میں نہیں جاتی۔ اور مومنوں کے حق میں فرمایا اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِیْنَ اِذَا ذُکِرَ اللّٰہُ وَجِلَتْ قُلُوْبُھُمْ کہ ایمان والوں کے پاس جب اللہ کا ذکر ہوتا ہے تو اُن کے دلوں پر ایک وجدانی کیفیت طاری ہو جاتی ہے۔ اور وہ خوفِ الٰہی سے کانپ اٹھتے ہیں۔ اور محبتِ خداوندی میں تڑپ جاتے ہیں۔ اور پھر ارشادِ باری تعالیٰ ہے۔ یَوْمَ لَا یَنْفَعُ مَالٌ وَّلَا بَنُوْنَ اِلَّا مَنْ اَتَی اللّٰہَ بِقَلْبٍ سَلِیْمٍ۔ کہ قیامت کے دن کسی کا مال و دولت اور بال بچے کام نہیں آئیں گے۔ مگر اس عرصۂ محشر میں وہی نجات پائے گا جو قلبِ سلیم لے کر آئے گا۔ اور قلبِ سلیم وہی دل ہے جو حسد و بغض، حرص و ہوا، گناہ و معصیت، طمع و لالچ اور خواہشاتِ نفسانی سے پاک ہو۔ محبتِ خداوندی سے بھرپور۔ اور عشقِ مصطفٰے علیہ السلام سے لبریز ہو۔ نورِ دین و ایمان سے منوّر ہو۔

غرضیکہ قرآن و حدیث میں انسان کے دل کی مختلف کیفیات بیان کی گئی ہیں یعنی کہ ایمان و کفر کا مرکز بھی دل ہے۔ نیکی و بدی کا سرچشمہ بھی دل ہے۔ حق و باطل کا مخزن بھی دل ہے۔ اور عشق و محبّت کا منبع بھی یہی ہے۔ اور نفرت و عداوت کی کان بھی یہی ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ بقولِ رومی

از ہزاراں کعبہ یک دل بہتر است

کہ لاکھوں کعبہ سے انسان کا ایک دل بہتر ہے۔ کیوں؟ اس لیے کہ

دل گذرگاہِ خلیل آذر است

فِیْ اَنْفُسِکُمْ۔ کہ دلِ انسان اللہ کی گذرگاہ ہے۔ اور وہ خود فرماتا ہے کہ میں تمہارے اندر ہوں۔ اور بقول درویشِ لاہوری

در دلِ مسلم مقامِ مصطفٰے است

اَلنَّبِیُّ اَوْلٰی بِالْمُؤْمِنِیْنَ مِنْ اَنْفُسِھِمْ کہ ہر مسلمان کے دل میں کملی والے

آقا صلی اللہ علیہ وسلم کا مقام ہے۔ عشق کا مقام بھی دل ہے۔ اور عقل کا مقام بھی دل،
لیکن عشق والا دل مقبول ہے اور عقل والا دل مردود۔

عشق والا دل پاک وصاف ہے۔ اور عقل والا دل خبیث و پلید۔ عشق والا دل
اپنے محبوبِ حقیقی کی ہر ادا سے پیار کر کے اس کے قدموں میں اپنا سرِ نیاز جھکا
دیتا ہے۔ اور عقل والا دل انگلی کے اشارے سے چاند کے دو ٹکڑے ہوتے
دیکھکر انکار کر کے اکڑ جاتا ہے۔ عشق والا دل غارِ ثور میں زہریلے سانپ کے ڈنک
پر ڈنگ کھاتا ہے اور جنبش تک نہیں کرتا کہ کہیں محبوب پاک کے آرام میں خلل نہ آ
جائے اور عقل والا دل اپنی مٹھی میں کنکروں سے کلمہ پڑھنے کی آواز سن کر بھی نہیں مانتا۔
عشق والا دل کربلا کے تپتے ہوئے میدان میں اپنے محبوبِ حقیقی کی رضا پر اپنے بچے قربان
کر کے خود بھی نیزے پر چڑھ جاتا ہے۔ اور عقل والا دل قربان ہونے والے پر تنقید
کر کے دنیا و آخرت کی لعنت خرید لیتا ہے۔ درویش لاہوری کہتا ہے۔ ؎

صبحِ ازل مجھ سے کہا ہے یہ جبرائیل نے
جو عقل کا غلام ہو دل نہ کر قبول

غرضیکہ عشق والے دل میں نور ہوتا ہے۔ اور عقل والے دل میں فتور! اور عشق
حضور ہوتا ہے اور عقل والا دل دور۔

پارہ ۲۳۔ سورۃ زمر۔ آیت ۲۲ - ۲۳

أَفَمَنْ شَرَحَ اللَّهُ صَدْرَهُ لِلْإِسْلَامِ فَهُوَ عَلَىٰ نُورٍ مِّن رَّبِّهِ ۚ
فَوَيْلٌ لِّلْقَاسِيَةِ قُلُوبُهُم مِّن ذِكْرِ اللَّهِ ۚ أُولَٰئِكَ فِي ضَلَالٍ مُّبِينٍ ۔

بھلا جس کا سینہ اللہ تعالیٰ نے اسلام کے لئے کھول دیا ہو وہ اپنے رب کی طرف سے
اجالے میں ہے۔ اور خرابی اور ہلاکت ہے ان لوگوں کی جن کے دل اللہ کی یاد کرنے پر
سخت ہیں یعنی وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے۔ اور وہی لوگ ہیں کھلی گمراہی میں۔

یہ تو کفار و مشرکین کے متعلق ہے۔ کہ ان کے دل ان کے کفر و شرک اور گناہ و معصیت کی وجہ سے اتنے سخت ہو چکے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کا ذکر نہیں کرتے۔ اور ایمان والوں کے متعلق ارشاد فرمایا۔

تقشعر منہ جلود الذین یخشون ربھم ثم تلین جلودھم وقلوبھم الی ذکر اللہ۔

اور جن کے دل اللہ کے خوف سے ڈرتے ہیں ان کی حالت تو یہ ہے کہ ان کی کھالوں کے بال کھڑے ہو جاتے ہیں۔ اور ان کے جسم کی کھالیں اور ان کے دل اللہ کی یاد پر نرم ہو جاتے ہیں۔

قرآن پاک کی اسی آیت پر غور کرو کہ خداوند تعالیٰ نے کس انداز سے مومنوں اور کافروں کے دلوں کی کیفیت کو بیان فرمایا ہے۔ یعنی ایمان و کفر دل کی نرمی و سختی پر بھی موقوف ہے یعنی کہ مومن کا دل نرم اور کافر کا دل سخت ہوتا ہے۔ ایک دوسری آیت میں بھی کافروں کے دلوں کو پتھروں سے بھی سخت کہا گیا ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص۱۹۹ بخاری شریف

حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا

الشَّیْطَانُ جَاثِمٌ عَلٰی قَلْبِ اِبْنِ اٰدَمَ فَاِذَا ذَکَرَ اللّٰہَ خَنَسَ وَاِذَا غَفَلَ وَسْوَسَ۔

کہ شیطان ہر وقت ہر انسان کے دل میں بیٹھا رہتا ہے۔ اور جب انسان اللہ تعالیٰ کا ذکر کرتا ہے تو وہ دوڑ جاتا ہے۔ اور جب انسان اللہ کے ذکر سے غافل ہو جاتا ہے تو شیطان وسوسے ڈال کر اس کو گمراہ کرنے کی کوشش کرتا ہے۔

مشکوٰۃ شریف ص۲۰۴، حضرت ابوھریرہ رضی اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا:۔

إِنَّ الْمُؤْمِنَ إِذَا أَذْنَبَ كَانَتْ نُكْتَةٌ سَوْدَاءُ فِي قَلْبِهِ فَإِنْ تَابَ
وَاسْتَغْفَرَ صَقَلَ قَلْبُهُ وَإِنْ زَادَ حَتَّى تَعْلُوَ قَلْبَهُ

کہ جب کوئی مسلمان گناہ کرتا ہے۔ تو اس کے دل پر ایک سیاہ نقطہ آ جاتا ہے اور پھر اگر وہ توبہ و استغفار کر لیتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ اس کے دل سے مٹ جاتا ہے۔ اور اگر وہ زیادہ گناہ کرتا رہتا ہے تو وہ سیاہ نقطہ بھی زیادہ ہوتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے دل کو ڈھانپ لیتا ہے۔

دل محرم بھی ہے اور مُجرم بھی ــــ اگر نقطہ آگیا تو مُجرم۔ اگر نقطہ نہ آیا محرم۔ مجرم کے لئے سزا ہے۔ اور محرم کے لئے انعام ہے۔ مجرم سے پردہ ہوتا ہے۔ اور محرم سے کوئی پردہ نہیں ہوتا۔ مجرم کے لئے قید خانہ ہے۔ اور محرم کے لئے دوزخ سے بھی رہائی ہے۔ دل عین بھی ہے اور غین بھی۔ نقطہ آگیا تو غین ہے۔ نقطہ مٹ گیا تو عین ہے۔

مولانا رومی رحمۃ اللہ علیہ طہارتِ قلب۔ تزکیۂ نفس اور صفائی دل کی ایک مثال دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

چینیاں گفتند ما نقاش تر
رومیاں گفتند ما را کرّ و فر

کہ ایک دفعہ چینیوں اور رومیوں میں مقابلہ ہو گیا۔ چینی کہتے تھے کہ نقش و نگاری میں ہم ماہر ہیں۔ اور رومی کہتے تھے کہ اس فن میں ہم جیسا کوئی نہیں ہے۔ بادشاہِ وقت نے دونوں کا امتحان لیا۔ اور حکم دیا کہ اپنے اپنے فن کا کمال دکھاؤ۔ چینیوں نے بادشاہ سے سینکڑوں قسم کے رنگ و روغن طلب کئے۔ اور پھر بادشاہِ وقت نے رومیوں سے پوچھا کہ تمہیں بھی جس چیز کی ضرورت ہو بتلاؤ۔ تاکہ تمہیں بھی دے دی جائے۔
رومیاں گفتند نے نقش و نے رنگ ∴ درخور آید کار را ۔۔۔

تو رومیوں نے جواب دیا کہ ہمیں کسی رنگ و روغن کی ضرورت نہیں ہے۔ ہم تو صرف زنگ و میل دُور کریں گے۔ چنانچہ چینی اور رومی دو دیواروں پر اپنے اپنے فن کا کمال دکھانے لگے۔ درمیان میں ایک پردہ لٹکا دیا تھا۔ چینی تو دیوار پر نقش و نگار کرنے لگے اور رومی دیوار کو صیقل و صاف کرنے لگے۔ اور اتنا صاف و صیقل کیا کہ دیوار شیشے کی طرح چمکنے لگی۔ جب دونوں اپنے اپنے کام سے فارغ ہو گئے۔ تو بادشاہِ وقت دیکھنے کے لئے آیا۔ پہلے چینیوں کے فن کو دیکھا تو ان کی نقاشی و گلکاری دیکھ کر بہت ہی خوش ہوا۔ پھر رومیوں کی طرف آیا۔ تو انہوں نے درمیان سے پردہ اٹھا دیا۔ بس پھر کیا تھا۔

ہرچہ آنجا دید اینجا بہ نمود

کہ جو کچھ چینیوں کی دیوار پر دیکھا تھا۔ اس سے بہتر اور خوبصورت رومیوں کی دیوار پر دیکھا۔

مولانا فرماتے ہیں کہ اے مسلمان تو بھی اپنے دل کو اللہ کے ذکر سے اس قدر صیقل و صاف کر لے کہ وہ شیشے کی طرح چمکنے لگے۔ اور حرص و ہوا اور خواہشات نفسانی کا غبار مٹ جائے۔ فسق و فجور کے اندھیرے دُور ہو جائیں۔ گناہ و معصیت کی سیاہی دُھل جائے۔ ضلالت و گمراہی کے بادل چھٹ جائیں۔ اور باطنی حجابات اُٹھ جائیں۔ اور تیرا دل بھی رومیوں کی اس دیوار کی طرح معرفتِ الٰہی کا آئینہ بن جائے۔ انوار و تجلیاتِ خداوندی کا مرکز بن جائے۔ اور پھر ساری کائنات تیرے اندر سما جائے اور پھر تو جدھر بھی دیکھے تجھے جلوۂ حُسنِ یار نظر آئے۔

جب کسی کا دل ذکرِ الٰہی سے پاک و صاف ہو کر آئینے کی طرح روشن ہو جاتا ہے۔ تو پھر اس کی کوئی حد نہیں رہتی۔ پھر وہ نورِ ایمان اور معرفت کی روشنی سے زمین و سما کو اپنی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ فرش و عرش کا مشاہدہ کرتا ہے۔ لوح و قلم اس ... اور چودہ طبق اس کی نظر میں۔ درویشِ لاہوری کا فرمودہ ہے کہ

مقام کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے ؎

کافر کی یہ پہچان کہ آفاق میں گُم ہے
مومن کی یہ پہچان کہ گم اس میں ہے آفاق

کہ کافر وہ ہے جو کائینات میں بھٹکتا پھرتا ہے۔ اور اسے صحیح راستہ نظر نہیں آتا۔ اور مومن وہ ہے جس کے اندر ساری کائینات ہے۔ مومن کے اسی مقام کے متعلق نبیٔ کریم علیہ السلام نے فرمایا اِتَّقُوْ فِرَاسَۃِ الْمُؤْمِنِ فَاِنَّہٗ یَنْظُرُ بِنُوْرِ اللّٰہِ کہ مومن کی فراست سے ڈرتے رہو اس لئے کہ وہ اللہ کے نور سے کائنات کی ہر چیز کو دیکھتا ہے۔ اور یہی مقام ہے جہاں پر شہنشاہِ بغداد پکار اُٹھتے ہیں

نَظَرْتُ اِلٰی بِلَادِ اللّٰہِ جَمْعًا
کَخَرْدَلَۃٍ عَلٰی حُکْمِ اتِّصَالِیْ

کہ میں رُوئے زمین کے تمام شہروں کو اس طرح دیکھتا ہوں جیسے مُٹھی میں رائی کے ایک دانے کو۔ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مردِ مومن کے اسی مقام کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں ؎

گفت پیغمبر صباحے زید را
کَیْفَ اَصْبَحْتَ اے رفیقِ باصفا

ایک صبح امام الانبیاء علیہ السلام نے اپنے غلام حضرتِ زید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے پوچھا کہ آج رات تو نے کیسے گذاری۔ تو حضرتِ زید نے جواب دیا ؎

گفت تشنہ بودہ ام من روز ہا
شب نہ خفتم زعشق و سوز ہا

اے کملی والے آقا سارا دن تو میں روزے سے رہا اور ساری رات تیرے عشق کی آگ میں جلتا رہا۔ تو نبی کریم علیہ السلام نے پھر پوچھا کہ اس کے صلے میں تجھ کو

انعام ملا ہے وہ بھی بیان کر، تو حضرت زید نے عرض کی۔

گفت خلقاں چوں بہ بینند آسماں
من ببینم عرش را با عرشیاں

کہ اے بندہ ایک محبوب علیہ السلام دنیا والے جس طرح آسمان کو بے پردہ دیکھتے ہیں میں نے اس طرح عرش اور عرش والوں کو بے حجاب دیکھا ہے۔ اور

ہشت جنت ہفت دوزخ پیش من

اور آٹھوں بہشت اور ساتوں دوزخ بھی دیکھے ہیں۔ — اور

کے بہشتی کیست وبیگانہ کے ست

پھر میں نے یہ بھی دیکھ لیا ہے کہ جنتی کون ہے اور دوزخی کون ہے۔

وا نمائیم حوضِ کوثر را بجوش

اور میں نے حوضِ کوثر کو ٹھاٹھیں مارتا ہوا بھی دیکھا ہے۔ — اور

یا رسول اللہ بگویم سرِ حشر

اور یا رسول اللہ علیہ السلام اگر اجازت دو تو ابھی روزِ حشر کے تمام حالات بتا دوں۔

لب گزیدش مصطفٰے یعنی کہ بس

لیکن حضور علیہ السلام نے حضرت زیدؓ کو منع فرما دیا۔
اسی لیئے علامہ اقبالؒ کہتے ہیں

دلِ مردہ دل نہیں ہے اسے زندہ کر دوبارہ
کہ یہی ہے امتوں کے مرضِ کہن کا چارہ

کہ اے مسلمان تو اپنے مردہ دل کو ذکرِ الٰہی سے پھر زندہ کر اس لئے کہ مردہ دل کوئی دل نہیں ہے۔ کیونکہ دل کی زندگی میں ہی ساری قوم کی زندگی ہے۔ اس میں

ہی امتِ مسلمہ کی مشکلکشائی ہے۔ اس میں ہی مسلمانوں کے دکھوں کا علاج ہے۔ اس میں ہی ملتِ اسلامیہ کی راہنمائی ہے۔ اسی سے ہی حق و صداقت کی راہ ملتی ہے اسی سے ہی نیکی و پاک دامنی کے چراغ جلتے ہیں۔ اسی سے ہی حق پرستی کی شمع روشن ہوتی ہے۔ اور اسی سے ہی رشد و ہدایت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور پھر علامہ اقبال مرحوم بارگاہِ رب العزت میں التجا کرتا ہے۔ کہ اے خالق کائنات ؎

دِلوں کو مرکزِ مہر و وفا کر
حریمِ کبریا سے آشنا کر

اور پھر وہ مسلمان کو خطاب کر کے کہتا ہے۔ کہ :۔

اپنے مَن میں ڈوب کر پا جا سُراغِ زندگی
تُو اگر میرا نہیں بنتا، نہ بن ! اپنا تو بن

اِسلئے کہ :۔

مَن کی دُنیا ہاتھ آ جائے تو پھر جاتی نہیں
تَن کی دنیا چھاؤں ہے، آتا ہے دھن جاتا ہے دھن

کہ اے مسلمان یہ دُنیا کا ساز و سامان۔ مال و دولت، عیش و عشرت، اور شان و شوکت تو ایک عارضی اور فانی چیز ہے۔ اور تیرے تن کی دنیا ہے جو کبھی آ جاتی ہے اور کبھی چلی جاتی ہے۔ مگر من کی دنیا یعنی دل میں عشقِ مصطفےٰ علیہ السلام کی دنیا درد و سوز کی دنیا اور کیف و مستی کی دنیا جب کسی کو حاصل ہو جاتی ہے تو پھر جاتی نہیں ہے۔ مٹتی نہیں ہے۔ اور فنا ہوتی نہیں ہے۔ اور پھر وہ مردِ قلندر دل کی کیفیت کو بیان کرتے ہوئے کہتا ہے کہ ؎

دلِ بیدار فاروقی دلِ بیدار کراری
مسِ آدم کے حق میں کیمیا ہے دل کی بیداری

کہ اے مسلمان تیرا دل اگر زندہ و بیدار ہو جائے۔ تو پھر وہ دل عمر فاروقؓ اور حیدرِ کرار کا دل ہو جائے گا۔ جس کی بدولت تو اس خطۂ ارضی سے کفر و شرک کو مٹا کر توحید و رسالت کے ڈنکے بجا سکتا ہے۔ اس جہان سے فسق و فجور کو نیست و نابود کر کے حق و صداقت کا پرچم لہرا سکتا ہے۔ دنیا سے ظلم و ستم کے اندھیروں کو دور کر کے عدل و انصاف کے چراغ جلا سکتا ہے۔ سوکھے ہوئے دریائے نیل کو ایک پیغام سے چلا سکتا ہے۔ اور خیبر کے قلعے کو اپنے دل کی روحانی قوت سے ہلا سکتا ہے:

الغرض اللہ کے ذکر سے دل و نگاہ کو پاک و صاف کرنا یہ فقر و درویشی کی پہلی منزل ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مقاماتِ اولیاء

قرآنِ پاک کے مطالعہ سے یہ حقیقت روزِ روشن کی طرح عیاں ہو جاتی ہے۔ کہ حق و باطل - ایمان و کفر - نور و ظلمت - توحید و شرک نیکی و بدی اور اعمالِ صالحہ اور اعمالِ سیئہ کے اختلاف کے لحاظ سے دو متضاد و مخالف گروہ اس دنیا میں ہمیشہ سے چلے آئے ہیں - اور قیامت تک رہیں گے ۔ اور جب بھی کبھی اس خطۂ ارضی پر حق و باطل کی جنگ نیکی و بدی کی لڑائی اور نور و ظلمت کا تصادم ہوتا ہے۔ تو انہیں دو جماعتوں کی قطاریں لشکروں کی صورت میں ایک دوسرے کے مقابل صف آرا ہوتی ہیں۔

اور قرآنِ پاک نے ان دونوں گروہوں کا ذکر مختلف ناموں سے کیا ہے اور جا بجا ان کے آثار و علائم ، خواص و اعمال ، طریقِ کار اور طرزِ عمل کی تشریح کی ہے۔

قرآنِ پاک نے کئی مقامات پر ایک ایسی جماعت کا ذکر کیا ہے۔ جس کے دلوں میں نورِ معرفت ، سینوں میں محبتِ خدا اور عشقِ مصطفےٰ اور آنکھوں میں شرابِ وحدت کی مستی ہوتی ہے ۔ اور وہ اپنی تمام بشری قوتوں کو حق و صداقت اور رشد و ہدایت کے لئے ہر وقت اور ہر حالت میں مستعد رکھتی ہے - اور وہ ہمیشہ احکام الٰہی اور شریعتِ مصطفےٰ علیہ السلام کی پابند رہتی ہے - اور وہ دنیا کے ہر رشتے سے منہ موڑ کر صرف خدا اور رسول سے محبت کرتی ہے - اور اسی مقدس جماعت کو اللہ تعالیٰ نے اپنا دوست بنا لیا ہے - اور اسی نورانی و روحانی جماعت کو خداوند کریم نے اَوْلِیَاءُ اللّٰہ

کے پیارے لقب سے پکارا ہے۔ اور پھر اسی مقدس جماعت کو کبھی صالحین کا خطاب دیتا ہے۔ اور کبھی متقین کا کہیں اس گروہ کو مخلص کہکر پکارتا اور کہیں عباد الرحمٰن کہکر بلاتا ہے۔ اور کہیں اس جماعت کو حزب اللہ کا لقب دے کر آداز یں دیتا ہے۔ اور کہیں اصحاب الیمین سے خطاب کرتا ہے۔ اور یہی وہ جماعت ہے جس کا ایک ایک فرد اپنے اپنے مقام پر بیٹھا مخلوقِ خدا کو اپنے ظاہری و باطنی فیوض و برکات سے مستفیض کرتا رہتا ہے۔ اور تشنگانِ راہِ حقیقت و معرفت کو اپنے چشمۂ روحانیت سے پیالے بھر بھر کر پلاتا رہتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے ان بندوں کو جو ضلالت و گمراہی کے اندھیروں میں صحیح راستے سے بھٹک چکے ہوں۔ رُشد و ھدایت کے چراغ جلاکر ان کو سیدھی راہ دکھاتا رہتا ہے۔ اور ذکرِ الٰہی یادِ خداوندی اور عشقِ مصطفےٰ علیہ السّلام سے بیگانے انسانوں کے دلوں میں اپنے جذب و مستی اور اللہ ھُو کی ضرب قلندری سے محبتِ الٰہیہ اور عشقِ رسول علیہ السلام کی ایک ایسی شمع روشن بھی کر دیتا ہے کہ جو فسق و فجور اور فتنہ و فساد کی آندھیوں سے بھی نہیں بجھتی۔

اور اس مقدس جماعت کے مقابلے میں قرآنِ پاک نے ایک دوسری جماعت کا ذکر بھی اکثر مقامات پر کیا ہے۔ جو اپنے اعمال و افعال۔ طرزِ عمل اور طریقِ کار اور خواص و آثار کے لحاظ سے اس روحانی جماعت سے بالکل مختلف ہے۔ اور یہ وہی شیطانی جماعت ہے۔ جو ہمیشہ حق و صداقت کی مخالفت۔ شریعتِ مصطفےٰ علیہ السلام سے بغاوت اور احکامِ خداوندی کی بے حُرمتی کرتی رہتی ہے۔ اور اس منحوس جماعت کے ایک ایک فرد کے دل و دماغ میں فتنہ و فساد اور فسق و فجور کے سوا اور کچھ بھی نہیں ہوتا۔ اور خدا کے بندوں کو سیدھی راہ سے ہٹا کر گمراہ کرتا رہتا ہے۔ اور اللہ کے ہر حکم کی خلاف ورزی اور ہر نیکی سے عداوت رکھتا ہے۔ یہی وہ جماعت ہے جس کو قرآن پاک نے اَوْلِیَآءُ الشَّیْطٰن سے تعبیر کیا ہے۔ اور پھر اسی منحوس جماعت کو حِزْبُ الشَّیْطَان

بھی کہتا ہے اور اَصۡحٰبُ النَّار بھی۔ اور کبھی اس جماعت کو فاسِقُوۡن کہہ کر پکارتا ہے۔ اور کبھی اَصۡحٰبُ الشِّمَال کا ذلت آمیز لقب دیتا ہے۔

میں نے اپنی اس کتاب "**مقاماتِ اولیاء**" میں انہیں دو جماعتوں کا قرآن و حدیث کی روشنی میں تجزیہ کر کے دونوں جماعتوں کے اعمال و افعال۔ خواص و آثار طریق کار اور طرزِ عمل کی تشریح و وضاحت کر کے ان کی جان پہچان کرائی ہے۔ تاکہ مسلمان حق و باطل میں تمیز کر کے۔ نیک و بد کی پہچان کر کے حُسن و قبح میں امتیاز کر کے اچھے اور بُرے کو سمجھ کر اور صحیح اور غلط عقیدے کو پرکھ کر اپنی عاقبت سنوارنے اور آخرت میں خدا تعالیٰ کی رحمت و بخشش اور کملی والے آقا علیہ السلام کی شفاعت کے حق دار بننے کی کوشش کریں۔ اور قرآن و حدیث کی روشنی میں اولیاء اللہ کی شانِ پاک کو دیکھ کر اپنے دامن کو کسی مردِ کامل سے وابستہ کر کے اپنے لئے وسیلۂ نجات بنالیں اور اپنے دلوں میں اولیائے کرام کی محبت و عقیدت پیدا کر کے قیامت کے دن اپنے آپ کو دوزخ کی آگ سے بچالیں اور اولیاء اللہ کے گستاخ مولویوں اور بے ادب واعظوں کی پھیلائی ہوئی بدعقیدگی کے سمندر کی طوفانی موجوں میں ڈگمگاتی ہوئی اپنی کشتیٔ حیات کو کسی مردِ کامل کے دامن کو تھام کر صحیح و سلامت کنارے پر لے جائیں۔

پارہ ۱۱۔ سورۃ یونس - آیت نمبر ۶۲ - ۶۳

اَلَآ اِنَّ اَوۡلِیَآءَ اللّٰہِ لَا خَوۡفٌ عَلَیۡہِمۡ وَ لَا ہُمۡ یَحۡزَنُوۡنَ ۚ

خبردار! تحقیق وہ لوگ جو اللہ تعالیٰ کے دوست۔ ساتھی اور پیارے ہیں۔ اُن کو نہ کوئی خوف اور نہ کوئی حزن و غم!

اللہ تعالیٰ نے اس آیت پاک میں اپنے ولیوں یعنی اپنے دوستوں، ساتھیوں اور مقبول بندوں کی شانِ پاک کو بیان فرما کر جہاں باادب عقیدت مندوں اور نیاز مندوں اور خوش عقیدہ سُنّیوں کے دلوں کو نورِ معرفت سے منوّر کیا ہے۔ وہاں گستاخ، بے ادب اور بدعقیدہ لوگوں کو ضلالت و گمراہی کے اندھیروں سے نکالنے کے لئے ایک شمع بھی جلائی ہے۔ اور یہ آیت پاک خوش عقیدہ سُنّیوں کے لئے باعث

راحتِ دل و جاں اور حاصلِ روحانیت ہے۔ اور بدعقیدہ لوگوں کے لیئے تازیانہ عبرت! آیت پاک میں خداوند تعالیٰ کے اندازِ بیان کو دیکھو۔ غور کرو اور سمجھو کہ پہلے ایک ایسا حرب اَلَآ لایا گیا ہے جو تنبیہہ کے لئے آتا ہے یعنی کسی سوئے ہوئے کو جگانے کے لیئے آتا ہے۔ اور کسی کو عبرت دلانے کے لئے بولا جاتا ہے۔

بلاتشبیہہ و مثال! ہم ہر رات کو دیکھتے اور سنتے ہیں۔ کہ جب مخلوقِ خدا سوجاتی ہے۔ تو ایک چوکیدار رات کی تاریکی میں شہر کے محلہ محلہ میں بازار بازار میں اور گلی گلی میں آوازیں دیتا ہے۔ کہ خبردار! —— جاگو —— اس آواز سے اس چوکیدار کا مطلب یہ ہوتا ہے۔ کہ اے سونے والو ہوش کرو اور جاگو کہیں ایسا نہ ہو کہ تمہاری خوابِ غفلت سے فائدہ اٹھا کر کوئی چور اور ڈاکو تمہارا سامان لوٹ لے۔ اس لئے جاگو اور اپنے سامان کے چوروں سے بچو۔ خداوند کریم بھی قرآنِ پاک میں پکار پکار کر آوازیں دے رہا ہے۔ کہ خبردار! ایمان والو جاگو۔ اور سنیوں ہوش کرو کہ کہیں تمہاری غفلت کی وجہ سے ایمان کے چور اور ڈاکو تمہارا ایمان نہ لوٹ لیں۔ اس لئے جاگو اور اپنے ایمان کے ڈاکوؤں سے بچو!

اور اسی آیت پاک کے دوسرے رُخ کو دیکھا جائے۔ تو یہ بدعقیدہ لوگوں کے لیئے ایک تازیانہ عبرت بھی ہے۔ کہ اے میرے ولیوں اور میرے مقبول بندوں کی مخالفت کرنے والو۔ اور ان کی شانِ پاک میں گستاخیاں کرنے والو۔ اور میرے ولیوں سے محبت و عقیدت رکھنے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے والو...... خبردار!

ہماری گلی میں ایک دفعہ دو لڑکے آپس میں لڑ پڑے۔ گلی والے اکٹھے ہو گئے۔ پتہ کرنے پر معلوم ہوا۔ کہ لڑائی کا سبب شیشے کی ایک دوات ہے۔ ایک کہتا تھا کہ دوات میری ہے۔ اور اس نے میرے بستے سے چرائی ہے۔ دوسرا کہتا تھا کہ میں نے کل فلاں دوکان سے خریدی ہے۔ ابھی یہ فیصلہ ہو ہی رہا تھا کہ دوات کس کو دی جائے کہ اتنے میں ایک لڑکے کا باپ باہر سے آ گیا۔ اور آتے ہی دوسرے لڑکے کا کان پکڑ کر کہنے لگا خبردار! —— جو پھر کبھی میرے لڑکے کو ہاتھ لگایا تو ——

حق پرستوں اور باطل پرستوں میں اور خوش عقیدہ اور بدعقیدہ لوگوں میں اولیا
اللہ کے متعلق لڑائی ہو رہی ہے - اور یہ فیصلہ تو خدا جانے کب ہوگا کہ سچا کون ہے اور
جھوٹا کون ہے۔ مگر فی الحال اتنا تو ضرور ہے کہ خداوند تعالیٰ حق پرستوں کے ساتھ
لڑنے والے باطل پرستوں کو اور خوش عقیدہ لوگوں سے اولیاء اللہ کے بارے
میں جنگ کرنے والے بدعقیدہ لوگوں کو یہ ڈانٹ ضرور دے رہا ہے کہ خبردار! ـــــ
یہ فروری ۱۹۵۳ء کی بات ہے ۔ اور ان دنوں لائل پور کے پولیس کپتان راجہ
جہان داد خاں صاحب تھے۔ اور میں جامع مسجد نور طارق آباد میں خطیب تھا۔ میں نے
جمعہ کے خطبہ میں ختم نبوت کے موضوع پر ایک ایمان افروز تقریر کی۔ جو اس وقت کی
حکومت کی پالیسی کے خلاف تھی۔ (اس لئے کہ ان دنوں حکومت پاکستان کے وزیر
خارجہ چوہدری ظفر اللہ تھے۔ اور وہ مرزائی تھے) کوئی چار دن کے مجھے پولیس کپتان
نے اپنی کوٹھی پر بلایا۔ میں نے سمجھا کوئی نکاح ہوگا۔ یا کوئی خاص دعوت ہوگی۔ اور یا کسی
بچے کے کان میں آذان دینی ہوگی۔ میں طارق آباد کا ایک دوست ساتھ لیا۔ جو آج بھی
موجود ہے۔ اور راجہ صاحب کی کوٹھی جا پہنچا۔ راجہ صاحب نے بڑی عزت سے کرسی
پر بٹھایا۔ اور اس وقت کے پنجاب کے گورنر کا ایک لمبا چوڑا نوٹس پڑھکر سنایا
اور پھر ذرا پولیس افسر کے لہجے میں کہنے لگے۔ صاحبزادہ صاحب ...... خبردار!
جو پھر کبھی ایسی تقریر کی ۔

خداتعالیٰ بھی اولیاء اللہ کی شان پاک میں گستاخانہ تقریریں کرنے والے بدعقیدہ
واعظوں اور بے ادب مولویوں کو فرما رہا ہے کہ ...... خبردار! ......
اس لئے کہ یہ قانونِ فطرت کے خلاف ہے۔

مگر نہ ہی میں باز آیا اور نہ ہی یہ لوگ باز آتے ہیں۔ آخر مجھے گرفتار کر لیا گیا۔ اور
قیامت کے دن ان کی بھی خیر نہیں۔ اور خدا کی شان مجھے گرفتار بھی اسی پولیس کپتان نے کیا
جس نے دو مہینے پہلے مجھے تنبیہہ کی تھی۔ کہ خبردار! پھر کبھی ایسی تقریر نہ کرنا مجھے سالاروالہ
اسٹیشن سے گرفتار کر کے اور کار میں بٹھا کر جب واپس لائلپور جیل میں بند کرنے کے لئے

آرہے تھے تو مجھے راجہ صاحب کہنے لگے۔ صاحبزادہ صاحب میں نے دو مہینے پہلے آپ کو تنبیہہ نہیں کی تھی۔ کہ خبردار! پھر کبھی ایسی تقریر نہ کرنا۔ مگر آپ باز نہیں آئے، اور اب جاؤ ایک سال کے لئے جیل میں۔

قیامت کے دن خدا تعالیٰ ان مولویوں کو گرفتار کر کے فرمائے گا۔ کہ میں نے تمہیں قرآن شریف کے ذریعے یہ تنبیہہ نہیں کی تھی۔ کہ خبردار میرے ولیوں کی شان میں گستاخیاں کرنی چھوڑ دو۔ مگر تم باز نہیں آئے، اور اب جاؤ ہمیشہ کے لئے جہنم میں!

ہم ہر روز سڑکوں پر چلتے پھرتے بجلی کے کھمبوں پر سرخ رنگ کی تختیوں پر یہ لکھا ہوا پڑھتے اور دیکھتے ہیں۔ کہ خبردار! ــــ خطرہ ــــ خبردار!
محکمہ بجلی کے عقل مند افسروں نے جہاں برقی قوت جمع ہو کر مختلف سمتوں میں تقسیم ہوتی ہے۔ وہاں سرخ رنگ سے یہ لکھکر عوام کو آگاہ کر دیا ہے کہ یہاں برقی قوت جمع ہے اس لئے خبردار! اس کو ہاتھ نہ لگائیں۔ ورنہ بجلی کی قوت تمہاری جان لے لیگی۔ خدا تعالیٰ نے بھی اپنے ولیوں کی روحانی اور ایمانی قوت کے پیش نظر الا ــــ یعنی خبرداری کی تختی لگا کر بدعقیدہ اور گمراہ لوگوں کو آگاہ کر دیا ہے۔ کہ خبردار! میرے اولیائے کرام کو گستاخی سے ہاتھ نہ لگانا، اور ان کی طرف بے ادبی سے انگلیاں نہ اٹھانا، ورنہ تمہارے دین و ایمان کی خیر نہیں ہے۔

اولیاء اللہ کی شانِ پاک یہ ہے کہ ان کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ کوئی غم۔ خوف اپنے لئے ہوتا ہے، اور غم غیر کے لئے۔ خوف کا تعلق دنیا سے ہے اور غم کا تعلق قیامت سے۔ مطلب یہ کہ اللہ کے مقبول بندوں کو نہ اپنے لئے اس دنیا میں کوئی خوف ہے۔ اور نہ ہی قیامت کے دن اپنے ماننے والوں کا کوئی غم ہوگا۔

شہنشاہِ بغداد جناب غوثِ اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی خدمتِ اقدس میں آپکا ایک مرید حاضر ہوا، اور عرض کی کہ یا حضرت میں گنہگار ہوں۔ آپ نے فرمایا مُرِیۡدِیۡ لَا تَخَفۡ اَللّٰہُ رَبِّیۡ۔

کہ اسے مُرید کوئی خوف نہ کر میں رب کا ہوں اور رب میرا ــــ اور میں

جانوں اور میرا خدا۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اولیأ اللہ کو دنیا و آخرت میں کوئی خوف و غم کیوں نہیں ہے۔ تو اس کا جواب خدا تعالیٰ نے خود ہی قرآنِ پاک میں دے دیا ہے نَحْنُ اَوْلِیَاءُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَۃِ
کہ ہم ان کے دنیا و آخرت میں ساتھی و مددگار ہیں۔ اور فرمایا:۔
پارہ ۲، سورۃ البقرہ، آیت نمبر ۱۹۴۔
وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ مَعَ الْمُتَّقِیْنَ ۔ کہ اے لوگو! جان لو کہ تحقیق اللہ تعالیٰ متقین یعنی اولیاء اللہ کے ساتھ ہے۔

تو دنیا و آخرت میں اللہ تعالیٰ خود جن کا ساتھی و مددگار ہو اور وہ خود جن کے ساتھ رہے پھر ایسے مقبول بندوں کو کسی قسم کا دنیا و آخرت میں کوئی خوف و غم ہو تو نہ صرف یہ کہ قرآنِ پاک کی آیت جھوٹی ہوتی ہے۔ بلکہ توہینِ خداوندی بھی ہے۔

اولیاء اللہ کی شانِ پاک بیان فرمانے کے بعد خدا تعالیٰ نے اس مقدس جماعت اور نورانی گروہ کے تقدس و اتقا، ریاضت و عبادت، اطاعت و فرمانبرداری، اعمالِ صالحہ، طہارتِ قلب اور ان کے مجاہدۂ نفس پر عطا کردہ انعام و اکرام، لطف و عنایت اور اپنے فضل و کرم کا ذکر کرکے لَا خَوْفٌ عَلَیْھِمْ وَلَا ھُمْ یَحْزَنُوْنَ کی خود ہی وضاحت فرما کر اس روحانی جماعت کے دنیا و آخرت میں بے خوف و غم اور بے نیاز ہونے کی تصدیق کر دی ہے۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَکَانُوْا یَتَّقُوْنَ لَھُمُ الْبُشْرٰی فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَالْاٰخِرَہ۔

کہ یہ اولیاء اللہ اور میرے مقبول و برگزیدہ بندے پکے اور سچے مومن و متقی ہیں۔ اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں ہر قسم کا آرام و چین۔ راحت و قرار اور رحمت و بخشش کی خوشخبری ہے۔ اور پھر آیت کے آخر میں اولیائے کرام کی شان میں گستاخی کرنے والوں کے تمام شکوک و شبہات کا جواب بھی دے دیا ہے۔

لَا تَبدِیلَ لِکَلِمَاتِ اللّٰہ

کہ اللہ تعالیٰ نے اولیائے عظام کی جو شان بیان فرمائی ہے اور ان کے مقام کا جو ذکر کیا ہے۔ اور اُن کی صفات اور ان کے انعام و اکرام کی وضاحت کی ہے اب قیامت تک اس میں کسی قسم کی کوئی تبدیلی نہیں ہو سکتی۔

مشکوٰۃ شریف صـ۱۹۷ - ابن ماجہ شریف صـ۲۹۶

مختلف الفاظ کے ساتھ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ اور حضرتِ ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے

مَنْ عَادٰی لِیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُہٗ بِالْحَرْبِ

کہ جو شخص بھی میرے ولیوں کے ساتھ دشمنی اور عداوت رکھتا ہے میں اس کے ساتھ اعلانِ جنگ کرتا ہوں۔ ابن ماجہ شریف کے الفاظ یہ ہیں :-

بَارَزَ اللّٰہَ بِالْمُحَارَبَۃِ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْاَبْرَارَ الْاَتْقِیَا

کہ خدا تعالیٰ اولیائے کرام کے دشمنوں کے ساتھ جنگ کرنے کو تیار ہے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ اپنے متقی و صالح اور مقبول و برگزیدہ بندوں سے محبت کرتا ہے۔

مَصَابِیْحُ الْھُدٰی یُخْرِجُوْنَ مِنْ کُلِّ غَبْرَاءِ مُظْلِمَۃٍ

کہ اللہ تعالیٰ کے یہ ولی و مقبول بندے رُشد و ہدایت کے چراغ ہیں۔ اور جب دنیا میں ضلالت و گمراہی کی تاریکی چھا جاتی ہے۔ اور فسق و فجور کا اندھیرا مسلط ہو جاتا ہے اور جب کفر و باطل کی ظلمت حق و صداقت کے چہرے کو ڈھانپ لیتی ہے تو یہ اولیاء اللہ اپنے دین و ایمان کی روشنی اور حق و ہدایت کے نور سے اجالا کر دیتے ہیں۔ اور جب اس عالم فانی پہ فرعونیت و یزیدیت کے گھٹاٹوپ اندھیرے چھا جاتے ہیں۔ تو یہ مقدس جماعت عصائے کلیم اور جذبہ حسینی کی شمع جلا کر جھلکتے ہوئے بندگانِ خدا کو سیدھی راہ دکھلاتے ہیں۔ اور جب اس خطۂ ارض پہ باطل پرستی کے طوفان اٹھتے ہیں۔ اور ظلم و ستم کی آندھیاں چلتی ہیں اور دہشت و

بربریت کے سیاہ بادل چھا جاتے ہیں۔ اور احکاماتِ الٰہیہ کی مخالفت اور شریعتِ مصطفےٰ علیہ السلام سے بغاوت ہونے لگتی ہے تو یہ مقدس جماعت اپنی روحانی قوت باطنی طاقت اور خداداد صلاحیتوں سے حق وصداقت اور رُشد وھدایت کا عَلَم لے کر اعلائے کلمۃ الحق کہتے ہوئے میدانِ عمل میں آکر ہر قسم کے فسق وفجور ظلم و ستم اور کفر وشرک کو مٹانے کے لیے کسی بڑی سے بڑی طاقت اور ظالم وجابر حکومت سے برسرِ پیکار ہو کر رشد وھدایت۔ حق وصداقت اور انسانیت و آدمیت کے پرچم کو بلند کرتے ہیں۔ اس حقیقت سے کون انکار کر سکتا ہے۔ کہ حضرتِ شیخ سرہندی مجددِ الفِ ثانی رحمۃ اللہ علیہ مغلِ اعظم اکبر کی پھیلائی ہوئی لعنت جو دینِ اکبری کی صورت میں مخلوقِ خدا پر مسلّط کی جا رہی تھی بے سروسامانی کے عالم میں محض اپنی روحانی قوّت اور باطنی طاقت لے کر...... اور فقر و درویشی کی تلوار لے کر نہ اٹھتے اور جہانگیر کے سجدہ کرانے کی مشرکانہ روش کے خلاف حق وھدایت کا علم لے کر ظاہری طور پر بے سہارا ہونے کے باوجود بھی اگر جہانگیر کی حکومت سے ٹکر نہ لیتے اور سلیم شاہی حکومت کی رسمِ مشرکانہ کے خلاف برسرِ پیکار ہو کر گوالیار کے قلعے میں قید نہ ہوتے تو بہت ممکن تھا کہ آج ہمارے سر بھی اپنے معبودِ حقیقی کے علاوہ اپنے حکمرانوں کے سامنے بھی جھکے ہوئے ہوتے۔

حالانکہ شیخ جانتے تھے کہ میں تنہا ہوں۔ اکیلا ہوں۔ بے سہارا ہوں۔ بے وسیلہ ہوں۔ اور بے سروسامان ہوں۔ اور میری ٹکر ایک حکومت سے ہے۔ میرا مقابلہ ایک بادشاہت سے ہے۔ میری جنگ جہانگیر کی تلواروں سے ہے۔ اور میری لڑائی سلیم شاہی لشکر سے ہے۔ مگر پھر بھی وہ حق وصداقت کی حمایت میں اور رُشد و ہدایت کی دستگیری کرنے کے لئے اور ہندوستان میں رسوماتِ مشرکانہ کو توڑنے کے لیے اور دینِ اکبری کے قلعے کو پاش پاش کرنے کے لیے اللہ و رسول کا نام لے کر تن تنہا میدانِ عمل میں کود پڑے۔ اور پھر فقر و درویشی کی خدائی آواز جہانگیر کے شاہی محلات کی دیواروں سے ٹکرائی۔ .... کہ.... خدا کے سوا کسی انسان

کو سجدہ کرنا حرام ہے۔ شیخ سرہندی بظاہر بے سر و سامان تھے۔ بے وسیلہ تھے۔ اور بے آسرا تھے۔ لیکن باطن میں دین و ایمان کی لازوال قوت۔ فقر و درویشی کی روحانی طاقت۔ اللہ و رسول کی مدد اور مردانِ کامل کا جاہ و جلال قدم قدم پر اُن کے ساتھ تھا۔

درویش لاہوری شیخ سرہندی کی خدمتِ اقدس میں نذرانۂ عقیدت پیش کرتے ہوئے کہتا ہے: ؎

حاضر ہوا میں شیخ مجدد کی لحد پر
وہ خاک کہ ہے زیرِ زمیں مطلعِ انوار
اس خاک کے ذروں سے ہیں شرمندہ ستارے
اس خاک میں پوشیدہ ہے وہ صاحبِ اسرار
گردن نہ جھکی جس کی جہانگیر کے آگے
جس کے نفسِ گرم سے ہے گرمیٔ احرار
وہ ہند میں سرمایۂ ملت کا نگہبان
اللہ نے بروقت کیا جس کو خبردار

الغرض حدیثِ مصطفےٰ علیہ السلام نے بڑے ہی پیارے انداز میں اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کی صفات و عادات، ان کے خصائص و کمالات اور ان کے طرزِ عمل کو بیان کرنے کے ساتھ ساتھ عبرتناک لہجہ میں اولیاء اللہ کے دشمنوں اور گستاخوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف سے اعلانِ جنگ فرمایا ہے۔ حقیقت شناس دلوں اور حق بین نگاہوں کے لئے تو قرآنِ پاک کی یہ ایک آیت اور مصطفےٰ علیہ السلام کی یہ ایک حدیثِ پاک ہی کافی ہے کہ اولیاء اللہ کی مخالفت اور ان کی بے ادبی کرنا اللہ تعالیٰ کے ساتھ جنگ کرنے کے مترادف ہے۔ اور ایک مسلمان چاہے وہ گنہگار ہی کیوں نہ ہو اولیائے عظام کی مخالفت کر کے کبھی بھی خدا تعالیٰ کے کئے ہوئے اس اعلانِ جنگ کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں ہوتا مگر خدا جانے پاکستان کے بدعقیدہ مولویوں اور گستاخ واعظوں میں اتنی جرأت کہاں سے آگئی ہے کہ وہ اولیاء اللہ اور بزرگانِ دین کی مخالفت اور ان کی شان میں گستاخی

کرکے اللہ تعالیٰ سے جنگ کرنے کو تیار رہتے ہیں۔ شاید ان کو یقین ہے کہ ہم جیت جائیں گے
حالانکہ یہ حقیقت بدعقیدہ لوگ بھی مانتے ہیں کہ شیطان کی قوتِ باطلہ خدائی
طاقت کا مقابلہ نہیں کرسکتی۔

اولیاء اللہ کے معنی ہیں اللہ کے دوست۔ اللہ کے ساتھی اور اللہ کے یار، مگر
یہ بدعقیدہ لوگ اللہ کے یاروں کو غیر اللہ کہتے ہیں۔ چلو ایک وقت کے لئے میں مان
لیتا ہوں کہ یہ اللہ کے غیر ہیں۔ تو پھر میں ان سے پوچھتا ہوں کہ اگر یہ اولیاء اللہ غیر اللہ
ہیں۔ تو پھر اولیاء اللہ کون ہیں۔ جن کا ذکر قرآن و احادیث میں بار بار آیا ہے۔

اور اگر ان بدعقیدہ لوگوں کی یہ بات مان لی جائے کہ یہ غیر اللہ ہیں تو پھر اس
مقدس جماعت کی وہ تمام صفات اور ان کے وہ تمام انعامات۔ جو خداوند تعالیٰ نے ان
کو عطا فرمائے ہیں بالکل لغو ہو کر رہ جائیں گے۔ مثلاً ان اولیاء اللہ کو کوئی غم و خوف نہیں
ہے۔ نہ ہی دنیا میں اور نہ ہی قیامت میں۔ اور نہ اپنا اور نہ اپنے ماننے والوں کا۔ اور
یہ پکے مومن اور متقی ہیں۔ اور ان کے لئے دنیا و آخرت میں میری رحمت و بخشش اور لطف و
کرم کی خوشخبری ہے۔ بھلا غیروں کو بھی کبھی کسی نے خوشخبری دی ہے۔ اور ان پر بھی ایسے
ایسے انعامات کی بارش کی ہے؟ نہیں! ہرگز نہیں!! غیروں کے لئے تو غصہ و ناراضگی
ہوتی ہے۔ عذاب و عتاب ہوتا ہے۔ اور رنج و غم اور حزن و ملال ہوتا ہے۔ لیکن
ان پر تو لطف و کرم کی بارش ہے۔ رحمت و بخشش کے وعدے ہیں۔ اور بے خوف و
غم ہونے کا مژدہ ہے۔

اور پھر غیروں کی تو کوئی بات بھی نہیں مانتا مگر اولیاء اللہ کے متعلق تو نبی کریم علیہ
السلام نے فرمایا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ صفحہ ۳۲۹ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۲۴۶

حضرت ابوہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا۔

رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰہِ لَاَبَرَّہٗ۔ کہ میری

امت میں کچھ ایسے فقیر درویش بھی ہوں گے۔ جن کی ظاہری حالت یہ ہوگی کہ ان کے لباس پھٹے ہوئے ہوں گے۔ بال بکھرے ہوئے۔ اور حالت خستہ ہوگی۔ اور لوگ ان کو اپنے دروازوں سے ٹھکرائیں گے۔ لیکن باطن میں وہ اللہ تعالیٰ کے اتنے قریب ہوں گے اور وہ خداوند کریم کو اتنے پیارے ہوں گے کہ اگر وہ کسی بات پر قسم بھی کھالینگے تو خدا ان کی قسم کو پورا کرے گا۔ یعنی اگر وہ قسم کھالیں گے کہ کل بارش ہوگی تو خدا تعالیٰ ان کی قسم کو پورا کرنے کے لئے ضرور بارش برسادے گا، اور اگر وہ قسم کھائیں گے کہ فلاں شخص کے گھر لڑکا پیدا ہوگا تو اللہ کریم ان کی قسم کو پورا کرنے کے لئے ضرور اس کو لڑکا عطا کر دے گا۔

پارہ ۱۹۔ سورۃ الفرقان آیت ۶۲۔ ۶۳۔ ۶۴

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَى الْاَرْضِ هَوْنًا وَّ اِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا وَالَّذِیْنَ یَبِیْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِیَامًا۔

اور رحمٰن یعنی اللہ تعالیٰ کے کچھ ایسے خاص بندے بھی ہیں جو زمین پر عاجزی سے چلتے ہیں۔ اور جب جاہل لوگ ان سے گفتگو کرتے ہیں۔ تو وہ ان کی سلامتی مانگتے ہیں۔ اور وہ لوگ وہ ہیں جو راتوں کو اپنے رب کے لئے قیام وسجود میں گذار دیتے ہیں۔

قرآن پاک کی یہ آیت کریمہ بھی شانِ اولیا میں ایک سنگِ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔ اس لئے کہ خداوندِ تعالیٰ نے ان کو عباد الرحمٰن فرمایا ہے۔ اور پھر ان کے خصائص و فضائل کی تعریف کی ہے۔ اور ان کی عادات و صفات کی مدح و ثنا فرمائی ہے۔ کہ جب اللہ کے ولی زمین پر چلتے ہیں تو ایسی عاجزی وانکساری سے چلتے ہیں کہ زمین و کھتی نہیں۔ اور جب جاہل لوگ اس پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ ان کے حق میں برے الفاظ بولتے ہیں اور ان کی شان میں گستاخی کرتے ہیں۔ تو پھر بھی وہ ناراض نہیں ہوتے۔ بلکہ ان کے حق میں کہہ دیتے کہ خدا تمہارا بھلا کرے۔

غور کرو کہ اولیائے کرام کے حق میں طعنہ زنی کرنے والوں اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والوں اور ان سے عداوت رکھنے والوں کو خدا تعالیٰ نے جَاهِلُوْنَ

فرمایا ہے ۔ چونکہ اللہ تعالیٰ عَلِیْمٌ بِالذَّاتِ الصُّدُوْرِ ہے ۔ اور اس کو علم تھا کہ ایک زمانہ ایسا بھی آئے گا ۔ کہ کچھ لوگ جو اپنے آپ کو مولوی اور عالم سمجھیں گے وہ میرے اولیائے کرام پر طعنہ زنی کریں گے ۔ ان کے حق میں بُرے الفاظ کہیں گے ۔ ان سے عداوت رکھیں گے ۔ اور ان کی شان میں بے ادبیاں اور گستاخیاں کریں گے اور ان کے نیازمندوں ۔عقیدت مندوں اور ان کی عزت و تکریم کرنے والوں اور ان کے قدم چومنے والوں پر شرک و بدعت کے فتوے لگائیں گے ۔ اس لئے اس نے آج سے چودہ سو سال پہلے ہی ایسے لوگوں کو جَاھِلُوْن فرما دیا ۔

اب اگر کوئی مولوی بھی بن جائے ۔ اور عالم بھی اور اپنے آپ کو شیخ الحدیث بھی کہلوائے یا شیخ القرآن بھی ۔ مگر فرمانِ خداوندی کے مطابق وہ جَاھِلُوْن ہے ۔

آگے اللہ تعالیٰ نے اپنے ولیوں کی مقدس جماعت کی صفات اور اُن کے طرزِ عمل کو بیان فرمایا ہے ۔ کہ جب ساری دنیا خوابِ غفلت میں محو ہو جاتی ہے تو اللہ کے یہ دوست اور یار اپنے رب کو راضی کرنے کے لئے ساری ساری رات کبھی سجدے میں اور کبھی کھڑے ہو کر گذار دیتے ہیں ۔ اس آیتِ پاک میں اللہ کریم نے فقر و درویشی اور روحانیت و ولایت کے معیار کو بھی بیان فرما دیا ہے ۔ کہ جو صحیح معنوں میں فقیر و درویش اور اللہ کے ولی ہوتے ہیں ۔ وہ ساری ساری رات عبادت و ریاضت اور مجاہدہ و مراقبہ میں گذار دیتے ہیں ۔ مطلب یہ کہ وہ تہجد گذار اور شب بیدار ہوتے ہیں ۔ اور جب مخلوقِ خدا سو جاتی ہے تو یہ اللہ اللہ کرتے ہیں ۔

عطار ہو رومی ہو رازی ہو غزالی ہو
کچھ ہاتھ نہیں آتا بے آہِ سحر گاہی (اقبال)

ابنِ ماجہ شریف صفحہ ۲۹ : ۔ حضرت عبداللہ ابنِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے دیکھا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم خانہ کعبہ کا طواف کر رہے ہیں ۔ اور فرما رہے ہیں ۔ وَالَّذِیْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِیَدِہٖ لَحُرْمَۃُ الْمُؤْمِنِ اَعْظَمُ عِنْدَ اللّٰہِ حُرْمَۃً مِّنْکَ ۔ کہ اے خانہ کعبہ مجھ اس ذات کی قسم ہے جس کے قبضہ

قدرت میں میری جان ہے اللہ تعالیٰ کے نزدیک ایک مومن کی عزت و حرمت تیری عزت و حرمت سے زیادہ ہے۔

اگرچہ ہر مومن ولی نہیں ہوتا۔ مگر ہر ولی مومن ضرور ہوتا ہے۔

اَلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ کَانُوْا یَتَّقُوْنَ !

توجب امام الانبیا علیہ السلام کے فرمان کے مطابق ایک ولی کی شان و عزت خانہ کعبہ سے افضل ہے۔ تو پھر اُن کی عزت و توقیر کی کیا حد۔ ان کی تعظیم و تکریم کا کیا ٹھکانہ۔ ان کے ادب و احترام کا کیا مقام۔ اور ان کے فضائل و کمالات میں کون سا شک باقی رہ جاتا ہے۔ اور پھر ان کی شان میں بے ادبی اور گستاخی کرنے والے گمراہ اور باطل پرست نہیں ہیں تو اور کیا ہیں۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔ کہ ایک دفعہ حضرتِ بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ حج کے لیے پیدل جا رہے تھے۔ کہ ایک صحرا میں انہوں نے دیکھا کہ ایک درویش خستہ حالت میں بیٹھا ہوا ہے، اور جب حضرت بایزید بسطامی اس فقیر کے قریب سے گذرے تو اس نے پوچھا اے بایزید کہاں جا رہے ہو۔ تو انہوں نے جواب دیا کہ میں حج کرنے جا رہا ہوں۔ تو اس فقیر نے فرمایا کہ اے بایزید کعبے جا کر تم صرف کعبے کا طواف ہی کرو گے۔ تو

گفت طوافے بگردم ہفت بار
دیں نکوتر از طوافِ حج شمار

کہ تم میرا ہی طواف کر لو۔ اور یہ یاد رکھو کہ میرا طواف کعبے کے طواف سے افضل ہے۔ اور کعبے جا کر تو تم صرف کا گھر ہی دیکھو گے۔ مگر :۔

چوں مرا دیدی خدا را دیدہ ای

کہ جب تم نے مجھے دیکھ لیا تو سمجھو خدا کو دیکھ لیا۔ اس لئے کہ :۔

کعبہ را یک بار بیتی گفت یار
گفت یا عبدی مرا ہفتاد بار

اس لئے کہ اس نے کعبہ کو صرف ایک بار اپنا گھر کہا ہے۔ اور مجھے ہر روز ستر بار کہتا ہے۔ کہ اے میرے بندے!

مشکوٰۃ شریف صلا بروایت بخاری شریف۔ ۔ حضرت سائب رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ

اِنَّ رَجُلًا اَمَّ قَوْمًا فَبَصَقَ فِی الْقِبْلَةِ وَرَسُوْلُ اللّٰهِ یَنْظُرُ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ لِقَوْمِهٖ حِیْنَ فَرَغَ لَا یُصَلِّیْ لَكُمْ۔

کہ ایک آدمی نے قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا۔ اور پھر نبی کریم علیہ السلام نے دیکھا کہ وہی شخص جماعت کرا رہا ہے۔ جب نماز سے لوگ فارغ ہوئے تو حضور علیہ السلام نے فرمایا کہ تمہاری نماز نہیں ہوئی۔ اس لئے کہ اس امام نے ایک دفعہ قبلہ کی طرف منہ کر کے تھوکا تھا۔ اور پھر نبی کریم علیہ السلام نے اس کو فرمایا۔ اِنَّكَ قَدْ اٰذَیْتَ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ کہ تو نے قبلہ کی طرف تھوک کر اللہ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچایا ہے۔ تو جو شخص کعبہ کی طرف منہ کر کے تھوکے نبی کریم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق اس کے پیچھے تو نماز جائز نہیں ہے۔ اور اولیاء اللہ کی شان تو کعبے سے بھی افضل ہے۔ پھر جو اولیاء اللہ کا بے ادب وگستاخ ہو اس کے پیچھے نماز کیسے ہو سکتی ہے۔

اور اگر کعبے کی طرف منہ کر کے تھوکنا اللہ اور اس کے رسول کو دکھ پہنچانا ہے! تو کعبے سے تو ایک ولی کی شان زیادہ ہے۔ پھر ان کی بے ادبی وگستاخی کرنی بھی ضلالت و گمراہی ہے۔

عارف رومی فرماتے ہیں:۔ ؎

چوں خدا خواہی کہ پردہ کس درد
میلش اندر طعنۂ پاکاں زند

کہ جب اللہ تعالیٰ کسی کو بدنام و بے پردہ۔ بے دین وگمراہ اور دنیا و آخرت میں رسوا کرنا چاہتا ہے۔ تو وہ شخص اولیاء اللہ کی شان میں گستاخی کرنے لگ جاتا ہے۔ اور بزرگانِ دین اور فقیروں اور درویشوں کے حق میں طعنہ زنی شروع کر دیتا ہے۔ اور

فرماتے ہیں۔

حب درویشاں کلید جنت است
دشمن ایشاں سزائے لعنت است

کہ فقیروں اور درویشوں کی محبت جنت کی کنجی ہے۔ اور ان کا دشمن و مخالف اور ان سے عداوت و بغض رکھنے والا لعنت کا مستحق ہے۔ نہیں نہیں بلکہ عذاب و عتاب کا حقدار ہے۔ مشکوٰۃ شریف صـ۵۸۲

حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے نبی کریم علیہ السلام سے سنا ہے آپ نے فرمایا

اَلْاَبْدَالُ یَکُوْنُوْنَ بِالشَّامِ وَھُمْ اَرْبَعُوْنَ رَجُلًا کُلَّمَا مَاتَ رَجُلٌ اَبْدَلَ اللّٰہُ مَکَانَہٗ رَجُلًا یُسْتَقٰی بِھِمُ الْغَیْثُ وَیُنْتَصَرُ بِھِمْ عَلَی الْاَعْدَاءِ وَیُصْرَفُ عَنْ اَھْلِ الشَّامِ بِھِمُ الْعَذَابُ

کہ ملک شام میں ہر زمانے میں چالیس ابدال موجود رہتے ہیں۔ اور جب ان میں سے کوئی وفات پا جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ دوسرا بنا دیتا ہے۔ اور ان کے کام یہ ہیں کہ بارش برساتے ہیں۔ دشمنوں کے مقابلے میں مدد کرتے ہیں۔ اور شام والوں پر سے عذاب کو روکتے ہیں۔

پاکستان کے گستاخ اور بدعقیدہ مولویوں کو امام الانبیاء علیہ السلام کی اس حدیث پاک پر غور کرنا چاہیئے کہ حضور علیہ السلام نے کس انداز اور کھلے الفاظ میں اولیاء اللہ کے تصرفات کو بیان فرمادیا ہے۔ کہ یہ بارش برساتے ہیں۔ دشمنوں کے مقابلے میں مسلمانوں کی امداد کرتے ہیں۔ اور عذاب الٰہی کو روکتے ہیں۔

عارف رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اولیاء را ہست قدرت از الٰہ
تیر جستہ بازگرداند ز راہ

کہ ان اولیاء اللہ میں اللہ تعالیٰ کی عطا کی ہوئی اتنی قدرت ہوتی ہے کہ کمان سے

نکلے ہوئے تیر کو بھی واپس لا سکتے ہیں۔ اور مولانا آگے فرماتے ہیں :۔

گفتہ ناگفتہ کند از فتح باب

تا از اں نے سیخ سوزد نے کباب

کہ یہ اولیائے کرام اَن ہونی بات کو ہونی، اور ہونی کو اَن ہونی کر دیتے ہیں۔ یہاں تک کہ آگ پر نہ سیخ کو جلنے دیں اور نہ ہی کباب کو اور ان کا یہ تصرف و اختیار اس لئے ہوتا ہے کہ وہ خداوند تعالیٰ کے اتنے قریب ہوتے ہیں کہ خداوند کریم ان پر اپنی رحمت و بخشش اور قبولِ دعا کے دروازے کھول دیتا ہے۔ اور یہ باذنِ الٰہی اس پر قادر ہوتے ہیں۔ کہ آثار کو اسباب پر مرتب نہ ہونے دیں۔ اور اپنی دعا و قدرت سے کسی کے دُکھ کو سُکھ میں بدل سکتے ہیں۔ کسی بیمار کو شفا دے سکتے ہیں۔ کسی کی مشکل میں مدد کر سکتے ہیں۔ کسی کی تنگدستی دور کر سکتے ہیں۔ اور کسی بے کس و لاچار کی دستگیری کر سکتے ہیں۔ کسی کی ڈوبی نبض چلا سکتے ہیں۔ اور کسی کی ڈوبتی کشتی کو کنارے پر لگا سکتے ہیں۔ اب اس واضح حقیقت کے بعد بھی بدعقیدہ لوگوں کا یہ شور مچانا اور بے ادب واعظوں کا یہ واویلا کرنا بالکل فضول ہے۔ کہ یہ اولیاء اللہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے اختیار میں کوئی چیز نہیں ہے۔ ان کو پکارنا گمراہی ہے۔ اور ان سے مدد مانگنا شرک ہے۔ اور ان کے آستانوں پر جانا بدعت و بے دینی ہے اور یہ مِن دونِ اللہ یعنی غیر اللہ ہیں۔ اصل میں اولیائے کرام رحمۃ اللہ علیہم کے یہ دشمن اور قرآنِ پاک کی ان آیات کو جو بتوں کے بارے میں نازل ہوئیں ہیں انبیاء اور اولیاء پر چسپاں کر کے بھولے بھالے مسلمانوں کو گمراہ کرتے رہتے ہیں۔ اور اپنی ہٹ دھرمی پر قائم رہ کر قرآن و حدیث کی مخالفت اور اولیاء اللہ سے دشمنی کر کے خدا تعالیٰ سے جنگ کرتے رہتے ہیں۔

تفسیر کبیر جلد ۵ صـ۶۳ میں امام رازی رحمۃ اللہ علیہ لکھتے ہیں۔

اَلْوَلِیُّ هُوَ الْقَرِیْبُ فِی اللُّغَةِ کہ ولی کے لغوی معنی قریب کے ہیں۔ فَاِذَا کَانَ الْعَبْدُ قَرِیْبًا مِّنْ حَضْرَتِ اللّٰهِ بِسَبَبِ کَثْرَةِ طَاعَتِهٖ وَکَثْرَةِ اِخْلَاصِهٖ وَکَانَ الرَّبُّ قَرِیْبًا مِّنْهُ بِرَحْمَتِهٖ وَبِفَضْلِهٖ وَاِحْسَانِهٖ کہ جب کوئی بندہ

اللہ تعالیٰ کی اطاعت و فرمانبرداری ۔ ریاضت و عبادت اور اخلاص و مجاہدۂ نفس کے سبب اللہ تعالیٰ کے قریب ہو جاتا ہے۔ تو پھر اللہ تعالیٰ بھی اپنی رحمت و بخشش اور لطف و کرم سے اس بندے کے قریب ہو جاتا ہے۔ فَهُنَاكَ حَصَلَتِ الْوِلَايَةُ پس اس طرح اس بندے کو درجۂ ولایت حاصل ہو جاتا ہے۔

ص۴۶۶ اِنَّ الْعَبْدَ وَلِيُّ اللّٰهِ وَالرَّبُّ وَلِيُّ الْعَبْدِ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اَللّٰهُ وَلِيُّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ــــ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ وَاللّٰهُ وَلِيُّ الْمُؤْمِنِيْنَ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصَّالِحِيْنَ

سورۃ آل عمران ۔ جاثیہ ۔ البقرہ ۔ اعراف ۔

کہ بندہ اللہ تعالیٰ کا دوست ہے۔ اور اللہ بندے کا دوست ہے جیساکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ اللہ تعالیٰ ایمان والوں کا دوست ہے۔ اور اللہ متقین کا ساتھی ہے ۔ اور اللہ ایمان والوں کا دوست ہے۔ اور وہ صالحین سے پیار کرتا ہے۔

فَثَبَتَ اِنَّ الرَّبَّ وَلِيُّ الْعَبْدِ وَالرَّبَّ وَلِيُّ الْعَبْدِ ــــ وَالرَّبَّ حَبِيْبُ الْعَبْدِ وَالْعَبْدُ حَبِيْبُ اللّٰهِ ۔

پس یہ ثابت ہو گیا کہ اللہ بندے کا ولی ہے۔ اور بندہ اللہ کا دوست ہے۔ اور رب تعالیٰ بندے کا یار اور حبیب ہے۔ اور بندہ رب تعالیٰ کا حبیب اور یار ہے۔ جیساکہ خداوند کریم نے فرمایا :۔

يُحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ــــ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۔
اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ التَّوَّابِيْنَ ــــ وَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ــ

کہ اللہ ان سے محبت کرتا ہے ۔ اور وہ اللہ سے محبت رکھتے ہیں۔ اور ایمان والے اللہ تعالیٰ سے بہت محبت کرتے ہیں ۔ اور اللہ تعالیٰ توبہ کرنے والوں سے محبت رکھتا ہے ۔ اور اللہ متقین سے محبت کرتا ہے ۔ اور جب یہ سب کچھ قرآن پاک سے ثابت ہے تو پھر جب اللہ کا کوئی بندہ اپنے رب کی اطاعت و فرمانبرداری کرتا ہے اور جس چیز کا وہ حکم دیتا ہے وہ کرتا ہے۔ اور جس شئے سے وہ منع کرتا ہے رُک جاتا ہے۔

فَكَيْفَ يَبْعُدُ اَنْ يَّفْعَلَ الرَّبُّ الرَّحِيْمُ الْكَرِيْمُ مَرَّةً وَّاحِدَةً
مَايُرِيْدُ الْعَبْدُ ــــ توپھر یہ کیوں کر بعید اور ناممکن ہے۔ کہ ایک بندہ عاجز و بے اختیار ہو کر بھی جو خدا کہتا ہے۔ وہ کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ قادرِ مطلق ہے۔ اور خالق کائنات اور رحیم و کریم ہو کر جو بندہ کہے وہ نہیں کر سکتا۔

یعنی یہ ہو سکتا ہے اور ہو سکتا ہی نہیں بلکہ ثابت ہے۔ کہ خدا تعالیٰ بھی اپنے بندوں کی بات مان لیتا ہے۔ اور جو وہ کہتے ہیں وہ کر دیتا ہے۔

امام رازی رحمۃ اللہ علیہ کی اس ایمان افروز اور حقائق سے بھرپور، مدلل اور مفصل تقریر کے بعد اب اولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم اجمعین کے فیوض و برکات اور کمالات و تصرفات میں کوئی شک و شبہ باقی نہیں رہ جاتا۔ اور پھر جس دلائل قرآنیہ سے انہوں نے فقر و درویشی اور ولایت و روحانیت کو کھل کر بیان کیا ہے۔ اور اولیائے کرام کے ساتھ اللہ تعالیٰ کا جو تعلق اور ان سے جو محبت ہے۔ اور پھر اللہ تعالیٰ کے ساتھ اولیائے عظام کو جو تعلق اور محبت ہے ان تمام چیزوں کو قرآنِ پاک کی روشنی میں جس احسن طریقے سے واضح کیا ہے۔ وہ حقیقت شناس لوگوں کے لئے نورِ بصیرت ہے۔ اور منصف مزاج لوگوں کے لئے چراغ ھدایت اور خصوصاً اولیائے کرام کو ماننے والے۔ عقیدت و محبت رکھنے والے اور اُن کی چوکھٹ پر اپنی جبینِ نیاز جھکانے والے سُنیوں کے لئے دین و ایمان کو تازگی اور دل و جان کو راحت بخشنے والی ایک واضح حقیقت ہے۔ اور اولیائے عظام کے مخالفوں اور ان سے بغض و عداوت رکھنے والے بدعقیدہ لوگوں کے لئے درسِ عبرت بھی ہے۔ اور سبق آموز مضمون بھی۔

پارہ ۲۵، سورۃ زخرف۔ آیت ۶۷
اَلْاَخِلَّآءُ يَوْمَئِذٍ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ عَدُوٌّ اِلَّا الْمُتَّقِيْنَ ــــ
کہ قیامت کے دن اور میدانِ حشر کی ہیبت دہولناکی سے گھبرا کر جب مخلوقِ خدا ایک دوسرے کا ساتھ چھوڑ دے گی اور جب کوئی دوست کسی دوست کے کام نہیں آئے گا۔ باپ اپنے بیٹے سے بھاگ جائے گا اور بیٹا اپنے باپ سے۔ بھائی، بھائی کو

جواب دے دے گا۔ اور یار یار کو۔ اور جب تمام رشتے ٹوٹ جائیں گے تو یہ اولیائے کرام قیامت کے دن بے سہاروں کو سہارا بن کر بے چاروں کا چارہ بن کر دکھیوں کے دستگیر ہو کر گنہگاروں کی شفاعت اور بے یاروں اور بے مددگاروں کی امداد کریں گے۔

مشکوٰۃ شریف ص۴۹۴ ۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن حساب و کتاب کے بعد جب خداوند تعالیٰ مخلوق کے حق میں آخری فیصلہ کر دے گا۔ اور جنتیوں اور دوزخیوں کی پشتوں پر مہریں لگا دیگا تو فرشتوں کو حکم فرمائے گا۔ کہ پہلے جنتیوں کو جنت میں لے جاؤ۔ چنانچہ جنتی بڑی خوشی و مسرت سے جنت کی طرف چلے جائیں گے۔ اور دوزخی حسرت و یاس کے دریا اور شرمندگی و رسوائی کے سمندر میں ڈوبے ہوئے ان کو دیکھتے ہوں گے۔ اور پھر جب اولیاء اللہ کی صف دوزخیوں کے پاس سے گذرے گی تو ایک دوزخی جس کی پشت پر تقدیر الٰہی کی مہر لگی ہوئی ہو گی دوڑ کر اللہ کے ایک ولی کے پاؤں پکڑ لے گا۔ اور عرض کرے گا اَمَا تَعْرِفُنِیْ ۔ کہ کیا آپ مجھے پہچانتے ہیں۔ اور پھر خود ہی کہے گا۔ اَنَا الَّذِیْ سَقَیْتُکَ شَرْبَۃً ۔ کہ میں وہی ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ پانی پلایا تھا۔ وَقَالَ بَعْضُھُمْ اَنَا الَّذِیْ وَھَبْتُ لَکَ وَضُوْءً ۔ اور کوئی کسی ولی کو کہے گا کہ میں وہ ہوں جس نے آپ کو ایک دفعہ وضو کرایا تھا۔ فَیَشْفَعُ لَہٗ فَیُدْخِلُہُ الْجَنَّۃَ پس وہ اللہ کے ولی ان دوزخیوں کی شفاعت کریں گے۔ اور وہ اولیائے کرام کی شفاعت و مدد کے صدقے جنت میں داخل ہو جائیں گے۔ خدا کا غضب رحمت میں تبدیل ہو جائیگا۔ ان کی مشکل حل ہو جائے گی۔ ان کے دکھ دور ہو جائیں گے۔ اور ان کی بگڑی ہوئی تقدیر بن جائے گی۔ اسی لئے تو اقبال کہتا ہے۔ کہ

اندازہ کون کر سکتا ہے اس کے زور بازو کا
نگاہِ مردِ مومن سے بدل جاتیں ہیں تقدیریں

اولیاء اللہ رحمۃ اللہ علیہم کی امداد و شفاعت اور ان کے وسیلہ و صدقے پر شرک و بدعت کے فتوے لگانے والے بدعقیدہ مولوی غور کریں کہ قرآن پاک کی یہ آیت پاک

نبی کریم علیہ السلام کی یہ حدیث مبارکہ کیسے واضح الفاظ میں اولیاء اللہ کی شفاعت واستعانت اور ان کی امداد اور ان کے وسیلے کا اعلان کر رہی ہے۔

حشر کے میدان میں جہنمیوں کا اللہ تعالیٰ کے ولیوں کے پاس جاکر فریاد کرنی اور پھر امداد وشفاعت طلب کرنی اس بات کی دلیل ہے کہ اولیائے کرام کے مقدس آستانوں پر جاکر ان کی قدم بوسی کرنا اور ان کی چوکھٹ کو چوم کر ان سے اپنے دکھوں کا علاج۔ بیماری کی شفا۔ مشکلوں کے حل اور گناہوں کی معافی کے لئے مدد مانگنی اور دعا کرانی نہ شرک ہے اور نہ بدعت۔ بلکہ جائز ومستحسن ہے۔ اور اگر سچ پوچھو تو عین شریعت ہے۔ اس لئے بھی کہ وہ چیز جو قیامت میں اور آخرت میں جائز ودرست ہے۔ وہ اس دنیا میں کیوں ناجائز وغلط ہے۔

روزِ حشر اور قیامت کے دن کہ وہ دوزخی دربارِ خداوندی میں حاضر تھے اس لئے ان کا حق تو یہ تھا کہ وہ دربارِ خداوندی میں فریاد کرتے اور اپنے رب تعالیٰ سے مدد مانگتے۔ اور براہِ راست اللہ تعالیٰ سے معافی کے خواستگار رہتے۔ مگر نہیں انہوں نے دیکھا کہ آج خدا تعالیٰ قہر وغضب اور پورے جاہ وجلال میں ہے کسی ایسے مردِ کامل اور اللہ کے دوست کا وسیلہ تلاش کرو جس کی شفاعت وسفارش وہ قبول کرے اس لئے انہوں نے خدا تعالیٰ کے دربار میں فریاد کرنے کی بجائے اولیاء اللہ کے دامن کو پکڑ کر التجا کی اور پھر ان کے وسیلے سے خداوند کریم نے ان کو معاف کر دیا۔ اور ان کی تقدیر بدل گئی۔

اب سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ آخر ایسا کیوں کیا گیا۔ اور ایسا کیوں ہوا؟ تو جواب یہ ہے کہ صرف اس لئے کہ وہ بدعقیدہ لوگ اور اولیائے عظام سے عداوت ودشمنی رکھنے والے گستاخ واعظ اور ان سے مدد مانگنے پر شرک وبدعت کے فتوے لگانے والے بے ادب مولوی یہ جان جائیں کہ اولیاء اللہ کی شان کیا ہے۔ اور آج یہی بزرگانِ دین گنہگاروں کے کام آرہے ہیں۔ اور [illegible] کے دوست ہیں جن کو تم دنیا میں غیر اللہ سمجھتے تھے۔ اور بھولے بھالے مسلمانوں کو یہ کہکر گمراہ کرتے رہتے

ہو کہ اولیاء اللہ کسی کی مدد نہیں کر سکتے۔ کسی کے کام نہیں آ سکتے۔ کسی کی فریاد نہیں سن سکتے کسی کو شفا نہیں دے سکتے۔ اور ان کے اختیار میں کچھ نہیں ہے۔ اور ان کے آستانوں پر جانا اور ان سے مدد مانگنی شرک و بدعت ہے۔ اور پھر اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہوا کہ فقیر درویش اور اپنے پیر و مرشد کی ہوئی خدمت ضائع نہیں جاتی۔ ایک نے پانی پلایا تھا اور دوسرے نے وضو کرایا تھا۔

نگاہِ ولی میں وہ تاثیر دیکھی
بدلتی ہزاروں کی تقدیر دیکھی

پارہ ۱۶۔ سورۃ مریم۔ آیت ۶۳

تِلْكَ الْجَنَّةُ الَّتِي نُورِثُ مِنْ عِبَادِنَا مَنْ كَانَ تَقِيًّا۔

کہ ہم نے اپنی جنت کا وارث اپنے اولیاء کو بنا دیا ہے۔ اور یہی وہ جنت ہے جس کا وارث ہم نے اپنے متقین بندوں کو بنا دیا ہے۔ اور متقین ہی اولیاء اللہ ہیں۔

(اِنْ اَوْلِيَاۤءُهٗۤ اِلَّا الْمُتَّقُوْنَ) انفعال آیت ۳۴

کہ یہ متقین ہی اس کے ولی و دوست ہیں۔ اور جب فرمانِ خداوندی کے مطابق یہ اولیاء اللہ جنت کے وارث ہیں تو پھر قیامت کے دن ان کا کسی کو جنت عطا کر دینا کون سی مشکل بات ہے۔

نزہت المجالس جلد ۲ صـ۲۱۵۔ حضرت ابنِ عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ قیامت کے دن عرشِ الٰہی سے منادی ہوگی۔ کہ میرے محبوب پاک علیہ السلام کے اصحابی کہاں ہیں۔ پس حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ دربارِ خداوندی میں حاضر ہوں گے۔ تو خدا تعالیٰ فرمائے گا کہ:

يَا اَبَا بَكْرٍ قِفْ عَلٰى بَابِ الْجَنَّةِ فَاَدْخِلْ مَنْ شِئْتَ بِرَحْمَةِ اللّٰهِ وَامْنَعْ مَنْ شِئْتَ بِعِلْمِ اللّٰهِ۔

کہ اے ابوبکر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جنت کے دروازے پر کھڑے ہو جاؤ اور اللہ کی رحمت سے جس کو چاہو جنت میں داخل کر دو۔ اور جس کو چاہو اللہ کے

علم سے روک دو۔ اور پھر حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو حکم ہوگا کہ

یَا عُمَرُ قِفْ عَلَی الْمِیْزَانِ فَثَقِّلْ مَنْ شِئْتَ وَخَفِّفْ مَنْ شِئْتَ

کہ اے عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ میزان پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کے چاہو اعمال زیادہ کر دو اور جس کے تم چاہو کم کر دو۔ اور جس کا تم چاہو پلّہ بھاری کر دو اور جس کا چاہو ہلکا کر دو۔ اور حضرت عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہا جائے گا کہ۔ قِفْ عَلَی الصِّرَاطِ

کہ اے عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ پل صراط پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو تم چاہو بازو سے پکڑ کر پار کر دو۔ اور جس کو تم چاہو دوزخ میں پھینک دو۔ اور پھر حضرت علی المرتضیٰ کو حکم ہوگا کہ :۔

یَا عَلِیُّ قِفْ عَلَی الْحَوْضِ فَاسْقِ مَنْ شِئْتَ وَاصْرِفْ مَنْ شِئْتَ ۔

کہ اے علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حوض کوثر پر کھڑے ہو جاؤ اور جس کو تم چاہو پانی پلا دو اور جس کو چاہو پیاسا رکھو۔ اس روایت پر غور کرو کہ جنت کے دروازے پر حضرت ابو بکر صدیق ہیں۔ اور میزان پر حضرت عمر فاروق اور پل صراط پر حضرت عثمان غنی ہیں اور حوض کوثر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم۔ اور یہ سب کملی والے آقائے دو عالم علیہ السلام کے اصحابی ہیں اور اللہ تعالیٰ کے دوست ہیں۔ اور تمام اولیاء اللہ کے پیشوا اور امام ہیں۔ نہیں نہیں بلکہ منبع ولایت ہیں۔ مگر بدعقیدہ لوگوں کے باطل عقیدے کے مطابق یہ غیر اللہ ہیں۔ اور غیر اللہ کے آستانوں پر جانا اور ان سے مدد مانگنا اور مشکل کشائی کے لئے فریاد کرنا اور ان کے آگے حاجت روائی کے لیے ہاتھ پھیلانا ان کے نزدیک شرک اور بدعت ہے۔ اس لئے بدعقیدہ مولویوں۔ گستاخ دانشوروں اور اولیاء اللہ کے بے ادب لوگوں کے لئے قیامت کے دن سوائے جہنم کے کوئی ٹھکانہ نہیں ہوگا۔ اس لئے کہ جب یہ لوگ جنت کی طرف دیکھیں گے تو وہاں بھی غیر اللہ۔ میزان کی طرف دیکھیں گے تو وہاں بھی غیر اللہ۔ پل صراط سے گذریں گے تو وہاں بھی غیر اللہ اور پھر شدت پیاس سے تنگ آکر حوض کوثر کی طرف دوڑیں گے تو وہاں بھی غیر اللہ۔ جن کو یہ لوگ مشکل کشا ہی نہیں مانتے۔ تو پھر حیران ہوں اور سوچتا ہوں کہ ان بدعقیدہ

لوگوں کا قیامت میں کیا بنے گا۔ اگر یہ میری بات مان لیں تو آج بھی اپنے باطل اور لغو عقیدے سے توبہ کر کے کسی مردِ کامل کے دامن کو تھام لیں۔ کسی درویش باخدا کے قدم چوم لیں۔ اور کسی مرشدِ پاک کے آستانے پر سرِ نیاز جھکا دیں۔

اور میں یہ بھی سوچتا ہوں کہ ان لوگوں کا قیامت میں کیا بنے گا جو اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم پر طعن و تشنیع اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرتے رہتے ہیں۔ اور نعوذ باللہ من ذالک ان کو مسلمان ہی نہیں سمجھتے۔ اس لیے اگر اصحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم سے بغض و عداوت رکھنے والے لوگ بھی اگر چاہتے ہیں کہ ہماری نجات ہو جائے۔ تو ان کو بھی چاہیئے کہ اپنے عقائدِ باطلہ سے توبہ کر کے اصحابہ کرام کے نیازمندوں میں اپنا نام لکھوا لیں اور خدا تعالیٰ سے اپنے گناہوں کی معافی مانگ کر اصحابہ کرام کے غلام بن جائیں۔ خدا بڑا ہی رحیم و کریم اور ستار و غفار ہے اور اس کی رحمت و بخشش کے دروازے آج بھی کھلے ہیں۔ انشاء اللہ وہ اپنے دوستوں اور صحابہ کرام کے صدقے سے ان کو ان کی غلطیاں معاف کر دے گا۔

غور کرو کہ جنت کے دروازے پر حضرت ابو بکر صدیق ہیں اور میزان پر حضرت حضرت عمر فاروق اور پُل صراط پر حضرتِ عثمان غنی ہیں اور حوض کوثر پر حضرت علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اور خداوند تعالیٰ کا اصحابہ کرام کو قیامت کے دن یہ منصب عطا کرنا اس کی شانِ کریمی ہے۔ اور بندہ نوازی ہے۔

بلاتشبیہہ و مثال اگر کوئی بادشاہ اپنے ملک کے مختلف محکمے وزیروں کے سپرد کر دے تو کون سا کفر و شرک ہے اور کسی کو کیا حق ہے کہ وہ اس بادشاہ سے پوچھے کہ تو نے ایسا کیوں کیا ہے۔ اگر صدرِ پاکستان محمد ایوب خاں صاحب نے کسی کو وزیر خارجہ اور کسی کو وزیر قانون بنا دیا ہے تو اس میں کون سا کفر و شرک ہے۔ اور پھر ہمیں کیا حق ہے کہ ہم صدرِ پاکستان کے اس فیصلے پر نکتہ چینی کریں۔ ہاں اگر یہ یا دوسرے وزراء اپنے اپنے فرائض کو پوری دیانت و صلاحیت سے انجام نہ دیں۔ تو ان کو بدلا جا سکتا ہے۔ مگر یہ اصحابہ کرام اور اولیائے عظام اللہ تعالیٰ کے ایسے وزیر ہیں کہ جن کے متعلق یہ شبہ کرنا

بھی کفر ہے کہ یہ لوگ اپنے فرضِ منصبی میں کسی قسم کی بد دیانتی یا کوتاہی کرتے ہوں گے اس لئے یہ وزیر بدلے بھی نہیں جا سکتے۔ کیونکہ یہ صرف اللہ تعالیٰ ہی کے وزیر نہیں ہیں بلکہ حبیب بھی ہیں۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُتَّقِیْنَ

اور وزیر تو بدلتے رہتے ہیں۔ مگر حبیب کبھی نہیں بدلتے۔

نبوت کے بعد اصحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولایت و طریقت۔ حقیقت و معرفت اور رشد و ھدایت کے امام و پیشوا ہیں۔ اور طریقت کے چاروں سلسلوں نقشبندیہ، چشتیہ۔ قادریہ، اور سہروردیہ کے سردار و سرتاج اور منبع و مخزن ہیں۔

لائلپور کے آٹھ بازار ہیں، جن کے نام یہ ہیں۔

کچہری بازار، ریل بازار، کارخانہ بازار، امین پور بازار۔ منٹگمری بازار چنیوٹ بازار۔ بھوانہ بازار اور جھنگ بازار۔ اور شہر کے وسط میں گھنٹہ گھر ہے۔ اور ایک گول بازار ہے جو شہر کے ارد گرد اس طرح گھومتا ہے کہ اگر کوئی شخص اس بازار کی کسی دکان سے چل پڑے تو تھوڑی دیر کے بعد تمام شہر کا چکر لگانے کے بعد پھر اسی دکان پر آ جائے گا۔ اگر لائل پور شہر کی بناوٹ اور اس کے نقشے پر غور کیا جائے تو یہ مسئلہ پوری طرح سمجھ میں آ جاتا ہے کہ اگر کسی مسافر نے گھنٹہ گھر جانا ہو تو وہ شہر کے ان آٹھوں بازاروں میں سے جس بازار میں بھی داخل ہو گا گھنٹہ گھر سامنے نظر آ جائے گا۔ اور وہ مسافر بڑی آسانی سے گھنٹہ گھر پہنچ جائے گا۔ لیکن اگر غلطی سے کوئی گول بازار میں داخل ہو جائے گا تو پھر وہ ساری زندگی شہر کے ارد گرد چکر لگاتا رہے گا۔ مگر گھنٹہ گھر نہیں پہنچ سکے گا۔

بلاتشبیہہ و مثال! جس طرح لائل پور شہر کے مرکز تک پہنچنے کے لئے کسی بازار میں داخل ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ اسی طرح مرکزِ رسالت اور خدا تک پہنچنے کے لئے طریقت کے کسی بازار میں داخل ہونا ضروری اور لازمی ہے۔ مگر یہ بدعقیدہ لوگ تو گول بازار میں پھنسے ہوئے چکر لگا رہے ہیں۔ اس لئے قیامت تک ان کو منزلِ مقصود نہیں مل سکتی۔ اور ملے بھی کیوں کر۔ جب کہ خداوندِ کریم نے ان کے متعلق یہ فیصلہ کر دیا

ہُوا ہے۔

پارہ ۱۵۔ سورۃ کہف۔ آیت ۱۷۔

وَمَنْ یُّضْلِلْ فَلَنْ تَجِدَ لَهٗ وَلِیًّا مُّرْشِدًا

کہ وہ شخص جو گمراہ ہو گیا پس نہ پائے کسی ولی یا مُرشد کو یعنی مددگار و راہنما کو۔ یہ آیت پاک بھی اولیائے کرام رحم اللہ علیہم سے بغض و عداوت رکھنے والوں اور اُن کی شان پاک میں گستاخی کرنے والوں کے لیئے تازیانۂ عبرت بھی ہے۔ اور ان کی ضلالت و گمراہی پر ایک خدائی مہر بھی۔ اس لیئے کہ یہ بدنصیب لوگ کسی ولی و مرشد کے طالب نہیں ہیں۔ اور نہ ہی کسی پیر و فقیر کو مانتے ہیں۔ اور نہ ہی اولیاء اللہ اور کسی مرشد کامل کے تصرفات و کمالات کے قائل ہیں۔ اور نہ ہی اس دنیا کے خطرناک جنگل سے صحیح و سلامت گذرنے کے لیئے کسی مددگار و راہنما کی ضرورت محسوس کرتے ہیں۔ اور نہ ہی گناہ و معصیت کے سمندر کی طوفانی موجوں سے اپنی کشتیِ حیات کو بحفاظت کنارے پر لے جانے کے لیئے کسی ملاح کی تلاش کرتے ہیں۔ اور نہ ہی اس ظلمت کدۂ جہاں میں سیدھے راستے پر چلنے کے لیئے کسی مردِ کامل کے نورِ معرفت سے روشنی حاصل کرتے ہیں۔ اور نہ ہی خدا اور رسول تک پہنچنے کے لیئے کسی فقیر و درویش کے وسیلے کی جستجو کرتے ہیں۔

اور قرآن پاک کی اس آیت مبارکہ سے یہ حقیقت بھی پوری طرح واضح ہو جاتی ہے۔ کہ ضلالت و گمراہی سے بچنے کے لیئے فسق و فجور کے اندھیروں میں روشنی حاصل کرنے کے لیئے اور اللہ و رسول تک پہنچنے کے لئے کسی ولی و مددگار اور کسی مرشد و راہنما کا دامن پکڑنا ضروری ہے۔

اگر کسی وزیر یا کسی افسر کو ملنا ہو تو ہزاروں وسیلے تلاش کرنے پڑتے ہیں، اس کے دوستوں کو تلاش کرنا پڑتا ہے۔ تو خدا اور رسول تک پہنچنا کوئی آسان تو نہیں ہے۔ پھر ان کو ملنے کے لیئے بھی کسی مرشدِ کامل کا وسیلہ تلاش کرنا پڑے گا۔ جب کہ خداوند کریم نے خود ہی فرما دیا ہے کہ یہ میرے دوست ہیں۔ میرے یار ہیں۔ اور مجھے ملنے والے ہیں۔ جس طرح بغیر تیل کے چراغ نہیں جل سکتا۔ اور بغیر پانی کے درخت نہیں پل سکتا۔ اسی

طرح بغیر مُرشد کے خدا نہیں مل سکتا۔ اسی لئے تو درویش لاہوری کہتا ہے۔ کہ ؎

کیمیا پیدا کن از مُشتِ گلے
بوسہ زن بر آستانِ کاملے

کہ اے مسلمان اگر تو اپنی مُشتِ خاک کو سونا بنانا چاہتا ہے تو کسی مردِ کامل کے آستانے کی مقدس چوکھٹ کو چوم

دریا پہاڑوں کے چشموں سے نکلتے ہیں۔ اور پھر سارے پاکستان کو سیراب کرتے ہیں۔ اور سوکھی ہوئی کھیتیاں سرسبز و شاداب کرتے ہیں۔ مگر نہ تو ضلع لائلپور کی زمین براہِ راست کسی چشمے سے سیراب ہوتی ہے۔ اور نہ ہی ضلع ساہیوال کا کوئی خطہ۔ مگر ان چشموں سے بنجر علاقوں اور بارانی زمین کو سیراب کرنے کے لئے یہ طریقہ اختیار کیا گیا کہ چشموں سے دریا نکلے۔ اور دریاؤں سے بڑی بڑی نہریں نکالی گئیں اور نہروں سے سودے اور سوؤں سے کھالے اور پھر کھالوں سے نالیاں۔ اور ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ یہ نالیاں زمین کو سیراب کرتی ہیں۔ اور ہر نالی کے پانی کا تعلق بالواسطہ چشموں کے پانی سے ہے۔ نہیں نہیں۔ بلکہ ہر نالی کا پانی چشمے کا ہی ہے۔

نبوت کے سرچشمہ سے ولایت و روحانیت کے چار بڑے دریا نکلے پھر ان دریاؤں سے سینکڑوں نہریں نکلیں۔ پھر ان نہروں سے ہزاروں کھالے اور کھالوں سے لاکھوں نالیاں نکلیں۔ جن کے ذریعے کروڑوں انسانوں کی دل کی کشتِ ویراں سیراب ہوگئی۔ سینوں کے اُجڑے ہوئے کھیت سرسبز ہو گئے۔ اور ضلالت و گمراہی اور فسق و فجور کی بادِ خزاں سے اُجڑے ہوئے دلوں کے باغیچوں میں حق و صداقت اور رُشد و ھدایت کی بہار آ گئی۔ حضرتِ ابوبکر صدیق۔ حضرتِ عمر فاروق۔ حضرتِ عثمان غنی اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہم ولایت و روحانیت کے دریا ہیں۔ جن سے طریقت و معرفت کی سینکڑوں نہریں نکلیں۔ حضرتِ اویس قرنی۔ حضرت خواجہ حسن بصری۔ حضرت امام جعفر صادق۔ حضرتِ ذوالنون مصری۔ حضرت بایزید بسطامی۔ حضرتِ شیخ شبلی۔ حضرت جنید بغدادی۔ حضرت ابوالحسن خرقانی۔ حضرتِ غوث اعظم۔ حضرت

خواجہ معین الدین۔ حضرت داتا گنج بخش۔ حضرت باوا فرید۔ حضرت نظام الدین اور حضرت بہاول حق ذکریا۔ حضرت خواجہ فقیر محمد چوراہی۔ اور مرشدِ لاثانی حضرت شیخ جماعت علی شاہ رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین۔ یہ تمام بزرگانِ دین اور اولیائے کرام چشمۂ ولایت و روحانیت اور منبعِ رُشد و ہدایت سے نکلے ہوئے اللہ جل جلالہ کے دریاؤں کی طریقت و حقیقت کی نہریں ہیں۔ جن کے صدقے سے۔ جن کے وسیلے سے جن کی معرفت اور جن کے ذریعے سے نسلِ انسانی کے دلوں کی بنجر زمین سیراب ہوتی آ رہی ہے۔ اور قیامت تک ہوتی رہے گی۔ اور حقیقت و معرفت کے گلشن مہکتے رہیں گے۔ اور رشد و ہدایت کے پھول کھلتے رہیں گے۔

اور جس طرح ضلع لائل پور کے کسی باغ کو سیراب کرنے والے پانی کا تعلق بالواسطہ پہاڑوں سے نکلنے والے چشمہ سے ہے اسی طرح حضرت خواجۂ خواجگان۔ قبلۂ عالم شہنشاہِ طریقت میرے پیر و مُرشد حضرت سید علی حسین شاہ صاحب علی پوری دامت برکاتہم العالیہ سے پیدا کیا ہوا روحانی تعلق بالواسطہ چشمۂ ولایت و روحانیت حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے ہو جائے گا۔ نہیں نہیں بلکہ سرچشمۂ نبوت و رسالت سید المرسلین حضرتِ محمد مصطفےٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہو جائے گا۔ اور اگر سچ پوچھو تو خداوند تعالیٰ سے ہو جائے گا۔

پارہ ۲۶۔ سورۃ الفتح۔ آیت ۱۰

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ تَحْتَ الشَّجَرَۃِ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ

میرے گھر میں بجلی ہے۔ اور جب رات کے اندھیرے میں مجھے روشنی کی ضرورت پڑتی ہے تو میں ایک بٹن کو دبا لیتا ہوں۔ جس سے میرا کمرہ فوراً روشن ہو جاتا ہے۔ اور سارے مکان میں اجالا ہو جاتا ہے۔ اور سارا گھر چمک اٹھتا ہے۔ اور میرے کمرے کی بجلی کے انڈے کا تعلق بالواسطہ کسی بجلی گھر سے ہے۔ جہاں سے مختلف طریقوں سے تقسیم ہوتی ہوئی تاروں کے ذریعے میرے مکان تک پہنچتی ہے۔ تو جس طرح مکان کے اندھیرے

کو دور کرنے کے لئے کسی چراغ یا بجلی کے انڈے کی ضرورت ہوتی ہے۔ اسی طرح دل کے اندھیرے کو بھی دُور کرنے کے لئے کسی مرشد کامل کے نورِ معرفت کی ضرورت ہے۔ اور جس طرح کسی مکان کی بجلی کے بٹن کا تعلق کسی بجلی گھر سے ہوتا ہے۔ اسی طرح کسی مرشد کامل سے پیدا کیا ہوا روحانی تعلق بالواسطہ نبی اور خدا سے ہو جاتا ہے۔

یُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ اور مَصَابِیْحِ الْهُدٰی کا یہی مطلب ہے۔ کہ جب اس کائنات ارضی پر ضلالت و گمراہی کے اندھیرے چھا جاتے ہیں۔ فسق و فجور کی تاریکی پھیل جاتی ہے۔ کفر و باطل کی سیاہی غالب آ جاتی ہے۔ اور بے دینی و الحاد کی ظلمت مسلط ہو جاتی ہے۔ تو پھر خداوند تعالیٰ اپنے مقبول بندوں اور اولیائے کرام کے ذریعے سے نسل انسانی کو کفر و باطل کے اندھیروں۔ فسق و فجور کی تاریکیوں اور بے دینی و الحاد کی ظلمتوں سے نکال کر رشد و ہدایت کی روشنی۔ حق و صداقت کے اجالے اور دین و ایمان کے نور کی طرف لے آتا ہے۔

مسلم شریف جلد ۲ صـ۳۵۹، مشکوٰۃ شریف صـ۲۰۳

حضرتِ ابی سعید خدری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا کہ بنی اسرائیل میں ایک آدمی تھا۔ جس نے ننانوے قتل کئے۔ پھر وہ توبہ کرنے کے ارادے سے گھر سے نکل کھڑا ہوا۔ اس نے ایک راہب سے پوچھا کہ میں نے ننانوے قتل کئے ہیں۔ اور اب میں توبہ کروں تو کیا خدا تعالیٰ میری توبہ قبول کرے گا کہ نہیں ؟ اس نے کہا کہ نہیں۔ تو اس نے اس راہب کو بھی قتل کر دیا۔ اور پھر اس نے آگے جاکر کسی اور شخص سے پوچھا۔ تو اس نے جواب دیا۔ اِئْتِ قَرْیَۃَ کَذَا وَکَذَا۔ کہ فلاں بستی میں چلے جاؤ۔ مسلم شریف کے الفاظ یہ ہیں:۔

فَانْطَلِقْ اِلٰی اَرْضِ کَذَا وَکَذَا فَاِنَّ بِهَا اُنَاسًا یَعْبُدُوْنَ اللّٰهَ

کہ فلاں بستی میں چلے جاؤ۔ وہاں کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے والے ہیں۔ یعنی اولیاء اللہ ہیں۔ ثُمَّ سَاَلَ عَنْ اَعْلَمِ اَهْلِ الْاَرْضِ۔ پھر اس نے ایک بہت بڑے عالم دین سے سوال کیا تھا۔ اور عالم دین نے اس کو یہ فرمایا تھا۔

اور جب وہ اللہ تعالیٰ کے ایک ولی کی طرف اپنے گناہوں کی معاف کرانے اور توبہ قبول کرانے کی غرض سے جارہا تھا تو راستے میں اس کی موت ہوگئی۔

فَاخْتَصَمَتْ فِیْهِ مَلَائِكَةُ الرَّحْمَةِ وَمَلَائِكَةُ الْعَذَابِ —

پس رحمت کے فرشتے اور عذاب کے فرشتے آپس میں جھگڑنے لگے، عذاب کے فرشتے کہتے تھے کہ یہ ایک سو آدمیوں کا قاتل ہے۔ اس لئے یہ جہنمی ہے۔ اور رحمت کے فرشتوں کا موقف یہ تھا کہ اب یہ اللہ کے ولیوں کی طرف توبہ کرنے جارہا ہے اس لئے یہ جنتی ہے۔

تب خداوند تعالیٰ نے فرشتوں کو حکم دیا۔ کہ جاؤ اور یہ گنہگار جہاں سے چلا ہے۔ وہاں سے لے کر جہاں اس نے جانا ہے وہاں تک فاصلہ ناپ لو۔ اگر اگلا حصہ کم ہے تو یہ جنتی ہے۔ اور اگر پچھلا حصہ کم ہے تو یہ دوزخی ہے۔ جب فرشتے وہ فاصلہ ناپنے لگے تو فَاَوْحَى اللهُ اِلٰى هٰذِهٖ اَنْ تَقَرَّبِیْ - خدا تعالیٰ نے زمین کو حکم دیا کہ آگے سے سمٹ جا۔ پس وہ زمین آگے سے سمٹ گئی۔ اور فاصلہ کم ہوگیا۔ یا وہ بستی قریب ہوگئی۔ اور پھر خداوند کریم نے فرشتوں کو فرمایا کہ کون سا حصہ کم ہوا ہے، تو فرشتوں نے عرض کی یا مولا — هٰذِهٖ اَقْرَبُ بِشِبْرٍ کہ یہ بستی پچھلے حصے سے ایک بالشت کم ہے۔

فَغَفَرَ لَهٗ - پس خدا کی رحمت وبخشش کا دریا جوش میں آگیا اور اس سو انسانوں کے قاتل کو بخش دیا۔

غور کرو کہ وہ گنہگار اور ایک سو انسانوں کا قاتل ابھی اللہ کے ولی کے پاس پہنچا ہی نہیں ہے بلکہ ابھی اس بستی کی طرف جارہا تھا جس میں اولیاء اللہ رہتے تھے۔ تو خداوند تعالیٰ نے اس قاتل و گنہگار کو بخش دیا۔ صرف اس لئے کہ وہ توبہ کرنے اولیاء اللہ کی طرف جارہا تھا۔ اور خدا تعالیٰ کو یہ بات پسند آگئی کہ اگرچہ یہ گنہگار ہے لیکن توبہ کرنے میرے دوستوں اور میرے اولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم کی طرف جارہا ہے اگر میں نے اس کی توبہ قبول کرکے اور اس کے گناہ معاف کرکے آج نہ بخشا تو میرے

اولیائے عظام کی شان میں فرق آجائے گا۔
تو ہم بھی اللہ کے ولی۔ کسی پیر و فقیر اور کسی مُرشد کامل کے مقدس ہاتھوں میں اپنے ہاتھ دے کر صرف اسی لئے بیعت کرتے ہیں۔ تاکہ ہماری توبہ قبول ہو جائے۔ ہمارے گذشتہ گناہوں کی معافی ہو جائے۔ اور اس مرشد کامل کے وسیلے سے ہمیں خدا اور رسول کا سیدھا راستہ مل جائے۔ اور اولیاء اللہ کے صدقے سے ہماری نجات ہو جائے۔ اور ہماری بگڑی ہوئی تقدیر بدل جائے۔ اور اس حدیث پاک سے یہ بھی ثابت ہُوا۔ کہ اولیاء اللہ کی زیارت و ملاقات کی نیت کر کے قصداً جانا نہ صرف یہ کہ جائز ہے بلکہ باعث بخشش اور وسیلۂ نجات بھی ہے۔
اور ایسا ہو بھی کیوں نہ جب کہ خداوندِ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ المتقین کہ اللہ تعالیٰ اولیائے کرام سے محبت کرتا ہے۔ اور جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی مقبول بندے سے محبت کرتا ہے۔ تو پھر ساری کائنات اس سے محبت کرنے لگ جاتی ہے۔ اور وہ ساری مخلوق کا محبوب بن جاتا ہے۔ جیساکہ سیّد المرسلین صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔
مشکوٰۃ شریف صـ۴۲۵ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا
اِنَّ اللّٰہَ اِذَا اَحَبَّ عَبْدًا دَعَا جِبْرِیْلَ فَقَالَ اِنِّیْ اُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّہٗ قَالَ فَیُحِبُّہٗ جِبْرِیْلُ ثُمَّ یُنَادِیْ فِی السَّمَآءِ فَیَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْہُ فَیُحِبُّہٗ اَھْلُ السَّمَآءِ ثُمَّ یُوْضَعُ لَہُ الْقَبُوْلُ فِی الْاَرْضِ
کہ جب اللہ کریم کسی بندے سے محبت کرنے لگتا ہے۔ تو حضرت جبریل علیہ السلام کو بلا کر کہتا ہے۔ کہ میں فلاں بندے سے محبت کرتا ہوں۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ نبی کریم علیہ السلام نے فرمایا پھر جبریل علیہ السلام بھی اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتا ہے۔ اور پھر آسمانوں پر منادی کر دی جاتی ہے کہ اے آسمان والو خداوند تعالیٰ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے۔ تم بھی اس سے محبت کرو۔ پس آسمانوں کے تمام فرشتے بھی اس بندے سے محبت کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور پھر اللہ تعالیٰ زمین والوں کے دلوں میں بھی اپنے اس

مقبول و محبوب بندے کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ مقبولانِ الٰہی کے مقدس آستانوں پر مخلوقِ خدا کا ہجوم رہتا ہے۔ اور اولیائے کرام کے دروازوں پر حاجت مندوں کا میلہ لگا رہتا ہے۔ اور ان دلق پوشوں کی بارگاہوں پر بڑے بڑے شہنشاہ کاسۂ گدائی لئے پھرتے ہیں۔ اور ان فاقہ مستوں کی چوکھٹوں پر دنیا کے تاجداروں کی جبینِ نیاز جھکی رہتی ہے۔ اور ان خدا پرستوں کے درباروں پہ ہزاروں دُکھ درد کے مارے انسان مشکل کشائی کے لئے اپنے دامن پھیلائے رکھتے ہیں۔ اور ان فقیروں کے ڈیروں پر دُنیا کے ٹھکرائے ہوئے لاکھوں انسان پناہ لیتے ہیں۔ اسی لئے تو عدم کہتا ہے۔ کہ :- ؎

ارے میگسارو سویرے سویرے
خرابات کے گرد پھیرے پہ پھیرے
کبھی اس طرف بھی گذر کر تو دیکھو
بڑی پُر رونقیں ہیں فقیروں کے ڈیرے

اور پھر ان کے چشمۂ روحانیت سے اپنی پیاس بجھانے کے لئے تشنگانِ معرفت کا ہجوم رہتا ہے۔ اور ان کے میخانۂ عرفان و حقیقت سے شرابِ عشق و مستی پینے والوں کا میلہ لگا رہتا ہے۔ اور ان کے چراغِ رشد و ہدایت سے حق و صداقت کی راہ تلاش کرنے والے پروانوں کا اژدہام رہتا ہے۔ پھر ان کے دروازوں سے کوئی خالی نہیں جاتا۔ بلکہ جو بھی آتا ہے۔ جھولی بھر کے جاتا ہے۔ بیمار آتا ہے تو شفا پا کر جاتا ہے۔ دُکھ والا آتا ہے تو سُکھ لے کر جاتا ہے۔ بے چین آتا ہے۔ تو چَین لے کر جاتا ہے۔ بے مراد آتا ہے۔ تو بامراد ہو کر جاتا ہے۔ بھٹکا ہُوا آتا ہے تو منزل پا کر جاتا ہے۔ بدنصیب آتا ہے تو خوش نصیب ہو کر جاتا ہے۔ دوزخی آتا ہے تو جنتی بن کر جاتا ہے۔ بے اولاد آتا ہے۔ اولاد لے کر جاتا ہے۔ اور سچ پوچھو تو چور آتا ہے تو قطب ہو کر جاتا ہے۔ اسی لئے تو درویش لاہوری کہتا ہے۔

ہزاروں خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

اور یہی نفوسِ قدسیہ ہیں جو اطاعتِ خدا اور رسول کی بدولت عبادت و ریاضت کے ذریعے اور مراقبہ و مجاہدۂ نفس کی معرفت اپنے رب تعالیٰ کے ساتھ اتنا قرب اور تعلق پیدا کر لیتے ہیں کہ نبیِ کریم علیہ السلام کے فرمان کے مطابق پھر اللہ تعالیٰ ان کی آنکھیں بن جاتا ہے۔ اور وہ ان آنکھوں سے دیکھتے ہیں۔ خدا ان کے کان بن جاتا ہے، وہ خدا کے کانوں سے سنتے ہیں۔ خدا ان کے ہاتھ بن جاتا ہے۔ اور وہ خدا کے ہاتھوں سے پکڑتے ہیں۔ خدا ان کے پاؤں بن جاتا ہے۔ اور وہ خدا کے پاؤں سے چلتے ہیں۔ اور پھر جب بھی اور جو بھی وہ سوال کرتے ہیں خدا پورا کر دیتا ہے۔ جو مانگتے ہیں خدا عطا کر دیتا ہے، اور جو وہ سوال کرتے ہیں خدا پورا کر دیتا ہے۔ جو مانگتے ہیں خدا عطا کر دیتا ہے۔ اور جو وہ کہتے ہیں خدا مان لیتا ہے۔ حالانکہ خدا کی آنکھیں نہیں لیکن وہ دیکھتا ضرور ہے۔ اس کے کان نہیں لیکن وہ سنتا ضرور ہے۔ اس کے ہاتھ نہیں لیکن وہ پکڑتا ضرور ہے اور اس کی زبان نہیں لیکن وہ بولتا ضرور ہے۔ وہ جسم و اعضاء سے پاک ہے۔ چلنے پھرنے سے مبرّا ہے۔ کھانے پینے سے منزّہ ہے۔ سونے جاگنے۔ اٹھنے بیٹھنے۔ طول و عرض اور مرض وغرض سے پاک ہے۔

اور امام الانبیاء علیہ السلام کے فرمان کے مطابق جب اولیاء اللہ کا دیکھنا خدا کی آنکھ سے دیکھنا ہے۔ تو پھر اس دیکھنے کی کوئی حد نہیں ہوگی۔ پھر وہ مصلّے پر بیٹھ کر ساری کائنات کو دیکھ سکتا ہے۔ زمین و آسمان کو دیکھ سکتا ہے۔ فرش و عرش کو دیکھ سکتا ہے۔ اور لوح و قلم کو دیکھ سکتا ہے۔ اسی لئے تو عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لوحِ محفوظ است پیشِ اولیاء

کہ لوحِ محفوظ بھی اولیاء اللہ کے سامنے ہے۔ اور ایک مردِ کامل جب خدا

کے کانوں سے سُنتا ہے۔ تو پھر اس کے سُننے کی بھی کوئی حد نہیں ہوگی۔ وہ اپنے حجرے میں بیٹھکر شرق و غرب کی آوازیں سن سکتا ہے۔ قرب و جوار کی صدائیں سن سکتا ہے۔ دور و نزدیک کی پکاریں سُن سکتا ہے۔ اور اپنے مریدوں کی فریادیں جہاں بھی وہ ہونگے سُن سکتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے مدینہ منورہ میں جمعہ کا خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:۔ یَاسَارِیَۃَ الْجَبَلْ۔ کہ اے ساریہ پہاڑ کی جانب سے بچو۔ اور حضرتِ ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے چھتیس سو ۳۶۰۰ میل کے فاصلے سے حضرتِ عمر کی آواز سُن لی ـــ کیوں ؟ ـــ اس لیئے کہ حضرت عمر نے اللہ کی آنکھ سے دیکھا۔ اور حضرتِ ساریہ نے اللہ کے کانوں سے سُنا۔

اور پھر اس کی پکڑ بھی خدائی پکڑ ہوگی۔ کیونکہ اس کے ہاتھ خدا کے ہاتھ ہیں۔ اقبال کہتا ہے۔ کہ ؎

ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں کارکشا و کارساز

اور پھر اولیاء اللہ کا بولنا بھی خدا کا بولنا ہوگا۔ اور خدا کا بولنا ہی تقدیر الہٰی ہے۔ عارفِ رومی فرماتے ہیں۔ ؎

گفتہ او گفتہ اللہ بود
گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

ایسے ہی مردِ مومن اور ایسے ہی بندۂ خدا کے متعلق اقبال کہتا ہے۔ کہ ؎

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں کردار میں اللہ کی بُرہان
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآں

اور پھر فقر و درویشی کے مقام کو بیان کرتا ہے۔ کہ ؎

اک فقر سکھاتا ہے صیاد کو نخچیری
اک فقر سے کھلتے ہیں اسرارِ جہانگیری

اک فقر سے قوموں میں مسکینی و دلگیری
اک فقر کی مٹی میں خاصیّتِ اکسیری
اک فقر ہے شبیری اس فقر میں ہے میری
میراثِ مسلمانی سرمایۂ شبیری

یہاں اس درویشِ لاہوری نے فقر و درویشی کے دونوں پہلو بیان کر دیئے ہیں۔ اصلی بھی اور نقلی بھی۔ رحمانی بھی اور شیطانی بھی۔ یعنی اس خطۂ ارضی میں ایک تو مقبولانِ الٰہی۔ مردانِ کامل اور اولیاء اللہ ہیں۔ جن کا ذکر پہلے گذر چکا ہے۔ کہ وہ ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں میں رُشد و ھدایت کی شمع روشن کرتے ہیں۔ اور فسق و فجور کے اندھیروں میں حق و صداقت کے چراغ جلاتے ہیں۔ اور کفر و باطل کی ظلمتوں میں دین و ایمان کا نور پھیلاتے ہیں۔ اور پھر احکامِ خداوندی۔ قوانینِ الٰہیہ اور ناموسِ دین و اسلام کی خاطر کسی بڑی سے بڑی طاقت سے بھی ٹکر لینے سے دریغ نہیں کرتے۔ اور وہ ساری ساری رات ریاضت و عبادت میں گذار دیتے ہیں۔ اور ذکر و فکر میں مشغول رہتے ہیں۔ اور دوسرے وہ مست الست اور رنگ دھڑنگ فقیر و درویش ہیں جو فقر و درویشی کا لباس پہن کر مسلمانوں کو دھوکہ دے رہے ہیں۔ نہ نماز۔ نہ روزہ۔ نہ فرض نہ نفل۔ نہ ذکر نہ فکر۔ نہ عبادت نہ ریاضت۔ نہ وضو نہ مصلےٰ اور نہ شریعت نہ طریقت اور پھر بھی فقیر کے فقیر۔ اور درویش کے درویش۔ اور پیر کے پیر۔ بس کونڈا اور ڈنڈا بھنگ اور چرس۔ اور عیاشی و فحاشی ہے۔ لیکن پھر ولی کے ولی۔ مگر قصور ان کا نہیں۔ ان کے ماننے والوں کا ہے۔ جو اتنے جاہل و نادان ہیں کہ ان کو حق و باطل کی پہچان نہیں۔ نیک بد کا امتیاز نہیں۔ اور اچھے اور بُرے کی تمیز نہیں ہے۔ کتنے افسوس کی بات ہے کہ پاکستان کے مسلمان اصلی اور نقلی گھی کی تو پہچان کر لیتے ہیں۔ مگر اصلی و نقلی پیر کو نہیں پہچان سکتے۔ اور خالص و ملاوٹ والے دودھ کو تو پرکھ سکتے ہیں۔ مگر خالص و ملاوٹی فقیر کو نہیں پرکھ سکتے۔ اور یہ اچھے اور بُرے دوست کو تو جان لیتے ہیں مگر اچھے اور بُرے درویش کو نہیں جان سکتے۔

خبردار! وہ فقیر جو احکامِ خداوندی کا باغی ہو۔ وہ درویش جو شریعتِ مصطفےٰ

سے بے عمل ہو اور وہ پیر جو اسلام کی حدوں کو توڑے وہ اسلام کی مقدس پیشانی پر ایک بدنما داغ ہے۔ دین کے حسین چہرے پر ایک کلنک کا ٹیکہ ہے۔ اور مذہب کے خوبصورت ماتھے پر ایک سیاہ دھبہ ہے۔ اور ایسا فقر قوم میں بے حسی و بزدلی مسکینی و دلگیری اور بے حیائی و بے غیرتی پیدا کرتا ہے۔ اور ایک وہ فقر ہے جو عبادت و ریاضت کے ذریعے۔ ذکر و فکر کے سبب اور مراقبہ و مجاہدہ کی معرفت فنا فی اللہ کے مقام پر پہنچ کر عصائے کلیم اور ید قدرت بن جاتا ہے۔ اور ایسا فقر قوم میں بہادری و شجاعت ہمت و جرأت۔ بیباکی و توانائی۔ جہانگیری و جہانبانی اور طہارت و پاکیزگی سکھاتا ہے۔ اور اس کی ہر بات کلمہ حق ہوتی ہے۔ اور اس کی ہر دعا قبول ہوتی ہے۔ اور ایسا فقر بادشاہی سے افضل اور جہانگیری سے بلند ہوتا ہے۔

اقبال کہتا ہے۔ کہ

میرا فقر بہتر ہے اسکندری سے
یہ آدم گری ہے وہ آئینہ سازی

اور

مقام فقر کتنا بلند ہے شاہی سے
روش کسی کی گدایانہ ہو تو کیا کہیئے

اور

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر اور فقر ہے شاہوں کا شاہ

اور

دارا و سکندر سے وہ مرد فقر اولیٰ
جس فقر سے آتی ہو بوئے اسد اللہی

اور

قوّتِ سلطان و میراز لا الٰہ
ہیبتِ مردِ فقیر از لا الٰہ
فقر عریاں گرمیٔ بدر و حنین
فقر عریاں بانگ تکبیر حسینؓ

کہ کسی مردِ فقیر کا جاہ و جلال لا الٰہ کی ضرب سے پیدا ہوتا ہے۔ اور فقیر و درویش وہی ہے جو حضرت امام حسین رضی اللہ تعالےٰ عنہ کے نقش قدم پر چل کر دنیا سے باطل پرستی کو مٹانے کے لئے نعرۂ تکبیر سے پہاڑوں کے دل ہلا دے۔ اور فقر وہ ہے جو کفر و شرک کی طاغوتی طاقتوں سے ٹکرا کر بدر و حنین کے معرکوں کو پھر زندہ کر دے۔ اور اطاعت و بندگی کا یہی وہ مقام ہے کہ جہاں خداوندِ تعالےٰ اپنے کسی مقبول و برگزیدہ بندے کو عَبۡدُہٗ کہکر پکارتا ہے۔ اور جب کوئی بندہ عَبۡدُہٗ کے مقام پر پہنچ جائے تو پھر

عبد دیگر عَبۡدُہٗ چیزے دگر
ایں سراپا انتظار او منتظر
کس ز سرِ عَبۡدُہٗ آگاہ نیست
عَبۡدُہٗ جز سِرِّ اِلَّا اللہ نیست

اور اس بندے کو یہ مقام حاصل ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کا اس سے اتنا گہرا تعلق ہو جاتا ہے۔ کہ:۔

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

یہی وہ قوت تھی جس کو لے کر حضرت معین الدین چشتی ہندوستان میں آئے۔ اور پھر اسی لا الٰہ کی قوتِ ایمانی سے پرتھوی راج کے شاہی محلوں میں اسلام کا پرچم لہرایا۔ اور ہندوستان کے پجاریوں کو معبودِ حقیقی کے آگے جھکایا۔ اور اپنے تصرفات و کمالات اور فقر و درویشی کی ہیبت و کرامات سے ظلمتکدۂ ہند میں توحیدِ خداوندی کا چراغ جلایا

اور اپنی اسی باطنی قوت سے ہندوستان کے مشہور جادوگر جے پال کے طلسم باطل کو توڑ کر اس کو محمد علیہ السلام کا کلمہ پڑھایا۔

اور یہی وہ طاقت تھی جسے حضرت مجدد الف ثانیؒ لے کر اٹھے۔ اور پھر اسی روحانی طاقت اور حق کے جلال سے اکبر کی حکومت کی دیواروں کو ہلا دیا۔ اور پھر جہانگیر کے تختِ طاؤس کو اپنے پاؤں کی ٹھوکر سے روند کر کلمۂ حق سنایا۔ اور اسی جذبۂ حسینی سے ہندوستان میں پھیلتی ہوئی مشرکانہ رسومات کو مٹا کر صرف ایک خدا کے آگے سربسجود ہونے کی تبلیغ فرمائی۔ اور مسلمانوں میں بڑھتی ہوئی ضلالت و گمراہی کی تاریکیوں کی تاریکیوں میں رشد و ھدایت کی شمع جلائی۔ اور سچ تو یہ ہے کہ اگر اولیائے کرام دین و ایمان کی قوت اور فقر و درویشی کی طاقت لے کر ہندوستان میں نہ آتے تو بہت ممکن تھا کہ آج یہاں اسلام کا نام و نشان تک بھی نہ ہوتا۔ یہ محراب و منبر، یہ مسجدیں و عبادت گاہیں۔ یہ دین و اسلام اور یہ مومن و مسلمان انہیں اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے فقر و درویشی اور ان کے تصرفات و کمالات کے مرہونِ منت ہیں۔

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

معیّتِ اولیاءؒ

یٰاَیُّهَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰہَ وَکُوۡنُوۡا مَعَ الصّٰدِقِیۡنَ

اے ایمان والو اللہ تعالیٰ سے ہر وقت ہر جگہ اور ہر حالت میں ڈرتے رہو۔ اور سچے لوگوں کے ساتھ ہو جاؤ۔

وَاصۡبِرۡ نَفۡسَکَ مَعَ الَّذِیۡنَ یَذۡکُرُوۡنَ اللّٰہَ قِیَامًا وَّقُعُوۡدًا وَّعَلٰی جُنُوۡبِهِمۡ (کہف)

اے انسان اپنے نفس کو اِن لوگوں کے ساتھ ملائے جو اللہ تعالیٰ کو اٹھتے بیٹھتے یاد کرتے رہتے ہیں۔ قرآن پاک کی ان آیات میں خداوندِ تعالیٰ ایمان والوں کو حکم دیتا ہے کہ سچے لوگوں یعنی اولیائے کرام اور بزرگانِ دین کے ساتھ ہو جاؤ۔ اور ان کی معیت و رفاقت اختیار کرو۔ اور دوسری آیتِ پاک میں خداوندِ کریم نے اولیائے عظام کی معیت و رفاقت کو اور بھی کھل کر بیان فرمایا ہے۔ کہ اتنا ہی نہ کرنا کہ کسی مردِ کامل کے مقدس ہاتھوں میں ہاتھ دے کر یعنی صرف بیعت کر کے ہی بس نہ کرنا بلکہ اپنے نفس کو اپنے دل کو اور اپنی روح کو بھی اَولیائے اللہ کے ساتھ وابستہ کر دینا۔

غرضیکہ جہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے اولیائے کرام کے ساتھ معیتِ جسدی کا حکم فرمایا ہے۔ وہاں معیتِ روحانی کی بھی تاکید کی ہے مطلب یہ ہے کہ کسی مرشدِ کامل کی ظاہری بیعت پر ہی اکتفا کرنا بلکہ باطنی طور پر بھی ان سے لگاؤ رکھنا ضروری ہے۔

اگر کوئی مسلمان دل سے کسی مردِ کامل کی غلامی اختیار کرے گا۔ اور دل و جان سے اولیاء اللہ سے محبت رکھے گا تو اس کا فائدہ قیامت کے دن یہ ہو گا جب کہ سید المرسلین

صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ اَلْمَرْءُ مَعَ مَنْ اَحَبَّ۔ کہ دنیا میں جس کو جس سے محبت ہوگی وہ قیامت میں اسی کے ساتھ ہوگا۔ امام الانبیاء علیہ السلام کے اس فرمان سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ دنیا میں اگر کسی کو داتا گنج بخش سے محبت ہے تو قیامت کے دن وہ داتا کے ساتھ ہوگا۔ اور دنیا میں جس کو غوث اعظم سے محبت ہے قیامت میں وہ غوث اعظم کے ساتھ ہوگا۔ اور دنیا میں جس کو صحابہ کرام سے محبت سے محبت ہوگی وہ قیامت میں صحابہ کرام کے ساتھ ہوگا۔ اور دنیا میں جس کو کملی والے سے محبت ہوگی قیامت میں وہ کملی والے کے ساتھ ہوگا۔ سنی اگرچہ گنہگار ہی سہی لیکن گستاخ و بے ادب نہیں ہیں اس لئے قیامت کے دن انشاء اللہ اولیائے کرام، صحابہ عظام اور جناب الانام علیہ السلام سے محبت و عقیدت ہی ان کے لئے وسیلۂ نجات اور ذریعۂ بخشش بن جائے گی۔ کیونکہ ہر سنی کے دل میں ہر ولی۔ ہر پیر و فقیر۔ ہر صحابی اور ہر نبی کی محبت و عقیدت پوری طرح موجود ہے۔ اور ہر سنی کا دامن کسی نہ کسی پیر و فقیر اور کسی نہ کسی مرد کامل سے وابستہ ہے۔ اور ہر سنی کسی نہ کسی مرشد و پیر کا طالب و مرید ہے۔ مگر یہ گستاخان نبوت و ولایت اور اولیاء اللہ کی شان پاک میں بے ادبی کرنے والے مولوی اور بزرگان دین سے عداوت رکھنے والے واعظ اور ان کے متعلق بغض و عناد رکھنے والے بدعقیدہ لوگ قیامت میں کہاں جائیں گے۔ کس کو پکاریں گے۔ کس سے فریاد کریں گے۔ اور کس کے ساتھ ہوں گے جب کہ دنیا میں ان کو کسی پیر و فقیر اور کسی نبی و ولی اور کسی مرشد کامل سے کوئی عقیدت و محبت نہیں ہے۔

عارف رومی فرماتے ہیں:۔

ہر کہ خواہد ہم نشینی با خدا
او نشیند در حضورِ اولیاء

کہ وہ شخص جو یہ چاہتا ہے کہ میں خداوند کریم کے ساتھ بیٹھوں یعنی بارگاہِ رب العزت میں مقبول ہو جاؤں تو اسے چاہیئے کہ وہ اولیاء اللہ کے پاس بیٹھے۔ ان کی صحبت اختیار کرے۔ اور بزرگان دین کی مجلس میں رہے۔ اس لئے کہ :۔

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء

بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

مولانا رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ اولیاء اللہ کے پاس ایک لمحہ بیٹھنا سو سال کی مقبول عبادت سے افضل و بہتر ہے۔

چنانچہ عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ نے مثنوی شریف میں اور دیوبندیوں کے امام و پیشوا مولوی اشرف علی تھانوی نے اپنی کتاب امداد المشتاق کے صلا پر نبی کریم علیہ السلام کی یہ حدیثِ پاک لکھی ہے۔

مَنْ اَرَادَ اَنْ یَجْلِسَ مَعَ اللّٰہِ فَلْیَجْلِسْ مَعَ اَہْلِ التَّصَوُّف۔

کہ جو شخص یہ ارادہ کرے کہ میں اللہ کے پاس بیٹھوں پس وہ کسی صوفی، کسی درویش اور کسی مردِ کامل کے پاس بیٹھ جائے! مقصد یہ کہ اولیائے کرام کے پاس بیٹھنا ہی اللہ کے پاس بیٹھنا ہے۔ اور پھر یہی نہیں بلکہ:- ؎

پیرِ کامل صورتِ ظلِّ الٰہ

یعنی دیدِ پیر دیدِ کبریا

کہ چونکہ مرشد برحق اور پیرِ کامل کی صورت جمالِ خداوندی کا پرتو ہوتا ہے۔ اس لئے اپنے پیر کو دیکھنا خدا کو دیکھنا ہے۔ اولیاء اللہ کی صحبت۔ بزرگانِ دین کی مجلس صوفیائے کرام کی رفاقت۔ اور درویشانِ کامل کی معیت کا یہ اثر ہوتا ہے کہ بُرے اچھے ہوجاتے ہیں۔ اور بد نیک۔ بے مراد بامراد ہوجاتے ہیں۔ اور بدنصیب خوش نصیب اور پیتل سونا اور ناقص کامل بن جاتا ہے۔ جیسا کہ حضرتِ شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

گلے خوشبوئے در حمام رُوزے

رسید از دستِ محبوبِ بدستم

کہ ایک دن میں حمام میں نہا رہا تھا۔ کہ ایک دوست نے مجھے خوشبودار مٹی دی

بدو گفتم کہ مشکے یا عبیری

کہ از بوئے دلآویزے تو مستم

تو میں نے اس مٹی سے پوچھا کہ تو مشک ہے یا عنبر کہ تیری دل کو لبھانے والی خوشبو نے مجھے مست کر دیا ہے۔

بگفتا من گلے ناچیز بودم
ولیکن مدتے با گل نشستم

تو اس مٹی نے جواب دیا۔ کہ ہوں تو میں ایک ناچیز و حقیر مٹی۔ لیکن میں چند دن گلاب کے پھول کی صحبت میں رہی ہوں۔ یعنی مجھ پہ گلاب کا پھول اُگا ہوا تھا۔ اور اس صحبت کا اثر یہ ہوا ہے۔ کہ

جمال ہمنشیں در من اثر کرد
وگرنہ من ہما خاکم کہ ہستم

کہ اس گلاب کے پھول کی خوشبو میرے اندر بھی آ گئی ہے۔ ورنہ میں وہی حقیر مٹی ہوں۔

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کی اس حقیقت افروز مثال اور ایمان بخش دلیل سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ اگر ناچیز و حقیر مٹی چند دن گلاب کے پھول کی صحبت میں رہ کر اور مشک و عنبر بن کر شیخ سعدی کے دل و دماغ کو معطر کر سکتی ہے، تو ایک گنہگار بندہ کسی اللہ کے ولی کی صحبت میں رہ کر نیکوکار بھی ہو سکتا ہے اور ایک بدکار خوش اطوار بھی ہو سکتا ہے۔ اور ایک ناقص انسان کسی مردِ کامل کی صحبت میں رہ کر کامل بھی بن سکتا ہے۔ اور جس طرح یہ ناممکن ہے کہ برف میں رکھی ہوئی کوئی چیز ٹھنڈی نہ ہو اور آگ پر رکھی ہوئی کوئی شئے گرم نہ ہو۔ اسی طرح یہ بھی ناممکن ہے کہ کوئی ناقص انسان کسی کامل کی صحبت کے اثر اور اس کے فیوض و برکات سے محروم ہے۔

عارفِ رومی رحمۃ اللہ علیہ فیضِ صحبت کی مثال دے کر فرماتے ہیں

سیل چوں آمد بدریا بحر گشت
دانہ چوں آمد بمزرع کشت گشت

کہ جس طرح قطرہ دریا میں مل کر دریا اور دانہ کھیت میں مل کر کھیتی بن جاتا ہے۔ اسی طرح ایک ناقص کسی کامل کی صحبت میں رہ کر کامل بن جاتا ہے۔ اور پھر فرماتے ہیں۔ کہ اگر

کسی شخص کو کسی نیک اور کامل کی صحبت اور مجلس نصیب نہ ہو تو وہ قرآنِ پاک کی تلاوت کرے اور یہ ایسے ہے جیسے اس نے ارواحِ انبیاء علیہم السلام کی صحبت پالی۔ کیوں کہ

ہست قرآں حالہائے انبیاء
ماہیانِ بحرِ پاکِ کبریا

کہ قرآن مجید میں انبیاء علیہم السلام کے حالات کا بیان ہے۔ جو کہ دریائے وحدت میں غوطہ زن رہنے والے ہیں۔ (ماہیان)

ارشادِ رومی کا خلاصہ یہ ہے کہ اگر کسی کامل کی صحبت میسّر نہ آسکے تو پھر ان کے حالات و حکایات ہی کو پڑھنا اور سننا بمنزلہ ان کی صحبت کے ہے۔

بازاروں میں دودھ قیمتاً فروخت ہوتا ہے۔ اور پانی کی کوئی قیمت نہیں ہے لیکن اگر کوئی قوم کا دشمن دودھ میں پانی ملادے تو پھر پانی زبانِ حال سے دودھ کو کہتا ہے کہ تیری تو قیمت ہے اور میری کوئی قیمت نہیں ہے۔ لیکن اب میں تیری صحبت میں آکر تجھ میں سما گیا ہوں اور اب میرا کیا حال ہوگا۔ تو دودھ بھی زبانِ حال سے پانی کو جواب دیتا ہے۔ کہ جب تک تو مجھ سے جدا تھا تو تیری کوئی قیمت نہ تھی۔ اور اب چونکہ تو میری صحبت میں آگیا ہے۔ اس لئے اب جو قیمت میری ہے وہی تیری۔

گرم کوٹ کا کپڑا چاہے سو روپے گز والا ہی کیوں نہ ہو۔ پھر بھی وہ کبھی درزی کی دوکان پر کٹا پھٹا اور اِدھر اُدھر بکھرا رہتا ہے۔ اور کبھی کسی دھوبی کی دوکان پہ الٹ پلٹ ہوتا رہتا ہے۔ لیکن اگر آٹھ آنے گز کا کھدر قرآن پاک کا غلاف بن جائے تو پھر قرآنِ مجید کے ساتھ لگ کر وہ بھی مسلمانوں کی بوسہ گاہ بن جاتا ہے۔ اور ہاتفِ غیبی سے آواز آتی ہے۔ کہ اے ایمان والو اگر چہ یہ آٹھ آنے گز کا معمولی سا کھدر رہے۔ مگر چوں کہ اب یہ قرآنِ پاک کی صحبت میں آکر اس کا غلاف بن چکا ہے۔ اس لئے اب اس کو بے وضو ہاتھ نہ لگائیں۔

صحبتِ صالح ترا صالح کند
صحبتِ طالح ترا طالح کند

قرآن پاک میں خدا تعالےٰ نے اصحاب کہف کے ایمان افروز قصے کے ساتھ ان کے اس کتے کا ذکر بھی فرمایا ہے۔ جو ان کی صحبت میں رہ کر جنت کا حقدار بن گیا تھا۔ قصہ یہ ہے کہ کسی زمانہ میں اور کسی شہر میں ایک بادشاہ حکمران تھا۔ جس کا نام دقیانوس تھا۔ اور وہ بہت ہی ظالم تھا۔ اس نے اپنی سلطنت میں یہ اعلان کروا دیا تھا۔ کہ میری حکومت میں جس کسی نے بھی اللہ کا نام لیا اس کو قتل کر دیا جائے گا۔ اور اس ظالم کی سلطنت میں اللہ تعالیٰ کے سات اولیائے کرام بھی رہتے تھے۔ جو دن رات اپنے رب کریم کی عبادت و ریاضت اور اس کے ذکر و فکر میں مشغول رہتے تھے۔ انہوں نے جب یہ اعلان سُنا تو وہ آدھی رات کے وقت شہر سے نکل کھڑے ہوئے۔ جب وہ شہر سے باہر نکلے تو ان اولیاء اللہ نے دیکھا کہ ایک کتا بھی ان کے پیچھے پیچھے آ رہا ہے۔ وہ کتے کو اپنے ساتھ دیکھ کر گھبرائے۔ کہ یہ بھونکے گا تو ہم پکڑے جائیں گے۔ اور اسی خطرے کے پیشِ نظر وہ کتے کو مارنے، ہٹانے اور دھتکارنے لگے۔ مگر کتے نے ان کو کہا

تفسیر کبیر جلد ۵ ص۷۷۴

مَا تُرِیْدُوْنَ مِنِّیْ لَا تَخْشَوْا جَانِبِیْ اَنَا اُحِبُّ اِحِبَّاءَ اللّٰہِ فَنَامُوْا حَتّٰی اَحْرُسَکُمْ ـ

کہ آپ کا مجھ سے کیا مطلب ہے۔ آپ لوگ مجھ سے کوئی خوف نہ کھائیں۔ میں تو اللہ سے محبت کرنے والوں سے محبت رکھتا ہوں۔ پس آپ لوگ سو جائیں میں آپ کا پہرہ دوں گا۔ اور میری تو آرزو یہ ہے کہ آپ لوگوں کی پاک صحبت سے میری بھی نجات ہو جائے۔ اور قیامت کے دن میں بھی بخشا جاؤں۔ چنانچہ قیامت کے دن جب اصحاب کہف یعنی وہ اولیاء اللہ جنت میں داخل ہوں گے تو آج اولیاء اللہ کی پاک صحبت کو شرک و بدعت

کہنے والے بدعقیدہ مولوی اس کتے کو بھی ان کے ساتھ جنت میں جاتا دیکھیں گے۔

پھر اس کتے نے کہا اے اللہ کے ولیو اگرچہ میں کتا ہوں۔ مگر یہ جانتا ہوں کہ تم اللہ کے ولی ہو۔ اس لئے میں تمہیں بھونکوں گا نہیں۔ — میں اس کتے کے قدم کیوں نہ چوم لوں جو کتا ہوکر بھی اللہ کے ولیوں کو نہیں بھونکا۔ اور ان انسانوں کو ابلیس کیوں نہ کہوں جو انسان ہوکر اولیاء اللہ کو بھونکتے ہیں۔ ان کو گالیاں دیتے ہیں۔ اور ان کی شانِ اقدس میں گستاخی کرتے ہیں۔ خداوند تعالیٰ کو اس کتے کی یہ ادا پسند آگئی۔ اور اس کی آواز پر تحسین و آفرین کہتے ہوئے قرآنِ پاک میں اس کتے کا ذکر بھی کیا ہے۔ اور اس کے پہرہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے

وَكَلْبُهُمْ بَاسِطٌ ذِرَاعَيْهِ بِالْوَصِيدِ —

غور کرو کہ وہ ایک کتا ہوکر پہاڑ کی ایک غار کے منہ پر بیٹھکر تین سو نو سال تک اولیاء اللہ کا پہرہ دیتا ہے۔ لیکن یہ کتنے افسوس اور دکھ کی بات ہے کہ اپنے آپ کو مسلمان کہلانے والے انسان اولیاء اللہ کو گالیاں دیتے ہیں۔ ان کو برا کہتے ہیں۔ اور ان پر طعنہ زنی کرتے ہیں۔ تو پھر مجھے یہ کہنے میں کوئی عذر نہیں ہے۔ کہ اولیاء اللہ کی شانِ اقدس میں گستاخی کرنے والے انسانوں سے اولیاء اللہ کی صحبت کے فیض سے جنت میں جانے والا کتا ہزار درجے افضل ہے۔

پھر قرآنِ پاک کے اس ایمان افروز قصے سے یہ بات بھی پوری طرح ثابت ہو جاتی ہے کہ جب اولیاء اللہ کی خدمت کرنے اور ان کی صحبت میں رہنے پر اللہ کریم کا لطف وکرم اور اس کی رحمت وبخشش ایک کتے پر ہو سکتی ہے۔ تو پھر اولیاء اللہ کی خدمت کرنے اور ان کی نیک صحبت میں رہنے پر ایک انسان خدا کی رحمت وبخشش سے کیسے محروم رہ سکتا ہے۔

امداد المشتاق صـ۱۰۱۔ مولانا اشرف علی تھانوی لکھتے ہیں کہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ بیٹھے تھے۔ کہ ایک کتا سامنے سے گذرا۔ آپ کی نگاہ اس پر پڑگئی تو وہ کتا اس

قدر صاحب کمال ہوگیا کہ شہر کے تمام کتے اس کے پیچھے دوڑتے تھے۔ وہ کتا ایک جگہ بیٹھ گیا تو سب کتوں نے اس کے گرد حلقہ باندھکر مراقبہ کیا۔

امداد المشتاق ص۱۰۵ پر لکھتے ہیں۔ کہ میں نے حاجی صاحب مرحوم سے سُنا ہے کہ ایک بزرگ مشغول بیٹھے تھے۔ کہ ایک کتا سامنے سے گذرا۔ اتفاقاً اس بزرگ کی نظر اس کتے پر پڑ گئی۔ پھر اس بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی اور ان کی نگاہ کا اس کتے پر اتنا اثر ہوا کہ جہاں وہ کتا جاتا۔ کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے۔ اور جہاں وہ بیٹھتا سارے کتے حلقہ باندھکر اس کے اردگرد بیٹھ جاتے تھے۔ پھر ہنس کر فرمایا کہ وہ کتا تمام کتوں کے لیے شیخ بن گیا۔ ــــ آگے لکھتے ہیں کہ دیکھئے جن کے فیوض و برکات جانوروں پر بھی ہوں ان سے انسان کیسے محروم رہ سکتا ہے۔ ہرگز مایوس نہ ہونا چاہیئے۔ ہاں دھن ہونی چاہیئے۔ چاہے تھوڑی ہی ہو۔

اصحاب کہف کی برکت سے ان کا کتا بھی ایسا مشرف ہوا کہ حق تعالیٰ نے کلام پاک میں اس کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کو قیامت تک نمازوں میں پڑھا جائے گا۔ تو جب حق تعالیٰ کی عنایت کتے پر اس قدر ہو گئی۔ تو ہم پر کیوں نہ ہو گی۔

امداد المشتاق ص۱۱۳ پر لکھتے ہیں کہ فقیر مرتا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ اور فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں ــــ فرمایا حضرت صاحب نے کہ میں نے حضرت کی قبر سے وہی فائدہ اٹھایا جو حیات ... میں اٹھایا تھا۔

اولیاء اللہ سے بغض و عناد رکھنے والے گستاخ اور بے ادب مولویوں اور بدعقیدہ واعظوں کو چاہیئے کہ وہ ہماری کوئی بات نہیں مانتے اور ہماری کسی کتاب پر ان کو یقین نہیں ہے۔ تو یہ سبھی اپنے ہی پیرومرشد اور امام و پیشوا مولانا اشرف علی تھانوی پر ہی یقین کر کے اور اس کی لکھی ہوئی ان سچی باتوں کو تسلیم کر کے اولیاء اللہ کی شان

اقدس میں گستاخیاں کرنی چھوڑ دیں۔ اور اپنے باطل عقیدے سے توبہ کرکے سچے دل سے اولیائے کرام رحمہم اللہ علیہم کے خادم بن جائیں۔

حضرت مالک بن دینار رحمۃ اللہ علیہ جو اپنے وقت کے قطب تھے کا ایک مجوسی سے وجودِ باری تعالیٰ کے متعلق بحث ہوگئی۔ اس آتش پرست کافر نے کہا کہ ہم دونوں ہاتھ ملاکر آگ میں ڈالتے ہیں۔ جس کا ہاتھ جل گیا وہ جھوٹا اور جس کا بچ گیا وہ سچا ہوگا۔ چنانچہ اس دہریے نے حضرتِ مالک بن دینارؒ کے ہاتھ سے اپنا ہاتھ باندھ کر آگ میں ڈال دیا۔ اور جب تھوڑی دیر کے بعد ہاتھ باہر نکلے دونوں کے ہاتھ صحیح و سلامت تھے۔ نہ ہی مالک بن دینار کا ہاتھ جلا۔ اور نہ ہی اس مجوسی کا ۔۔۔ رات ہوگئی اور جب ساری کائنات سوگئی تو حضرتِ مالک بن دینارؒ نے گوشۂ تنہائی میں بارگاہِ رب العزت میں عرض کی یا مولا۔ یہ مجوسی تو تیری ذات کا منکر تھا۔ اور میں نے تو ستر سال تیری عبادت کی ہے۔ مگر تو نے یہ کیا کیا کہ نہ میرا ہاتھ ہی جلایا اور نہ ہی اس کافر کا ۔۔۔

تو پردۂ غیب سے جواب آیا۔ کہ اے میرے مقبول بندے تیرا سوال تو ٹھیک ہے۔ لیکن میں اس کے کفر کو دیکھتا یا تیرے ہاتھ کو۔ بات یہ ہے کہ چونکہ اس کا ہاتھ تیرے ہاتھ کے ساتھ تھا۔ اس لیے میں نے تیرے ہاتھ کی برکت سے اس کو بھی نہیں جلایا۔ اسے کہو کہ اگر امتحان لینا ہے تو اکیلا اپنے ہاتھ آگ میں ڈالے۔

یہ ہے اولیاء اللہ کی معیت کا اثر اور بزرگانِ دین کی صحبت کا فیض اور اولیائے کرام کے ہاتھوں میں ہاتھ دے کر بیعت کرنے کا مقصد۔

اَولیاءُ اللہ کے مراتب و مدارج ہوتے ہیں۔ کوئی ولی ہوتا ہے اور کوئی غوث۔ کوئی قطب ہوتا ہے۔ اور کوئی ابدال۔ کوئی قطب مدار ہوتا ہے اور کوئی اوتاد۔ اوتاد جمع وتد کی ہے۔ اور وتد معنے میخ اور قطب کے معنی بھی کلی کے ہیں۔ اور پھر ہم ہر روز دیکھتے ہیں کہ چکی کے دو پُڑوں کے درمیان ایک کلی ہوتی ہے۔ جس کا تعلق

چکی کے دونوں پڑوں سے ہوتا ہے۔ اور چکی چلنے پر وہ دانہ جو چکی سے چمٹ جائے وہ پلنے سے محفوظ رہتا ہے۔

اسی طرح یہ اولیاء اللہ اور قطب و اوتاد اس کائنات میں ایک کلی کی مانند ہیں جن کا تعلق زمین سے بھی ہوتا ہے اور آسمان سے بھی۔ فرش سے بھی ہوتا ہے اور عرش سے بھی۔ اور مخلوق سے بھی ہوتا ہے اور خالق سے بھی اور یہ خدا اور بندوں کے درمیان ایک وسیلہ ہیں۔ خالق و مخلوق کے درمیان ایک واسطہ ہیں اور آقا اور غلاموں کے درمیان ایک ذریعہ ہیں۔

اور جس طرح وہ دانہ جو چکی کی کلی سے چمٹ جائے پلنے سے بچ جاتا ہے اسی طرح وہ گنہگار جو کسی ولی اور مرشدِ کامل کے دامن سے لپٹ جائے۔ خدا کے عذاب سے محفوظ رہتا ہے۔

اسلئے اے گنہگار بندو اور اے درد و غم کے مارے ہوئے انسانو اگر تم بھی دنیا و آخرت میں عذاب خداوندی اور قہر الٰہی سے بچنا چاہتے ہو۔ اور دکھ و درد رنج و غم اور مصائب و آلام سے نجات پانا چاہتے ہو اور اطمینانِ قلب۔ سکونِ دل اور تسکینِ روح حاصل کرنا چاہتے ہو تو آؤ اس دانے کی طرح جو چکی کی کلی سے چمٹ کر پسنے سے بچ جاتا ہے تم بھی کسی مرشدِ کامل کے دامن سے لپٹ جاؤ۔ کسی مردِ قلندر کی صحبت اختیار کرلو۔ کسی ولی اللہ کے ہاتھوں میں ہاتھ دے دو اور کسی فقیر بے نوا کے قدم چوم لو۔

بازار میں ایک آدمی سنگترے بیچ رہا تھا۔ اور بلند آواز سے پکار رہا تھا۔ کہ اچھے سنگترے! اچھے سنگترے! ایک مست پاس سے گذرا اس نے جب یہ آواز سُنی تو وجد میں آکر رقص کرنے لگا۔ لوگ حیران تھے کہ اس درویش کو کیا ہوگیا ہے۔ آخر لوگوں نے پوچھا۔ اے مست! یہ وجد و رقص کس بات پر تھا۔؟ تو اس مست نے جواب دیا کہ کیا تم نے اس سنگترے بیچنے والے کی آواز نہیں سُنی۔ جو بلند آواز سے پکار رہا تھا کہ

اچھے سنگترے ـــــــ اچھے سنگترے

جس کا مطلب یہ ہے کہ وہ لوگ کتنے اچھے ہیں۔ جو کسی مرشد کامل کی سنگت سے تر گئے ہیں۔

اولیاء اللہ کی معیت:۔ بزرگانِ دین کی صحبت اور کسی مردِ کامل کی رفاقت سے نہ صرف یہ کہ ناقص کامل اور پیتل سونا بن جاتا ہے۔ بلکہ مرشد کی توجہ اتحادی سے شیخ کامل اور مرید صادق کے درمیان سے تمام حجاباتِ باطنی اٹھ جاتے ہیں۔ اور من و تو کا امتیاز مٹ جاتا ہے۔

خواجہ باقی باللہ رحمۃ اللہ علیہ اپنے ایک خدمت گار نانبائی پر خوش ہوئے۔ اور فرمایا۔ مانگ کیا مانگتا ہے ۔ ـــــ عرض کی۔ آقا مجھے اپنے جیسا کر دیجئے۔

خواجہ باقی باللہؒ نے اس نانبائی کو سامنے کھڑا کر کے توجہ اتحادی ڈالی۔ بس پھر کیا تھا۔ دیکھنے والے نہ پہچان سکے کہ باقی باللہ کون ہے۔ اور نانبائی کون ہے۔

لیکن چونکہ اس نانبائی کا قاسۂ گدائی چھوٹا تھا۔ اور وسعتِ دل تنگ تھی اس وہ شیخ کامل کی توجہ اتحادی کو برداشت نہ کر سکا اور تھوڑی دیر کے بعد اللہ اللہ کہتا ہوا جان بحق ہو گیا۔

مولانا رومؒ تو فرماتے ہیں۔ کہ

یک زمانہ صحبتِ با اولیاء ٭ بہتر از صد سالہ طاعت بے ریا

کہ کسی مردِ کامل کے پاس ایک گھڑی بیٹھنا ہزار سال کی مقبول عبادت سے بہتر ہے۔

مگر حضرتِ میراں بھیکؒ فرماتے ہیں۔ کہ

ایک گھڑی سے آدھی اور آدھی سے بھی آدھ

بھیکا سنگت سادھ کی کاٹے کوٹ اپرادھ

اور جب کوئی طالبِ صادق اور مرید باوفا اپنے مرشد کامل کی محبت میں اپنے آپ کو فنا فی الشیخ کر لیتا ہے۔ جو کہ منزلِ حقیقت و معرفت کی پہلی سیڑھی ہے تو پھر وہ مرید باوفا

بھی شیخ کامل بن جاتا ہے۔ اور پھر کا نٹا مرید کو چبھتا ہے، تو درد شیخ کو ہوتا ہے۔ خنجر اس پر چلتا ہے اور خون اس کا بہتا ہے۔ ؎

حقیقت ایک ہے ہر شئے کی خاکی ہو کہ نوری ہو
لہو خورشید کا ٹپکے اگر ذرّے کا دل چیریں

اور پھر وہ جدھر دیکھتا ہے اسے اپنے شیخ کے سوا اور کچھ نظر نہیں آتا۔ عاشق و معشوق کا حقیقی اتحاد اور طالب و مطلوب کی سچی سنگت اور مرید و شیخ کی پکی معیت و صحبت کا آخری مقام یہی ہے۔ کہ مرید شیخ میں فنا ہو جائے۔ اور شیخ مرید کو اپنے جیسا کر دے۔

مولانا رومؒ فرماتے ہیں کہ مجنوں لیلیٰ کی محبت میں فنا ہو چکا تھا۔ اور اسے ہر طرف اور ہر چیز میں لیلےٰ ہی نظر آتی تھی۔

ایک دفعہ مجنوں کے جسم میں پھوڑا نکل آیا۔ ایک حکیم کو بلایا گیا کہ فصد کرے۔ حکیم نشتر سے فصد کرنے لگا۔ تو مجنوں نے روک دیا۔ حکیم نے کہا کہ اے مجنوں! تو تو شیروں سے بھی نہیں ڈرتا۔ اور اب نشتر سے ڈر گیا ہے۔ مجنوں نے جواب دیا

گفت مجنوں من نمی ترسم ز نیش
صبر من از کوہ سنگیں است بیش

لیک از لیلیٰ وجودِ من پر است — ایں صدف پر از صفاتِ آں دُرست
ترسم اے فصّاد گر فصدم کنی — نیش را ناگاہ بر لیلیٰ زنی

در میانِ لیلےٰ و من فرق نیست

کہ حکیم صاحب میں نشتر سے نہیں ڈرتا۔ اس لئے کہ میرا صبر و تحمل تو پہاڑ سے بڑھکر ہے لیکن میرے وجود میں لیلیٰ سمائی ہوئی ہے۔ اور میرے بدن کا صدف لیلیٰ کی محبت کے موتیوں سے بھرا ہوا ہے۔ میں ڈرتا تو اس لئے ہوں کہ اگر تو نے میرے پھوڑے پر نشتر چلائی تو یہی نشتر لیلیٰ کے جسم پر لگے گی۔ اس لئے کہ مجھ میں اور لیلیٰ میں کوئی فرق نہیں ہے۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اولیاء الشیطان

کتاب کے شروع میں لکھا جا چکا ہے۔ کہ ازل سے لے کر ابد تک اور اوّل سے لے کر آخر تک اور ابتدائے آفرینش سے لے کر تا قیام قیامت تک دو مختلف طاقتیں آپس میں ٹکراتی رہیں گی۔ توحید و شرک کی ٹکر۔ ایمان و کفر کی جنگ۔ حق و باطل کی لڑائی۔ نیکی و بدی میں تصادم۔ اور اولیاء الرحمٰن اور اولیاء الشیطان آپس میں دست و گریبان ہوتے رہیں گے۔

قارئینِ کرام کو حق و باطل اور نیکی و بدی کی ان دونوں قوتوں اور دونوں جماعتوں کو اچھی طرح سمجھ لینا چاہیئے تاکہ یہ معلوم ہو جائے کہ ان دونوں جماعتوں کے کارنامے کیا ہیں اور انہوں نے کہاں کہاں اور کن کن طریقوں اور کیسی کیسی روپ میں اپنے فرائضِ کو سر انجام دیا ہے۔ اولیاء اللہ یعنی اولیاء الرحمٰن کے متعلق تو قرآن و حدیث کی روشنی میں اور مختلف روایات و امثال سے بہت کچھ لکھا جا چکا ہے۔ اب ان کے مقابلے میں اولیاء الشیطان کی کارستانیاں بھی ملاحظہ ہوں جو بالکل اولیاء الرحمٰن کی ضد ہیں۔ اور اولیاء الشیطان کی یہ منحوس جماعت ہمیشہ حق کی مخالفت کرتی رہتی ہے۔ احکام خداوندی کی باغی رہتی ہے۔ نیکی سے اس کو بیر اور بھلائی سے اس کو عناد رہتا ہے۔ اور اس جماعت کے دل و دماغ میں فتنہ و فساد اور فسق و فجور چھایا رہتا ہے۔ اور خدا کے بندوں کو حق و صداقت کی سیدھی راہ اور رشد و ھدایت کے صحیح راستے سے ہٹا کر گمراہ کرنے

کی کوشش کرتی رہتی ہے۔

قرآن پاک نے خدا تعالیٰ کے مقبول و محبوب بندوں کو جہاں اولیاء اللہ عباد الرحمٰن حزب اللہ۔ صالحین۔ متقین اور اصحاب الجنۃ کے پیارے پیارے القاب عطا فرمائے ہیں وہاں قرآن پاک نے اللہ تعالیٰ نے مردود و ملعون انسانوں کو اولیاء الشیطان اولیاء الطاغوت اور اصحاب النار جیسے مکروہ اور برے نام بھی دے رکھے ہیں۔

اس کتاب میں میں نے اولیاء اللہ کے اعمال و افعال۔ خواص و مآثر۔ اطوار و کردار اور ان کے طریق کار کو قرآن و حدیث کی روشنی میں کھل کر بیان کر دیئے ہیں۔ اور اب اولیاء الشیطان کے عادات و خصائل اور اعمال و افعال کو بیان کر کے دونوں جماعتوں کی جان پہچان کرانی ہے۔ تاکہ مسلمان حق و باطل میں تمیز کر کے ایمان و کفر کو پہچان کر نیکی و بدی میں امتیاز کر کے۔ اچھے و برے کو پرکھ کر اور صحیح اور غلط عقیدے کو سمجھ کر اپنی عاقبت عاقبت سنوار لیں۔ اور اولیاء اللہ کے مقدس آستانوں پر اپنی جبین نیاز جھکا کر خداوند تعالیٰ کی رحمت و بخشش کے حقدار بن جائیں۔ اور اولیاء اللہ کے گستاخ مولویوں کی پھیلائی ہوئی گمراہی کے گھٹا ٹوپ اندھیروں میں رشد و ہدایت کی روشنی تلاش کر لیں۔

پارہ ۳۔ سورۃ البقرہ۔ آیت ۲۵۷

وَالَّذِينَ كَفَرُوا أَوْلِيَاؤُهُمُ الطَّاغُوتُ يُخْرِجُونَهُمْ مِنَ النُّورِ إِلَى الظُّلُمَاتِ أُولَٰئِكَ أَصْحَابُ النَّارِ هُمْ فِيهَا خَالِدُونَ

اور وہ لوگ جو کافر ہیں ان کے رفیق اور دوست اور (اولیاء) شیطان ہیں۔ جو بندوں کو دین و ایمان کی روشنی سے نکال کر کفر و باطل کے اندھیروں میں لے آتے ہیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جو ہمیشہ جہنم میں رہیں گے۔ اس آیت پاک پر غور کرنے سے یہ حقیقت پوری طرح روشن ہو جاتی ہے کہ اولیاء الرحمٰن کے مقابلے میں اولیاء الشیطان کی بھی ایک جماعت اس دنیا میں موجود ہے جو اپنے اعمال و افعال اور خواص و مآثر کے

لحاظ سے اولیاء الرحمٰن کی ضد ہے۔

اولیاء الرحمٰن کی مقدس جماعت تو نسل انسانی کو کفر و شرک کے اندھیروں اور ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں سے نکال کر دین و ایمان کی روشنی۔ حق و صداقت کے نور اور رشد و ہدایت کے اجالے میں لے آتی ہے۔ اور اس کے مقابلے میں اولیاء الشیطان کی منحوس جماعت اپنی گمراہ کن چالوں سے خدا کے بندوں کو دین و ایمان کی روشنی حق و صداقت کے نور اور رشد و ہدایت کے اجالے سے نکال کر کفر و شرک کے اندھیروں ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں اور بدی و باطل کے سیاہ بادلوں میں لے آتی ہے۔ اور یہ جماعت کئی طریقوں سے عوام کو گمراہ کرنے کی ہر وقت کوشش کرتی رہتی ہے۔ مثلاً کبھی تو یہ جماعت بندگان خدا کے کانوں میں یہ پھونکتی ہے۔ کہ نبی ہماری طرح کا ایک مجبور و بے اختیار بشر ہوتا ہے۔ اور کوئی نبی کسی نفع و نقصان کا مالک نہیں ہوتا۔ اور کبھی یہ جماعت عوام کے دلوں میں یہ وسوسے ڈالتی ہے کہ یہ اولیاء اللہ کچھ نہیں کر سکتے۔ ان کے ہاتھ پاؤں چومنا شرک ہے اور ان کے مزاروں پر جانا بدعت ہے۔ اور ان کے نام کی کوئی چیز نیا حرام ہے۔ اور ان کی قبروں پر چراغ جلانا گناہ ہے۔ اور پھر اس جماعت کا ہر ایک فرد اپنی اپنی تقریروں اور تحریروں کے ذریعے اس قسم کے عقائد باطلہ کی تبلیغ و اشاعت کرتا رہتا ہے۔ جس سے متاثر ہو کر کئی بدقسمت انسانوں کی متاعِ دین و ایمان لٹ جاتی ہے اور وہ حق و صداقت کے نور اور رشد و ہدایت کی روشنی سے نکل کر کفر و باطل کے اندھیروں اور ضلالت و گمراہی کی ظلمتوں میں چلے جاتے ہیں۔ پس جب بھی کبھی کہیں دیکھو اور سنو کہ کوئی شخص انبیاء علیہم السلام اور اولیاء کرام کی شانِ اقدس میں گستاخی کر رہا ہے تو فوراً سمجھ جاؤ کہ یہ اولیاء الشیطان کی منحوس جماعت کا ایک کارکن ہے۔

پارہ ۴۔ سورۃ آل عمران۔ آیت ۱۷۴

اِنَّمَا ذٰلِکُمُ الشَّیْطٰنُ یُخَوِّفُ اَوْلِیَآءَهٗ فَلَا تَخَافُوْهُمْ وَخَافُوْنِ

اِنۡ کُنۡتُمۡ مُّؤۡمِنِیۡنَ ۔

اے ایمان والو یہ شیطان ڈراتا ہے تم کو اپنے ساتھیوں (اولیاء) سے۔ سو تم ان سے مت ڈرو۔ اور مجھ سے ڈرو۔ اگر تم مومن ہو۔

خدا تعالیٰ نے اس آیت پاک میں شیطان کے ایک خطرناک کارنامے کی نشان دہی کی ہے۔ کہ یہ شیطان اپنے اولیاء یعنی ساتھیوں کا خوف ایمان والوں کے دلوں میں ڈالتا رہتا ہے۔ تاکہ ایمان والے کسی خوف، ڈر اور کسی دباؤ میں آکر ہی دین وایمان۔ حق وصداقت اور رشد وھدایت اور صحیح عقائد کی سیدھی راہ کو چھوڑ کر ضلالت وگمراہی۔ فسق وفجور اور غلط عقائد کے خطرناک اور گمراہ کن راستوں میں بھٹک جائیں۔

پارہ ۸/۷ ۔ سورۃ الانعام ۔ آیت نمبر ۱۲۱

وَاِنَّ الشَّیٰطِیۡنَ لَیُوۡحُوۡنَ اِلٰۤی اَوۡلِیٰٓئِہِمۡ لِیُجَادِلُوۡکُمۡ ۚ وَاِنۡ اَطَعۡتُمُوۡہُمۡ اِنَّکُمۡ لَمُشۡرِکُوۡنَ ۔

اور یہ شیطانوں کی جماعت اپنے اولیاء یعنی اپنے ساتھیوں کے دلوں میں یہ بات ڈالتے رہتے ہیں۔ کہ تم سے جھگڑا کریں۔ اور اگر تم نے ان کی بات مان لی تو مشرک ہوئے۔

قرآن پاک کی اس آیت پاک پر غور کرو کہ خداوند کریم نے کتنے واضح الفاظ میں اولیاء الشیطان کی جماعت کے طرزِ عمل ان کے خواص وآثار اور ان کے اعمال وافعال کو بیان فرمادیا ہے۔ کہ یہ شیطانی گروہ اپنے ساتھیوں اور اپنی جماعت میں یہ تبلیغ کرتا رہتا ہے۔ کہ یہ ایمان والے لوگ تم سے نبوت وولایت اور فقیری ودرویشی کے معاملے میں تم سے لڑتے رہیں گے۔ لیکن خبردار اگر تم نے ان کی بات مان لی تو تم مشرک ہو۔

اب غور کرو کہ ایمان والوں کی لڑائی شیطان والوں سے یہی ہے کہ ایماندار یہ کہتے ہیں کہ نبی اللہ کا نور ہے۔ نبی مختار کل ہے۔ نبی حاضر وناظر ہے۔ اور نبی عالم غیب تھا ہے۔ اور یہ اولیاء اللہ لوگوں کی فریاد سنتے ہیں۔ عذاب الہٰی کو رد کرتے ہیں۔ بے مرادوں کو

مراد اور بے اولادوں کو اولاد دیتے ہیں۔ مشکل کشائی کرتے ہیں۔ اور ان کی سنگت دلوں میں نورِ معرفت پیدا کرتی ہے۔ اور ان کی دوستی ذریعۂ نجات ہے۔ اور یہ مرکر بھی زندہ ہیں۔ اور ان کے مزاروں پر جانا باعث رحمت ہے۔ اور ان کی نذر ونیاز دینا جائز ہے۔ لیکن ایمان والوں کے ان صحیح عقائد کے مقابلے میں شیطانی ٹولہ اپنے ساتھیوں اور اپنی جماعت کو یہ کہتا رہتا ہے کہ نہیں یہ ایمان والے جھوٹے ہیں۔ اور اگر تم نے ان ایمان والوں کی کوئی بات بھی مان لی توتم مشرک ہو۔ یعنی اگر تم نے ان ایمان والوں کی یہ بات مان لی کہ نبی نور ہے۔ مختارِ کل ہے۔ اور علم غیب جانتا ہے۔ توتم مشرک ہو۔ اور یہ اولیاء اللہ مشکل میں مدد کرتے ہیں۔ عذابِ الٰہی کو رد کرتے ہیں۔ ان کے مزاروں پر جانا باعث رحمت ہے۔ اور ان کے نام کی نیاز دینا جائز ہے۔ توتم مشرک ہو۔ اس آیت پاک سے یہ حقیقت پوری طرح واضح ہو جاتی ہے کہ انبیاء علیہم السلام اور اولیائے کرام رحم اللہ علیہم کی شانِ اقدس میں گستاخیاں کرنے والے اور ان کے فیوض وبرکات۔ کشف وکرامات اور تصرفات وکمالات کا انکار کرنے والے شیطان کے ہی بہکائے ہوئے ہیں۔ اور شیطانی جماعت کے ہی گمراہ کارکن ہیں۔

پارہ ۲۸۔ سورۃ المجادلۃ۔ آیت نمبر ۱۹

اسْتَحْوَذَ عَلَيْهِمُ الشَّيْطٰنُ فَاَنْسٰهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّيْطٰنِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ الشَّيْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ

کہ شیطان نے ان کو اپنے قابو میں کر لیا ہوا ہے پس شیطان نے ان کو اللہ کا ذکر بھلا دیا ہے۔ وہی لوگ شیطان کا گروہ ہیں۔ خبردار! یہ شیطان کا گروہ گھاٹے میں ہے۔ اس آیت پاک میں اللہ تعالیٰ نے شیطانی گروہ کے گمراہ و بے دین ہونے کی وجہ بھی بیان کر دی ہے۔ کہ ان کے دل و دماغ پر شیطانی قوت غالب آچکی ہے۔ جس کی وجہ سے یہ لوگ اللہ تعالیٰ کی یاد سے غافل ہو چکے ہیں۔ اور اس کے مقابلے میں اگلی آیت میں

خداوند تعالیٰ نے اولیاء الرحمٰن کو حزب اللہ فرمایا ہے یعنی اللہ کا گروہ۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَلَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَاَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ وَيُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ـ

اے میرے محبوب پاک علیہم السلام تو ایسے لوگوں کو نہ پائے گا کہ جو اللہ اور آخرت پر ایمان رکھتے ہیں۔ کہ پھر وہ لوگ اللہ اور اس کے رسول کی مخالفت کرنے والوں سے دوستی رکھیں۔ چاہے وہ مخالف لوگ ان کے باپ یا بیٹے یا بھائی اور یا گھر والے ہی کیوں نہ ہوں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں۔ کہ جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان لکھدیا ہوا ہے۔ اور ان کی مدد کی ہے۔ اپنے غیب کے خزانے سے۔ اور انہیں لوگوں کو اللہ تعالیٰ جنّت کے باغوں میں داخل کرے گا۔ جن کے نیچے بہتی ہوئی نہریں ہیں اور وہ ان میں ہمیشہ رہیں گے اور اللہ تعالیٰ ان سے راضی ہے اور وہ اللہ تعالیٰ سے راضی ہیں۔ اور یہی لوگ اللہ تعالیٰ کا گروہ ہیں۔ اور خبردار۔ اللہ تعالیٰ کا گروہ کامیاب و کامران ہے۔

یہ آیت پوری طرح واضح کر رہی ہے اور ایمان والوں کو صاف الفاظ میں بتلا رہی ہے کہ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول کے دشمنوں اور مخالفوں سے کسی صورت بھی دوستی نہیں رکھنی چاہیئے ؛

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِؕ

کراماتِ اولیاء

قدرتِ خداوندی ۔ معجزاتِ انبیاء علیہم السلام اور کراماتِ اولیاء عظام درحقیقت ایک ہی سورج کی روشن کرنیں اور ایک ہی دریا کی لہریں ہیں۔ اور معجزہ وکرامت میں اسی فاعل حقیقی کی قدرتِ کاملہ کارفرما ہوتی ہے۔ جس کا ظہور کبھی کسی نبی کے معجزہ میں ہوتا ہے اور کبھی کسی ولی کی کرامت میں۔ دریا کا بہتا ہوا تیز پانی کبھی نہروں کی صورت اختیار کرلیتا ہے اور کبھی طوفانی موجیں بن کر کناروں سے نکل پڑتا ہے۔ اور یہی پانی کبھی خطرناک گرداب کی شکل اختیار کرکے تباہی کا باعث بن جاتا ہے۔ اور کبھی خوفناک بھنور کی صورت میں ہر چیز کو ڈبو دیتا ہے۔ لیکن حقیقت میں یہ تمام مشاہدات وکیفیات اسی پانی کے ہیں۔ جو مختلف صورتوں میں نمایاں ہوتا رہتا ہے۔ اور مختلف ناموں سے بولا جاتا ہے۔

دودھ کبھی دہی بن جاتا ہے۔ اور کبھی لسی۔ کبھی چھاچھ کہلاتا ہے اور کبھی مکھن۔ اصل میں یہ تمام اسماء وصفات اسی ایک دودھ ہی کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں۔ جو مختلف شکلوں صورتوں اور ناموں سے پکارا جاتا ہے۔ قدرتِ خداوندی بھی کبھی عصائے موسوی کی صورت میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور کبھی نفسِ مسیحائی کی شکل میں نمایاں ہوتی ہے۔ کبھی شق القمر میں کارفرما ہوتی ہے۔ اور کبھی ردالشمس میں جلوہ گر۔ کبھی بلقیس کا تخت آنکھ جھپکنے سے پہلے لانے کے لئے حضرتِ آصف کے مقدس ہاتھوں میں ظاہر ہوتی ہے۔ اور کبھی تازہ کھجوریں کھلانے کی خاطر حضرت مریم علیہ السلام کے مطہر پنجہ میں دیکھی جاتی ہے۔ کبھی غوثِ اعظم کی زبانِ پاک

پر جلوہ گر ہوتی ہے۔ اور کبھی مرشدِ لاثانی کے دستِ دعا میں۔

معجزہ و کرامت کسی نبی و ولی کے اس فعل کا نام ہے۔ جو عادت کے خلاف ہو۔ اور جسے عقل تسلیم نہ کرے۔ مثلاً آگ کا کام جلا دینا ہے۔ اور اگر آگ نے کسی وقت کسی کو نہیں جلایا اگر ایسا کام کسی نبی سے سرزد ہوا ہے تو معجزہ کہلائے گا۔ اور اگر کسی ولی سے صادر ہؤا ہے تو کرامت ہوگا۔

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ ایسے خلافِ عادت افعال تو اکثر جادوگر اور شعبدہ باز بھی کرکے دکھاتے رہتے ہیں۔ تو پھر معجزہ و کرامت اور جادو میں کیا فرق رہ جاتا ہے۔

تو اس کا جواب یہ ہے کہ خلافِ عادت و عقل فعل اگر کسی نبی سے صادر ہو تو وہ معجزہ کہلائے گا۔ اور اگر کسی ولی سے سرزد ہو تو وہ کرامت کہلائے گا۔ اور اگر ایسا ہی خلافِ عادت و عقل فعل کسی عام مومن سے صادر ہو تو اس کو معونت کہیں گے۔ اور اگر کسی کافر سے اس کا ظہور ہو تو اس کو استدراج کہا جائے گا۔ اور معجزہ و کرامت اور جادو و استدراج میں فرق یہ ہے۔ کہ جادو و استدراج اسباب کا محتاج ہوتا ہے۔ اور معجزہ و کرامت کسی اسباب کے محتاج نہیں ہوتے۔

کرامت کی دو قسمیں ہیں حسّی و معنوی۔ حسّی مثلاً پانی پر چلنا، ہوا میں اُڑنا۔ دل کی باتیں جاننا۔ بیماروں کو شفا دینا۔ غائبانہ مدد کرنا۔ اور آنِ واحد میں ایک جگہ سے دوسری جگہ پہنچ جانا وغیرہ اور معنوی کرامت حسد و بغض سے دل کو پاک رکھنا۔ اسلام کی حدود پر قائم رہنا۔ شریعتِ مطہرہ کی پابندی کرنا۔ فرائض خداوندی اور سنتِ رسول پر کاربند رہنا وغیرہ۔

اولیاء اللہ رحمہم اللہ علیہم چونکہ خداوند تعالیٰ کے دوست، ساتھی، قریب اور محبوب و مقبول اور اس کی صفات کے مظہر ہوتے ہیں۔ اس لئے ان کے لئے آنِ واحد

میں ایک جگہ سے دوسری جگہ جانا۔ کسی کی غائبانہ امداد کرنا۔ ہوا میں اُڑنا۔ پانی پر چلنا۔ کسی کی مشکل کشائی کرنا۔ قلبِ ماہیت ہونا۔ اور دوسرے تصرفات وخوارقِ عادات کوئی مشکل نہیں۔ اس لئے کہ ان تمام محیّر العقول واقعات اور تصرفات وکرامات میں اسی قادرِ مطلق کی قدرتِ کاملہ کارفرما ہوتی ہے۔ امام الانبیا صلی اللہ علیہ وسلم کی حدیث مبارک کے مطابق جب کسی ولی اللہ کے ہاتھ اللہ کے ہاتھ۔ اس کی زبان خدا کی زبان، اُس کی آنکھیں اللہ کی آنکھیں اور اُس کے پاؤں خدا کے پاؤں ہوجاتے ہیں۔ اور پھر وہ اللہ تعالیٰ کی آنکھوں سے دیکھتا ہے۔ اسی کے کانوں سے سُنتا ہے۔ اور اُسی کے پاؤں سے چلتا ہے۔ اور اُسی کے ہاتھوں سے پکڑتا ہے۔ تو پھر مقبولانِ الٰہی کے لئے کوئی بڑی سے بڑی مشکل حل کرنا۔ ایک شہر سے دوسرے شہر میں آنِ واحد میں چلے جانا اپنے آپ کو کئی صورتوں میں ظاہر کرنا۔ اور دُور سے کسی کی فریاد سُن کر دستگیری کرنا عین دین اور شریعت ہے۔ بلکہ اگر کوئی شخص کسی ولی اللہ سے ایسی ہی کوئی کرامت دیکھے۔ تو دیکھنے والے کو یہ ایمان رکھنا چاہیئے کہ یہ خداوند تعالیٰ کی کوئی صفت اور قدرت ہے۔ جس کا ظہور اس ولی اللہ کے ذریعے سے ہوا ہے۔ بقول عارفِ رومیؒ:۔ ؎

گفتۂ او گفتۂ اللہ بود

گر چہ از حلقوم عبد اللہ بود

"پنجۂ او پنجۂ حق میشود"

کراماتِ صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین

○ حضرتِ صدیقِ اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وصیت کے مطابق جب آپ کا جنازہ مبارک نبی کریم علیہ السلام کے روضۂ اقدس پر پہنچایا گیا اور یہ عرض کی گئی :۔

السلام علیک یا رسول اللہ علیک السلام ھذا ابوبکر بالباب

کہ اے کملی والے آقا آپ کا یارِ غار آپ کے درِ اقدس پہ حاضر ہوگیا ہے۔ تو

قد انفتح الباب واذا بھاتف یھتف من القبر دخلوا الحبیب الی الحبیب

پس روزہ انور کا دروازہ خود بخود کھل گیا۔ اور روضۂ اقدس سے آواز آئی۔ کہ یار کو

یار کے پاس لے آؤ۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵۔ حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خلافت کے زمانے میں آپ نے حضرتِ ساریہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لشکرِ اسلام کا سپہ سالار بنا کر نہاوند کی طرف بھیجا۔ جو مدینہ منورہ سے تقریباً تین ہزار میل کے فاصلہ پر تھا۔ جمعہ کے دن حضرتِ عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جمعہ کا خطبہ دے رہے تھے کہ بلند آواز سے دورانِ خطبہ پکار اٹھے۔ یا ساریۃ الجبل۔ کہ اے ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچو۔ حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے وہ دن اور تاریخ اور وقت لکھ لیا۔ فتح یاب ہونے کے بعد جب لشکر اسلام واپس مدینہ منورہ آیا تو حضرت ساریہ نے فرمایا:۔

غزونا یوم الجمعۃ فی وقت الخطبۃ فھزمونا فاذا انسان یصیح یا ساریۃ الجبل۔

کہ جمعہ کے دن خطبہ کے وقت۔ جنگ شروع ہوئی۔ اور ہمیں شکست کا سامنا ہو رہا تھا کہ اچانک میرے کانوں میں آواز آئی۔ کہ ساریہ پہاڑ کی طرف سے بچو۔ چنانچہ اس کے بعد اسلام کو فتح ہو گئی۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵۔ صفحہ ۴۶۵ و۔ حضرتِ عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے زمانۂ خلافت میں مدینہ منورہ میں زلزلہ آگیا۔ تو حضرتِ عمرؓ نے اپنا دُرّہ زمین پہ مارا اور فرمایا اسکن باذن اللہ فسکنت وما حدثت الزلزلۃ بالمدینۃ بعد ذالک

کہ اللہ کے حکم سے ٹھہر جا۔ تو زمین ٹھہر گئی۔ اور پھر اس کے بعد مدینہ منورہ میں زلزلہ نہیں آیا۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵ :۔ روم کے بادشاہ نے ایک آدمی کو حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو قتل کرنے کے لئے بھیجا۔ وہ آدمی مدینہ شریف آیا۔ اور لوگوں سے حضرتِ عمرؓ کا شاہی محل پوچھنے لگا۔ لوگوں نے بتایا کہ ان کا کوئی محل نہیں ہے۔ وہ تو صحرا میں لیٹے ہوئے ہیں۔ وہ رومی صحرا کی طرف گیا۔ دیکھا تو حضرتِ عمرؓ ریت پر اینٹ کا تکیہ بنا کر سوئے ہوئے ہیں۔ وہ شخص بڑا حیران ہوا۔ کہ یہ ہے مسلمانوں کا خلیفہ۔ جس کے رُعب و جلال سے شرق و غرب کانپتے ہیں۔

فَلَمَّا دَفَعَ السَّيْفَ اَخْرَجَ اللّٰهُ مِنَ الْاَرْضِ اَسَدَيْنِ ۔

پس جب اس نے تلوار اٹھائی تو خدا تعالیٰ نے زمین سے دو شیر کھڑے کر دیئے اس کی تلوار گر پڑی۔ حضرتِ عمرؓ بیدار ہوئے تو وہ مسلمان ہو گیا۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵ صفحہ ۴۶۵ :۔ حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دن کسی راستے پر جا رہا تھا۔ کہ میں نے ایک عورت کو دیکھا۔ اور پھر میں حضرتِ عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ تو آپ نے فرمایا :۔

مالی اراکم تدخلون علیّ و اثار الزنا ظاهرۃ علیکم ۔

کہ میں کیا دیکھ رہا ہوں کہ تم میرے پاس آئے ہو۔ اور تمہارے چہرے پر زنا کے آثار نمایاں ہیں۔

میں نے عرض کی کہ کیا نبی کریم علیہ السلام کے بعد پھر وحی آنی شروع ہو گئی ہے تو آپ نے فرمایا :۔

لا و لکن فراسۃ صادقۃ ۔ کہ نہیں وحی تو نہیں آئی۔ لیکن یہ مومن کی سچی فراست ہے۔

○ تفسیر کبیر جلد ۵، صفحہ ۴۲۵ :۔ حضرتِ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے غلام نے چوری کی۔ اس کے اقبالِ جرم کر لینے پر حضرت علی نے اس کے ہاتھ کاٹ دیئے۔ وہ جا رہا تھا کہ راستہ میں اسے حضرت سلیمان فارسی اور ابن کرا رضی اللہ تعالیٰ عنہما ملے۔ ابن کرا نے پوچھا مَنْ قَطَعَ یَدَكَ ۔ فقال امیر المؤمنین ویعسوب المسلمین کہ تیرے ہاتھ کس نے کاٹے ہیں۔ تو اس نے کہا کہ مومنوں کے امیر اور مسلمانوں کے محبوب و مددگار یعنی حضرت علی نے۔ ابن کرا نے فرمایا کہ انہوں نے تو تیرا ہاتھ کاٹا ہے اور تو ان کی تعریف کرتا ہے۔ تو اس نے جواب دیا کہ انہوں نے حق پر میرا ہاتھ کاٹ کر مجھے دوزخ کی آگ سے بچا لیا ہے۔

حضرتِ سلیمان فارسی نے حضرتِ علی کو بتایا۔ تو حضرت علیؓ نے اس کو بلایا اور اس کے کٹے ہوئے ہاتھ پر پٹی باندھ دی۔ اور دعا فرمائی۔

فسمعنا صوتا من السماء ارفع الرداء عن الید ۔ پس ہم نے آسمان سے آواز سنی کی اپنی چادر اس کے زخم سے اٹھا لو۔ جب ہم نے اس کے ہاتھ سے چادر اٹھائی تو اس کا ہاتھ جڑا ہوا تھا۔ اور پہلے سے بھی اچھا تھا۔

○ حضرت علی کرم اللہ وجہہ کی ادنیٰ کرامت یہ ہے کہ وہ گھوڑے کی ایک رکاب میں پاؤں رکھتے تو دوسری رکاب میں پاؤں رکھنے سے پہلے قرآن پاک ختم کر لیتے تھے۔

○ تاریخ الخلفاء صفحہ ۶۱۔ حضرتِ صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے وصالِ پاک کا جب وقت قریب آیا تو آپ نے حضرتِ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے فرمایا۔ بیٹی میرے مرنے کے بعد میرا ترکہ قرآنِ پاک کی رو سے اپنے بہن بھائیوں میں تقسیم کر دینا۔ بیٹی نے عرض کی ابا جان انشاء اللہ ایسا ہی کروں گی۔ مگر میری بہن تو ایک ہی اسماء ہے۔ دوسری بہن کہاں ہے۔ تو آپ نے فرمایا۔ ذو بطن ابنة خارجة اراها جاریة ۔ کہ تمہاری سوتیلی ماں حاملہ ہے۔ اور اس کے پیٹ میں لڑکی ہے :۔

غوثِ اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ

ہے زیارت گاہِ مسلم گو جہاں آباد بھی
اس کرامت کا مگر حقدار ہے بغداد بھی — اقبال مرحوم

○ بہجۃ الاسرار صـ۸۹ حیاتِ جاودانی اردو ترجمہ قلائد الجواہر صـ۳

آپ کی والدہ ماجدہ حضرت فاطمہ رحمۃ اللہ علیہا فرماتی ہیں

كَانَ لَا يَرْضَعُ ثَدْيِيْ فِيْ نَهَارِ رَمَضَانَ وَغُمَّ عَلَى النَّاسِ هِلَالُ رَمَضَانَ فَأَتَوْنِيْ وَسَأَلُوْنِيْ عَنْهُ فَقُلْتُ لَمْ يَلْتَقِمِ الْيَوْمَ ثَدْيًا۔

کہ میرے فرزندِ ارجمند حضرت عبدالقادر صغر سنی میں رمضان المبارک میں دن کو دودھ نہیں پیتے تھے۔ ایک دفعہ آسمان پر بادلوں کے سبب رمضان المبارک کے چاند میں لوگوں میں شک پیدا ہو گیا۔ صبح کو لوگوں نے مجھ سے پوچھا۔ کہ کیا آج روزہ ہے۔ کہ نہیں۔ تو میں نے کہا کہ چونکہ میرے بچے عبدالقادر نے آج دودھ نہیں پیا اس لئے آج روزہ ہے۔

وَاشْتَهَرَ بِبَلَدِنَا فِيْ ذَالِكَ الْوَقْتِ أَنَّهُ وُلِدَ لِلْأَشْرَافِ وَلَدٌ لَا يَرْضَعُ فِيْ نَهَارِ رَمَضَانَ۔

اور پھر اسی زمانے میں تمام شہروں میں یہ مشہور ہو گیا کہ شرفا کے جیلان میں ایک لڑکا پیدا ہوا ہے۔ جو رمضان المبارک میں دن کو دودھ نہیں پیتا۔

○ حیاتِ جاودانی اردو ترجمہ قلائد الجواہر صـ۴۲

پیرانِ پیر حضرت غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ قیامت تک میرے دوستوں

اور میرے مریدوں میں سے جو کوئی ٹھوکر کھائے گا تو میں اس کا ہاتھ پکڑ لوں گا۔
کسی نے حضرتِ غوثِ اعظم سے پوچھا۔ کہ حضرت آپ کے مریدوں میں پرہیزگار
اور گنہگار دونوں ہی ہوں گے۔ تو آپ نے فرمایا کہ پرہیز میرے لئے ہیں۔ اور
اور گنہگار دں کے لئے میں ہوں۔

مُرِيْدِيْ لَا تَخَفْ اَللّٰهُ رَبِّيْ

○ بہجۃ الاسرار صہ۶۵۔ حضرت شیخ محمدؒ بن قائد الاوانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ایک عورت اپنے بچے کو لے کر حضرت غوث اعظمؓ کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہوئی، اور عرض کی کہ میں دیکھتی ہوں کہ میرے اس بچے کو آپ سے بہت محبت ہے۔ اس لئے میں اپنا حق چھوڑ کر محض لوجہہ اللہ اپنے بچے کو آپ کے سپرد کرتی ہوں۔ چنانچہ وہ عورت اپنے بچے کو چھوڑ کر چلی گئی۔ چند دنوں کے بعد وہ عورت آپ کی خدمت میں حاضر ہوئی، تو اس نے دیکھا یأکل فی قرص شعیر فدخلت الی الشیخ فوجدت بین یدیہ اناءً فیہ عظام دجاجۃ مسلوقۃ اکلھا فقالت یاسیدی تاکل الدجاج ویاکل ابنی خبز الشعیر فوضع یدہ علی تلک العظام وقال قومی باذن اللہ الذی یحی العظام وھی رمیم فقامت دجاجۃ سویتہ نصاحت فقال الشیخ اذا صار ابنک ھکذا فلیاکل مما یشاء۔
کہ اس کا بچہ جو کی سوکھی ہوئی روٹی کھا رہا ہے۔ پس وہ عورت غوثِ اعظمؓ کے پاس گئی۔ اور دیکھا کہ آپ مرغی کے سالن سے روٹی کھا رہے ہیں۔ اس عورت نے کہا آقا میرے بچے کو تو جو کی سوکھی ہوئی روٹی کھلاتے ہو۔ اور خود مرغی کے سالن سے کھاتے ہو۔ پس آپ نے مرغی کی ہڈیاں جمع کیں اور فرمایا کہ اس اللہ کے حکم سے اٹھ، جو مری ہوئی ہڈیوں کو بھی زندہ کرتا ہے۔ تو وہ مرغی کڑکڑ کرتی ہوئی اٹھ کھڑی ہوئی، تب آپ نے فرمایا کہ جب تیرا بچہ بھی اس قابل ہو جائے گا تو پھر وہ بھی جو جی چاہے کھائے

○ حیاتِ جاودانی اردو ترجمہ قلائد الجواہر صـ۱۶۴ ۔
حضرتِ شیخ ابو عمر عثمان الصمد فینی اور حضرت شیخ محمد عبدالخالق الحریمی رحمۃ اللہ علیہما فرماتے ہیں کہ ہم صفر ۵۵۵ھ ہجری کو حضرت غوث اعظم کی خدمت اقدس میں حاضر تھے۔ کہ آپ جلال میں آ گئے۔ وضو کیا اور کھڑاویں پہنیں، اور ایک آواز دی۔ اور ایک کھڑام ہوا میں پھینک دی، پھر دوسری دفعہ بلند آواز سے پکارے اور دوسری کھڑام بھی ہوا میں پھینک دی۔ کسی کو یہ معاملہ پوچھنے کی جرأت نہ ہوئی۔ لیکن تین دن کے بعد ایک قافلہ بغداد شریف آیا۔ اور اس نے آپ کی بارگاہِ عالیہ میں حاضر ہو کر کچھ کپڑے اور سونا نذرانہ پیش کیا۔ اور آپ کی دونوں کھڑاویں بھی پیش کیں۔ ہم نے قافلہ والوں سے اصل واقعہ پوچھا تو انہوں نے بتایا کہ تین دن ہوئے ہم فلاں جنگل میں رات بسر کر رہے تھے۔ کہ ہمیں ڈاکوؤں نے لوٹ لیا۔ اس وقت ہم نے نذر مانی کہ اگر ہمارا سامان واپس مل جائے تو ہم اس میں سے شیخ عبدالقادر کا حصہ بھی نکالیں گے۔ پس پھر کیا تھا دو گرجدار آوازیں آئیں اور ڈاکوؤں نے ہمارا سامان واپس کر دیا۔ اور کہا کہ ہمارے دو سردار بھی مارے گئے ہیں۔ اور یہ ہیں وہ کھڑاویں جنہوں نے ہمارے سرداروں کو مارا ہے۔

○ اردو ترجمہ تفریح الخاطر صـ۱۹ ۔ شیخ عبدالقادر ابن محی الدین الاربلی رحمۃ اللہ علیہ اسرار السالکین کے حوالے سے نقل فرماتے ہیں کہ ایک دفعہ بغداد شریف میں ایک عیسائی پادری نے لوگوں کو یہ کہکر گمراہ کرنا شروع کر دیا کہ ہمارے نبی عیسیٰ علیہ السلام تمہارے نبی حضرت محمد مصطفےٰ علیہ السلام سے افضل ہیں۔ اس لیے کہ ہمارے نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے مردے زندہ کئے ہیں۔ اور تمہارے نبی نے کوئی مردہ زندہ نہیں کیا۔ یہ بات حضرتِ غوث اعظمؓ تک پہنچی تو آپ اپنی شانِ ولایت کے ساتھ اس پادری کے پاس گئے۔ اور فرمایا۔ پادری صاحب

کیا بات ہے؟ پادری نے ساری بات بتادی۔ آپ جلال میں آگئے، اور فرمایا پادری صاحب میں نبی نہیں ہوں بلکہ نبی کا نواسہ ہوں۔ اور غلام ہوں۔ اگر میں مردہ زندہ کردوں تو کیا تو میرے نانے مصطفےٰ علیہ السلام کا کلمہ پڑھ لے گا۔ اس عیسائی پادری نے کہا ہاں۔ تب آپ نے فرمایا کہ مجھے کوئی پرانی قبر دکھاؤ۔ تاکہ میں اس مردہ کو زندہ کردں۔ پادری نے آپ کو ایک پرانی قبر دکھائی۔ تو حضرت پیرانِ پیرؒ نے فرمایا۔ کہ یہ ایک گوّیے کی قبر ہے۔ اگر کہو تو یہ گاتا ہوا قبر سے نکلے۔ پادری نے کہا ٹھیک ہے۔ پھر آپ نے فرمایا کہ تمہارا نبی حضرت عیسیٰ علیہ السلام جب مردہ زندہ کیا کرتے تھے۔ تو کیا پڑھا کرتے تھے؟ پادری نے کہا قُمْ بِاِذْنِ اللّٰہ۔ کہ اللہ کے حکم سے اٹھ۔ پھر غوث پاک نے جلال میں آکر قبر کو ٹھوکر ماری، اور فرمایا قُمْ بِاِذْنِی۔ کہ میرے حکم سے اُٹھ۔ وہ مردہ گاتا ہوا قبر سے نکل آیا۔ اور غوث اعظمؒ کی یہ عظیم الشان کرامت دیکھکر وہ پادری مسلمان ہوگیا۔

○ اردو ترجمہ تفریح الخاطر صـ۲۸۔ شہنشاہِ بغداد حضرتِ غوثِ اعظمؒ کے زمانے میں ایک آدمی تھا جو ہر وقت فسق و فجور میں مبتلا رہتا تھا۔ مگر اسے غوثِ پاک سے بڑی محبت تھی۔ وہ فوت ہوگیا۔ تو قبر میں منکر نکیر نے آکر سوال کیا تو اس نے جواب دیا کہ میں تو عبد القادر کے سوا اور کچھ بھی نہیں جانتا۔ فرشتوں نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی یا مولا جو کچھ اس نے جواب دیا ہے تو جانتا ہے۔ اب اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے؟ خدا کی طرف سے حکم آیا۔ کہ اگرچہ یہ میرا بندہ گنہگار ہے لیکن چونکہ اس کے دل میں میرے محبوب عبد القادر کی محبت ہے۔ اس لئے میں نے اس کو بخش دیا۔

○ دیوبندیوں کے حکیم الامت اور پیرو پیشوا مولانا اشرف علی صاحب تھانوی نے بھی اپنی کتاب الافاضات الیومیہ کی دوسری جلد کے صـ۲۹۰ پر لکھا ہے کہ حضرتِ غوث اعظمؒ

کا ایک دھوبی تھا۔ جو آپ کے کپڑے دھویا کرتا تھا۔ وہ دھوبی فوت ہو گیا۔ تو قبر میں منکر نکیر نے آکر سوال کیا، تو اس دھوبی نے جواب دیا کہ میں تو غوثِ اعظم کا دھوبی ہوں۔ فرشتوں نے عرض کی یا مولا اس کے ساتھ کیا سلوک کیا جائے۔ حکم آیا کہ میں نے بخشدیا۔

○ تفریح الخاطر اردو ترجمہ ص۲۷ بہجۃ الاسرار ص۱۵

حضرتِ غوثِ اعظم نے فرمایا

قدمی ھٰذہٖ علٰی رقبۃ کل ولی اللّٰہ

کہ میرا یہ قدم تمام اولیاء اللہ کی گردن پر ہے۔ آپ کا یہ ارشادِ عالی سن کر تمام اولیاء اللہ نے اپنی اپنی گردنیں جھکا دیں۔ مگر اصفہان کے ایک ولی شیخ صنعان نے اپنی گردن نہ جھکائی، حضرتِ غوثِ پاک کو کشف سے یہ معلوم ہو گیا تو جوش میں آکر فرمایا کہ میرا یہ قدم خنزیروں کے چرانے والے کی گردن پر بھی ہے۔ پھر شیخ صنعان نے ایک لڑکی کی محبت میں خنزیر بھی چرائے، اور خنزیر کا گوشت کھانے اور شراب پینے کو بھی تیار ہو گئے۔ تو ان کے دو مریدوں شیخ محمد دمغربی اور شیخ محمد فریدالدین عطار نے بلند آواز سے پکارا۔ یا غوثِ اعظم ہمارا پیر کافر ہو رہا ہے۔ مدد فرمایئے۔ اور پھر غیب سے یہ آواز آئی شیخ صنعان ہوش کر۔ اور اپنی گردن جھکا دے۔ یہ غوثِ اعظم کی آواز تھی۔ جسے سن کر شیخ صنعان نے خنزیر کا گوشت اور شراب کا پیالہ پھینک دیا۔ اور گردن جھکا دی۔

○ بہجۃ الاسرار ص۱۷:۔ حضرت شیخ ضیاء الدین ابو نصر موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے شیخ عبدالقادر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے سنا۔ آپ نے فرمایا کہ ایک دفعہ مجھے سیاحت کے دوران بڑی پیاس لگی اور پانی ملنے کی کوئی امید نہ تھی۔ کہ اچانک میرے سر پہ ایک بدلی چھا گئی اور اس سے پانی برسنے لگا۔ اور پھر آواز آئی یا عبدالقادر

انا ربك فقد حللت لك المحرمات ۔ کہ اے عبد القادر میں تیرا رب ہوں اور میں نے تیرے لئے تمام حرام چیزیں حلال کر دی ہیں۔ تو میں بلند آواز سے کہا اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ۔ پس وہ بدلی ہٹ گئی ۔ اور آواز آئی ولقد اضللت بمثل ھذہ الواقعۃ سبعین من اھل الطریق کہ اے عبد القادر میں اسی طرح ستر ولیوں کو گمراہ کر چکا ہوں ۔

○ بہجۃ الاسرار صفحہ ۲۴ ۔ حضرت شیخ عبد القادرؒ نے فرمایا ۔ لولا لجام الشریعۃ علی لسانی لاخبرتکم بما تاکلون وما تدخرون فی بیوتکم انتم بین یدی کالقواریر یدی ما فی بواطنکم وظواھرکم
کہ اگر مجھے شریعت مصطفےٰ علیہ السلام کا لحاظ نہ ہو تو میں تمہیں بتا دوں جو کچھ کہ تم گھروں میں کھاتے ہو اور چھپا کر رکھتے ہو ۔ اور تم میرے سامنے ایسے ہو جیسے کوئی شیشہ کہ اس کی باہر والی بھی اور اندر والی بھی ہر چیز نظر آتی ہے ۔

○ اردو ترجمہ قلائد الجواہر صفحہ ۸۴ - ۸۵ ۔ سفینۃ الاولیاء مصنفہ شہزادہ دارا شکوہ صفحہ ۴ ۔ ایک دن ایک ولی اللہ بغداد شریف پر سے ہوا میں اڑتا ہوا گذرا اس کے دل میں یہ خیال پیدا ہوا کہ بغداد شریف میں میری مثل کوئی نہیں ہے ۔ غوث اعظمؒ کو کشف کے ذریعے اس کا علم ہو گیا ۔ تو آپ نے اس کی طرف غصے سے دیکھا ۔ اور اس کے تمام کمالات چھین لئے ۔ وہ ولی فوراً آپ کی خدمت میں حاضر ہوا اور معافی مانگی ۔ تو آپ نے اپنے خاص خلیفہ علی ہیتی کی سفارش پر اس کے تمام کمالات واپس کر دئے ۔ اور وہ پھر ہوا میں اڑ گیا ۔

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

مُرشدِ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ

سرچشمۂ ولایت ، شہنشاہِ طریقت ، گنجینۂ فیوض و برکات ، مخزنِ سعادت وحسنات ، قطب جہاں ، رہبر کاملاں ، غوثِ زماں ، دستگیر بے کساں ، خواجۂ خواجگاں شہبازِ لامکانی ، مرشدِ لاثانی ، قبلۂ عالم ، حضرت پیر سید جماعت علی شاہ صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ سرکار علی پور شریف ۔

ایسے مردِ کامل ـــــ کہ جن کی سفید لٹھے کی مقدس ٹوپی پر ہزاروں تاج شہنشاہی قربان ، جن کے کھدر کے پاک کرتے پر لاکھوں تختِ سکندری نثار ۔ اور جن کے نعلین مبارک پر ہفت اقلیم صدقے ! ایسے ولی کامل کہ جنہوں نے اپنے چشمۂ ولایت سے لاکھوں تشنگانِ معرفت کے دلوں کو سیراب کیا اور اپنے دریائے فیوضاتِ باطنی سے کروڑوں انسانوں کے دلوں کی کشتِ ویراں کو سرسبز و شاداب کیا ۔

ایسے پیرِ مغاں ـــــ کہ جنہوں نے اپنے میخانۂ روحانیت سے ساقی بندہ نواز بن کر مئے کشانِ حقیقت کو کیف و مستی بخشی اور جن کے میکدۂ رشد و ھدایت سے کروڑوں بادہ خوارانِ شرابِ عشق و مستی کے پیالے پی پی کر رسم رندانہ نبھا گئے

ایسے مقبولِ الٰہی ـــــ کہ جنہوں نے اپنے آفتابِ فقر و درویشی کی نورانی

کرنوں سے قلوبِ انسانی کے ظلمت کدہ کو منور کیا۔ اور اپنے ماہتاب رشد و ہدایت کی سنہری شعاعوں سے فسق و فجور کے اندھیروں میں گھرے ہوئے بندگانِ خدا کے سینوں میں اجالا کیا۔

ایسے قطب جہاں ــــــ کہ جنہوں نے اپنے تصرفات ولایت سے فسق و فجور کے دریا میں ڈوبے ہوئے انسانوں کو رشد و ہدایت کا کنارا دکھایا۔ اور اپنے کمالاتِ روحانی سے گناہ و معصیت کے سمندر میں غوطہ کھانے والے بندگانِ خدا کو پکڑ کر نیکی و ارتقاء کے ساحل پر پہنچا دیا۔

ایسے مردِ درویش ــــــ کہ جنہوں نے اپنی مشعلِ حق پرستی سے لاکھوں گم گشتگانِ راہِ معرفت کو نشانِ منزل عطا کیا، اور اپنے چراغ ہدایت کے ضو سے کروڑوں انسانوں کے دلوں کی تاریکیوں میں حقیقت و عرفان کی روشنی پیدا کی

ایسے غوثِ زماں ــــــ کہ جن کی ایک نگاہِ لطف و کرم نے لاکھوں انسانوں کی بگڑی ہوئی تقدیر بدل دی۔ بختِ خفتہ جگا دیئے، راہزنوں کو رہبر کر دیا۔ اور چوروں کو قطب بنا دیا۔

ایسے شیخِ حق پرست ــــــ کہ جن کے دستِ دعا نے بندگانِ خدا کے بگڑے ہوئے مقدر بنا دیئے۔ بے کسوں کی دستگیری کی۔ بے چین انسانوں کو چین اور دکھی انسانوں کو سُکھ بخشا۔ بیماروں کو شفا دی۔ اور بے مرادوں کو مراد بخشی۔

وہ رہبر کامل ــــــ کہ جن کی رفتار و عباد الرحمن الذین یمشون علی الارض ھونا کی عملی تصویر تھی۔ اور جن کی گفتار و اذا خاطبھم الجاھلون قالوا سلاما کی صحیح تصویر تھی۔ اور جن کے خصائل و اعمال یبیتون لربھم سجدا و قیاما کے حسین نمونے تھے۔

ایسے پیر کامل ــــــ کہ جن کی لب کشائی میں مشکل کشائی تھی۔ جن کے دامن

یں ساری خدائی تھی۔ اور مخلوقِ خدا جن کی شیدائی تھی۔ وہ محبوب سبحانی ـــــ کہ جنہوں نے اس خطۂ ارض پر مجاہدہ نفس کی محنت اور شب و روز کی ریاضت و عبادت کے آبِ دواں سے ولایت و طریقت کا ایک ایسا چمن کھلایا نکھارا اور رشد و ہدایت کے ایسے ایسے پھول کھلائے کہ جن کی خوشبو سے سارا ہندوستان مہک اٹھا۔

ایسے مرشد لاثانی ـــــ کہ اپنے مریدوں کے لئے جن کی ذات پردہ پوش تھی۔ اپنے عقیدت مندوں کے لئے جن کا وجود باعثِ رحمت تھا۔ اور اپنے غلاموں کے لئے جن کی نظرِ لطف و کرم وجۂ تسکینِ دل و جان تھی۔

وہ پیرِ بے نظیر ـــــ کہ جن کا مزار پُر انوار آج بھی مرجع خواص و عوام ہے۔ اور جن کے روضۂ اقدس کا سفید گنبد آج بھی سالکانِ راہِ طریقت کے لئے نشانِ منزل ہے۔ اور جس کا سنہری کلس آج بھی متلاشیانِ حق کے لئے مشعلِ راہ ہے۔ اور جن کے مزارِ اقدس کی سبز چادر آج بھی غم کے مارے ہوئے اور دنیا کے ٹھکرائے ہوئے بے آسرا و بے سہارا انسانوں کے لئے باعثِ راحتِ قلب و جان ہے اور وجۂ تسکینِ روح ہے۔ اور گناہ و معصیت کے دریا میں ڈوبے ہوئے بندگانِ خدا کے لئے پردہ پوش ہے۔

جن کا سینۂ اقدس انوار و تجلّیاتِ الٰہی کا مرکز تھا۔ اور قلبِ اطہر اسرار و معارفِ خداوندی کا گنجینہ تھا۔ اور جن کی نگاہوں میں حسنِ یار کے جلوے تھے۔ اور جن کے دل میں محبتِ الٰہی اور عشقِ مصطفٰے علیہ السلام کا دریا موجزن تھا۔ جن کا ہر ایک عمل تسلیم و رضا کی عملی تفسیر تھا۔ اور جن کا ہر ایک قدم سیدھی راہ سے بھٹکے ہوئے انسانوں کے لئے نشانِ منزل تھا۔ جو رحم و کرم کے مجسمہ تھے۔ اور عفو و عنایات کا پیکر تھے۔ اور جن کا ہر سانس ذکرِ اللہ ھو میں محو رہتا تھا۔ سادگی ایسی کہ آنے والا انہیں سے ان کا پتہ پوچھتا تھا۔ اور جاہ و جلال ایسا کہ نگاہِ پاک اٹھتی تو بڑے بڑے شہنشاہوں کے دل لرز جاتے۔ فقر و غنا کا یہ حال

کہ کھانے میں ایک سوکھی ہوئی روٹی اور لسی کا ایک پیالہ۔ اور جود سخا کا یہ عالم کہ ہر سوالی کی جھولی بھردی۔ ہر گدا کے دامن کو بھرپور کر دیا۔ فقیر آیا تو امیر ہو کر گیا۔ جاہل آیا تو عالم بن کر گیا۔ بے عمل آیا تو باعمل ہو کر گیا۔ بے مراد آیا تو بامراد ہو کر گیا۔ دکھی آیا تو سکھ لے کر گیا۔ بیمار آیا تو شفا بخشی۔ سیہ کار آیا تو پُرنور کر دیا۔ گنہگار آیا تو مژدۂ بخشش لے کر گیا۔ اور دوزخی آیا تو جنتی بن کر گیا۔

آپ کے پیرومرشد قطبِ جہاں، غوثِ زماں، ابدالِ وقت خواجۂ خواجگان عالی جناب فیض مستطاب حضرت خواجہ فقیر محمد صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ چورہ شریف والی سرکار ہر روز عصر کی نماز کے بعد مشرق کی طرف منہ کر کے بیٹھا کرتے تھے کسی غلام نے اس کا سبب پوچھا۔ تو فرمایا کہ پنجاب کے ایک شہباز کے لئے جال لگا کر بیٹھا ہوں۔ خدا جانے وہ کب میرے جال میں پھنسے گا۔ اور پھر جب آپ خواجہ فقیر محمد صاحب چوراہی کے حلقۂ ارادت میں منسلک ہوئے تو خواجہ صاحب نے فرمایا کہ یہ ہے پنجاب کا وہ شہباز جس کو دام میں لانے کے لئے میں اپنا جال لگا کر بیٹھا کرتا تھا۔

اسلامی جمہوریہ پاکستان کی صوبائی اسمبلی نے ۱۹۶۳ء میں ایک غیر اسلامی اور غیر دینی بل پاس کیا میں نے اس بل کے خلاف تقریر کی جسے حکومت کے خلاف باغیانہ تقریر بنا کر مجھے شاہی قلعہ لاہور میں نظر بند کر دیا گیا۔ تمام دوستوں کو اور مجھے بھی یقین تھا کہ اب یہاں سے میری لاش ہی جائے گی۔ اور یا پھر چودہ سال کی قید ہوگی۔ اس لئے کہ ان دنوں مغربی پاکستان کے گورنر ملک امیر محمد خاں تھے۔ جن کی لمبی لمبی مونچھوں کا تاؤ، ان کے انتقامی جذبے اور ان کے قہر و غضب کا آئینہ دار ہوتا تھا۔

شاہی قلعہ کا قید خانہ ـــــ خدا کی پناہ! وحشت ناک منظر ـــ خوفناک سماں ـــ ڈراؤنا ماحول۔ ہر وقت موت کا خوف۔ ـــ ہر لحظہ جان جانے کا

کا ڈر ـــــ ہر آن کسی نئی آفت کا خطرہ - اور ہر گھڑی کسی نئی مصیبت کا انتظار
اور دن رات پولیس کا پہرہ -

شیخ عبد الصمد صاحب جو ان دنوں سی - آئی - اے سپیشل سٹاف کے انسپکٹر اور شاہی قلعہ لاہور کے انچارج بھی تھے - کی نگرانی میں تفتیش شروع ہوئی - اور پندرہ دن تک ہوتی رہی - شاید مجھ پر لگائے ہوئے سنگین الزامات میں کوئی تخفیف کی صورت نکل آتی ، کہ انہیں دنوں صوبائی اسمبلی کا اجلاس لاہور میں شروع ہو گیا - جس میں حزب اختلاف کے ایک بے باک رکن مسٹر حمزہ نے اسمبلی میں میری نظر بندی کے خلاف احتجاج کرتے ہوئے تحریک التوا پیش کر دی - جس سے معاملہ اور بھی بگڑ گیا - اور میرے خلاف حکومت کے شکوک و شبہات اور بھی مستحکم ہو گئے - چنانچہ ۱۴ ر فروری ۱۹۶۳ء کو صبح دس بجے شیخ صاحب نے مجھے دفتر میں بلا کر کہدیا کہ صاحبزادہ صاحب کل آپ کو ہائی کورٹ میں پیش کرنا ہے - اپنی صفائی کے لئے کسی وکیل کا نام بتا دو - تاکہ ان سے فیس کا معاملہ طے کرکے اور آپ کا تحریری بیان ان کے سپرد کرکے اور ان کو یہاں آپ سے ملاقات کرنے کا بھی انتظام کیا جا سکے -

ہائیکورٹ میں پیش ہونے کا حکم سُن کر گھبرا گیا - اس لئے کہ میں جانتا تھا - کہ ایسے سنگین قسم کے الزامات کی سزا کیا ہوتی ہے ـــــ گھبرایا تو ضرور لیکن میں نے بڑے حوصلے سے جواب دیا - بہت اچھا جناب ! اور پھر میں نے اپنی وکالت کے لئے ایس - ایم ظفر - جو آج کل مرکزی وزیر قانون ہیں - اور میرے رشتہ دار بھی ہیں - اور اُن دنوں چوٹی کے وکلاء میں سے تھے - کا نام لکھوا دیا -

سارا دن بڑی بے چینی اور بے قراری میں گذرا - ہائی کورٹ کا خیال آتا تو رونگٹے کھڑے ہو جاتے - مگر جب سوچتا کہ یہ سب کچھ اسلام کی عظمت - دین کی سربلندی اور شریعت مصطفےٰ علیہ السلام کی آبرو کی خاطر ہے تو تسکین قلب ہو جاتی - اور بے چین دل سنبھل

جاتا ـــــ رات کو حسبِ معمول قرآنِ پاک کی تلاوت کی ۔نفل پڑھے ۔اور مثنوی شریف کا یہ شعر پڑھتے پڑھتے سو گیا ۔کہ

دستِ پیر از غائباں کوتاہ نیست

جس کا ترجمہ سلطان العارفین حضرت سلطان باہو رحمۃ اللہ علیہ کی زبان میں یہ ہے ۔ کہ

سے کوہاں تے مُرشد وَسّے وِچہ نگاہ دے رکھّے ھو

آدھی رات کا وقت تھا ۔کہ مجھے ایسا معلوم ہُوا کہ جیسے مجھے کوئی جگا رہا ہے ۔ میں نے کروٹ بدل لی ۔پھر ایسا ہی ہُوا ۔ تو میں گھبرا کر اٹھا ۔تو کیا دیکھتا ہوں کہ میرے مرشدِ لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ عصا مبارک کی ٹیک لگائے سامنے کھڑے ہیں ۔ اور دائیں جانب غوثِ زماں ۔ دستگیرِ بے کساں ۔ قطبِ جہاں ۔ حضرت صاحبزادہ پیر سیّد علی حسین شاہ صاحب مسند نشینِ آستانۂ عالیہ علی پور شریف بھی کھڑے ہیں میں خوشی و مسرت کے نعرے لگاتا ہُوا جلدی سے اٹھا اور مرشدِ پاک کے قدموں میں گر گیا ۔نعلین مبارک کو بوسہ دیا ۔ اور دست بستہ عرض کی ۔ آقا آپ یہاں کیسے ؟ فرمایا عرس مبارک کی تاریخ نزدیک آرہی ہے ۔ اور آج تک تو تم خود عرس کی تاریخ لینے علی پور آیا کرتے تھے ۔ اس دفعہ ہم خود تاریخ دینے آئے ہیں ۔میں نے عرض کی یا حضرت ! مگر میں تو یہاں قید ہوں ۔ فرمایا کہ یہیں تو نہیں بیٹھے رہنا ۔ ۲۲ ۔ ۲۳ ۔ اپریل کو عرس کروا لینا اتنا فرمایا اور نظروں سے غائب ہو گئے ۔ یاد رہے کہ ان دنوں والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ کا عرس مبارک مارچ کے مہینے میں ہُوا کرتا تھا ۔

شاہی قلعہ کے قید خانہ میں اپنے مرشدِ لاثانی کی زبانی اپنی رہائی کا مژدۂ جانفزا سن کر اور پیرِ کامل کی اس مشکل کشائی پر خوشی سے جھوم اٹھا ۔بس پھر کیا تھا اس ایمان افروز نظارے کے بعد مجھے یقین ہو گیا کہ میرے امتحان کا وقت اب ختم ہو گیا ہے ۔ آزمائش کی

گھڑیاں پوری ہوگئی ہیں۔ آنے والے تمام خطرات ٹل گئے ہیں۔ قید خانہ کے دروازے کھل گئے ہیں۔ اور زنجیریں ٹوٹ گئی ہیں۔

سنتری نے آہنی جنگلے کے پاس آکر پوچھا۔ شاہ صاحب آپ کس سے باتیں کر رہے تھے۔ اور ابھی ابھی یہاں سے نکل کر کون گیا ہے؟ میں نے کہا سنتری صاحب یہاں کون آسکتا ہے۔؟ میں تو اپنے آپ سے باتیں کر رہا تھا۔ اس نے جنگلے کے تالے کو دیکھا۔ ٹھیک تھا۔ پھر لوہے کی موٹی موٹی سلاخوں کا معائنہ کیا۔ تو وہ بھی درست تھیں۔ سنتری حیران تھا۔ اور بار بار اصرار کر رہا تھا۔ کہ سچ بتاؤ۔ میں نے کہا کہ کوئی میری رہائی کا پیغام لایا تھا۔

رہائی کا پیغام! سنتری نے حیران ہوکر کہا۔ صبح تو آپ نے ہائی کورٹ میں پیش ہونا ہے۔ میں نے کہا کہ کیا ہائی کورٹ میں سزا یقینی ہے، رہائی ممکن نہیں؟ سنتری نے کہا کیوں نہیں۔

میں نے کہا تو پھر میرے ہائی کورٹ نے میری رہائی کا فیصلہ سنا دیا ہے۔

وہ رات میری زندگی کی بہترین اور حسین رات تھی۔ اور مبارک! ایمان افروز اور روح پرور رات تھی۔ ایک تو مدت کے بعد اپنے مرشد لاثانی کی زیارت اور پھر شاہی قلعہ کے قید خانہ میں۔ اور دوسرے رہائی کی بشارت۔

رات کا باقی حصہ خوشی و مسرت سے گذرا۔ اور صبح تک وہ حسین اور ایمان افروز منظر میری آنکھوں کے سامنے رہا۔ اور دم تحریر بھی میں اس روح پرور نظارے کو دیکھ رہا ہوں۔ زبان پر بار بار یہ شعر آتا رہا۔ کہ ؎

تنہائی کے سب دن ہیں تنہائی کی سب راتیں
اب ہونے لگیں ان سے خلوت میں ملاقاتیں

صبح ہوئی۔ دن نکل آیا۔ اور میں ہائی کورٹ میں پیش ہونے کی تیاری کرنے لگا۔

لکھوں کہ نو بجے پولیس کی گاڑی آ جاتی تھی۔ نو بج گئے مگر گاڑی نہ آئی۔ دس بج گئے مگر کوئی حکم نہ ملا۔ آخر گیارہ بجے شیخ صاحب نے دفتر میں بلا کر کہا کہ صاحبزادہ صاحب آپ کو مبارک ہو کہ آپ کی رہائی کا حکم آگیا ہے۔ اور ہم آپ کو یکم اپریل کو رہا کر رہے ہیں۔ چنانچہ گورنر ملک امیر محمد خاں کی طرف سے یکم اپریل کو دو بجے دوپہر رہائی کا پروانہ آگیا۔

○ نام تو ان کا کچھ اور تھا۔ مگر مرشد پاکؒ ان کو پیار سے فرمایا کرتے تھے کہ یہ میرے ڈیرے کا نمبردار ہے۔ اور پھر وہ نمبردار کے نام سے ہی مشہور ہو گیا ان کا کام صرف مُرشدِ پاک کی بھینسوں کو چارا ڈالنا تھا۔ ایک دن مُرشدِ لاثانیؒ نے پیار سے فرمایا۔ نمبردارا قبر میں منکر نکیر نے سوال پوچھے تو کیا جواب دے گا۔ نمبردار نے عرض کی۔ یا حضرت میں کہہ دوں گا کہ میں نے اپنے پیر دیاں مجھاں نوں پٹھے پاندا ہوندا ساں ـــــ آپ نے مسکرا کر فرمایا۔ جا نمبردارا یہی کہہ دینا تیری نجات ہو جائے گی۔

○ مولانا حافظ ظفر علی صاحب پسروری رحمۃ اللہ علیہ ہر جمعرات کو پیدل چل کر اپنے پیرومرشد کی زیارت اور قدم بوسی کے لئے آستانہ عالیہ علی پور شریف جایا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ساون کا مہینہ تھا اور موسلا دھار بارش کی وجہ سے نالہ ڈیک میں طغیانی آئی ہوئی تھی۔ حافظ صاحب مرحوم اپنے مرشدِ لاثانی کی شرابِ محبت و عقیدت کے نشے میں مخمور حسبِ معمول پسرور سے پیدل چل کر نالہ ڈیک کے کنارے پہنچے، دیکھا تو ڈیک کا پانی پورے زور سے بہہ رہا ہے۔ اور طوفانی موجیں آپس میں ٹکرا رہی ہیں۔ حافظ صاحب نالہ ڈاک کے اس طوفانی منظر کو دیکھکر گھبرائے اور سوچنے لگے کہ آگے جاؤں یا نہ ـــــ اگر آگے جاتا ہوں تو ڈوبنے کا خطرہ ہے۔ اور اگر پیچھے مڑتا ہوں تو عشق کو داغ لگتی ہے۔ پھر یہ سوچ کر کہ گجرات کی سوہنی اپنے مجازی محبوب کو ملنے کی خاطر دریائے چناب کی طوفانی لہروں میں کچے گھڑے پہ اگر کود پڑتی ہے تو میں تو مرد ہوں اور میرا محبوب تو حقیقی ہے۔ پھر میں اس نالہ کی طغیانی سے گھبرا کر پیچھے کیوں مڑوں؟

یہ سوچ کر نالہ ڈیک کی طوفانی موجوں میں اترنے لگے تو آواز آئی۔۔۔ ہوں ہوں۔۔
مگر حافظ صاحب نے کچھ پرواہ نہ کی۔ اپنے مرشدِ پاک کے عشق میں نالہ ڈیک میں کود پڑے۔ پانی سر سے اونچا تھا۔ اور بہاؤ بھی تیز تھا۔ درمیان میں گئے تو پانی کی تیزی کا مقابلہ نہ کر سکے۔ اور ڈوبنے لگے۔ اپنے مرشد کامل کو پکارا۔ تو فوراً مرشدِ لاثانی کے مقدس ہاتھوں نے پکڑ کر کنارے لگا دیا۔ حافظ صاحب مرحوم اسی گھبراہٹ کی حالت میں آستانۂ عالیہ پہنچے۔ پیر کامل کے قدموں کو بوسہ دیا۔ تو اس مددگار بیکساں نے فرمایا کہ حافظ صاحب میں نے آواز نہیں دی تھی کہ آج نہ آنا۔

○ باباجی حکیم عبد الغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ اہرونی جو کہ بلند پایہ حکیم ہونے کے ساتھ ساتھ ایک عالم باعمل۔ مردِ کامل اور قبلۂ عالم کے منظورِ نظر خلیفۂ مجاز بھی تھے۔ فرمایا کرتے تھے کہ ایک دن عصر کی نماز کے بعد کچھ حلقہ بگوشانِ ارادت حضورِ مرشد سر نیاز جھکائے بیٹھے تھے۔ ہُو کا عالم طاری تھا۔ چہرۂ اقدس سے فیوض و برکات کے چشمے پھوٹ رہے تھے۔ اور رخِ انور سے انوار و تجلّیات کی بارش ہو رہی تھی کہ اچانک آپ پہ کیفیت طاری ہو گئی۔ اور چہرے پر جلالِ فقر و ولایت ٹپکنے لگا۔ پھر آپ اسی جلال کی حالت میں اُٹھے۔ دو قدم گئے اور نظروں سے غائب ہو گئے۔ تھوڑی دیر کے بعد واپس آئے تو ہم نے دیکھا کہ تہبند مبارک پانی سے بھیگا ہوا ہے۔ میں نے اپنے ساقی بندہ نواز کے سامنے جرأتِ رندانہ کر کے عرض کی۔ آقا کہاں تشریف لے گئے تھے اور یہ تہبند بھیگا ہوا کیوں ہے؟ فرمایا حکیم صاحب! دریائے جہلم میں ایک مرید ڈوب رہا تھا۔ اس نے مجھے پکارا تو اس کو کنارے پر لگا کے آیا ہوں۔ پھر فرمایا حکیم صاحب یہ لوگ نہ خود آرام کرتے ہیں۔ اور نہ مجھے آرام کرنے دیتے ہیں۔

○ تحصیل شکر گڑھ سے ایک میاں بیوی رات کو پیدل اپنے پیرِ لاثانی کی زیارت کے لئے روانہ ہوئے۔ راستے میں ایک جگہ پڑتی تھی جہاں جنوں کا ڈیرہ تھا۔ یہ

میاں بیوی جب اس خطرناک مقام سے آگے گذر گئے تو پیچھے مڑ کر دیکھا تو ایک جنّ اپنے خوفناک بازو پھیلائے پکڑنے کو آ رہا ہے۔ دونوں نے اپنے مرشد لاثانی کو یاد کیا اور عرض کی آقا ہم تیری زیارت کو آ رہے ہیں۔ پیچھے جنّ پکڑنے کو آ رہا ہے۔ اور آگے [illegible] بہت دُور ہے۔ وہ دونوں اپنے پیر کامل کو یاد کرتے تیز [illegible] اور پیچھے پیچھے وہ جنّ دوڑتا ہوا آ رہا تھا۔ تھوڑی دور جانے کے بعد ایک آواز آئی کہ جنّ ہو کر بھی ان معمولی آدمیوں کو ابھی تک نہیں پکڑ سکا۔ یہ آواز اس جنّ کی مادہ کی آواز تھی۔ تو اس جنّ نے جواب دیا کہ میں کیا کروں۔ جب بھی میں ان کو پکڑنے لگتا ہوں تو ایک سفید ٹوپی والا بابا درمیان میں حائل ہو جاتا ہے۔ آخر وہ دونوں میاں بیوی صبح بخیریت اپنے پیر و مرشد کے مقدس آستانۂ عالیہ علی پور شریف پہنچ گئے۔ مرشد پاک کے قدموں کو بوسہ دیا۔ تو حضرت صاحبؒ نے فرمایا کہ میں کیا کروں لوگ رات کو نہ خود سوتے ہیں اور نہ ہی مجھے سونے دیتے ہیں۔

میرے بڑے بھائی صاحب صاحبزادہ محمود الحسن صاحب سفر سے گھر آئے اگلے دن والدہ صاحبہ مرحومہ کی خدمت میں عرض کی بیس روپے دو میں حضرت صاحب کی زیارت کر آؤں۔ والدہ صاحبہ نے فرمایا دس روپے ہی لے جاؤ۔ کافی ہیں۔ بھائی صاحب نے کہا نہیں بیس روپے ہی حضرت صاحب کو دینے کی نیت کی ہوئی ہے۔ والدہ صاحبہ نے بیس روپے دے دئے، اور فرمایا حضرت صاحب کو میری سلام بھی عرض کرنا۔ بھائی صاحب کا کہنا ہے کہ میں حاضرِ خدمتِ اقدس ہوا اور قدمبوسی کے بعد بیس روپے نذر کئے۔ تو حضرت صاحب نے دس روپے واپس کر دئے، اور فرمایا کہ ماؤں کا حق بھی ہوتا ہے۔

میاں نظام الدین صاحب موضع بوعہ والے بیان کرتے ہیں کہ میری بہو برکت بی بی ایک بھینک بیماری میں مبتلا ہو گئی۔ جس کے خطرناک اثرات سے اس کی آنکھوں

کی بینائی جاتی رہی ۔ ہم نے اس کی بینائی واپس لانے کے لئے بہت علاج کروائے، مگر کہیں سے فائدہ نہ ہُوا ۔ آخر ہر طرف سے مایوس ہو کر میں نے بارگاہِ مرشدِ لاثانیؒ میں التجا کی، یا حضرت برکت بی بی آپ کی خدمت گزار ہے۔ اس کی آنکھوں کی بینائی چاہیئے ۔ آپ نے تین دفعہ اپنا لعابِ دہن اس کی آنکھوں پر لگایا تو برکت بی بی کی آنکھیں روشن ہو گئیں

○ لابھ دین ساکن بھوجہ بیان کرتے ہیں کہ میرا بھائی ساون ایک دفعہ قبلہؒ عالم کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا ۔ اور عرض کی یا حضرت میں تنگ دست رہتا ہوں ۔ میرے لئے کشادگی کی دعا فرما دیں ۔ آپ نے فرمایا کہ بھائی ساون خدا کی قسم کھا کر بتاؤ کہ کیا تم دو صد روپے گھر میں فلاں جگہ دفن کر کے نہیں آئے؟ حضرت صاحب سے یہ جواب سُن کر بہت شرمندہ ہُوا ، کیوں کہ وہ واقعی دو صد روپے دفن کر کے گیا تھا۔

○ چوہدری خان محمد صاحب ساکن قطر وال کا بیان ہے کہ ایک رات میں سویا ہُوا تھا ... کی شان کو خواب میں دیکھا ۔ آپ فرما رہے ہیں کہ اٹھ جا ۔ میں نے عرض کی آقا آپ کے اس درِ اقدس کو چھوڑ کر کہاں جاؤں ۔ تو آپ نے جلال میں آ کر میرے اوپر سے لحاف اتار دیا ۔ میں اُٹھ بیٹھا تو کیا دیکھتا ہوں کہ ایک چور میری گھوڑی کھول رہا ہے ۔ جو مجھے دیکھ کر بھاگ گیا۔

○ منشی محمد عبد اللہ صاحب سنکھترہ والوں کا بیان ہے کہ میں ۱۹۱۵ء میں حلقہ بگوشِ سلسلۂ عالیہ ہُوا ۔ اور کچھ عرصہ کے بعد مجھے شیطان نے بہکایا کہ یہاں سے کچھ بھی حاصل نہیں ہُوا ، کسی اور پیر کی تلاش کرنی چاہیئے ، چنانچہ میں اس ارادہ سے سیالکوٹ حضرتِ بہلول دانا کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہُوا ۔ تو حضرتِ بہلول نے فرمایا کہ سمندر کو چھوڑ کر چھوٹے چھوٹے نالوں کی طرف اپنی پیاس بجھانے کیوں دوڑتے پھرتے

ہو۔ تب میں ڈرتا ڈرتا۔ کانپتا کانپتا اور روتا ہوا پھر حضرت صاحب کی خدمت عالیہ میں حاضر ہو کر معافی طلب کی۔ پہلے تو آپ نے فرمایا کہ جاؤ کسی اور پیر کی تلاش کرو۔ اور پھر شانِ بندہ نوازی سے معاف کر دیا۔ اور ساتھ ہی فرمایا منشی جی اپنی ہی ماں اپنے بچے کو دودھ دیتی ہے۔

○ شہبازِ لامکانی کے کشف و تصرّف اور نگاہِ باطن کا یہ عالم تھا کہ ایک دن طوطئِ پاکستان بابا محمد علی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کو فرمایا کہ بابا اپنی نمازوں کا خیال رکھا کرو۔ اور اس طریق سے عبادت کرو کہ قبول ہو جائے۔ بابا مرحوم نے عرض کی یا حضرت نماز تو رہی نماز میری تو تہجد بھی کبھی قضا نہیں ہوئی۔ قبلۂ عالم نے فرمایا۔ یہ تو ٹھیک ہے۔ پر غسل کرتے وقت ناف میں بھی انگلی پھیر لیا کرو کیوں کہ میں نے علمائے کرام سے سنا ہے۔ کہ اگر جسم کا ایک بال بھی خشک رہ جائے تو غسل نہیں ہوتا۔ آپکا یہ فرمانا کہ میں نے علمائے کرام سے سُنا ہے۔ تواضع کی بنا پر تھا۔ ورنہ آپ خود محدث تھے۔ اور وہ مسئلہ جو بڑے بڑے علمائے کرام سے حل نہیں ہوتا تھا۔ دو لفظوں میں فرما دیا کرتے تھے۔

اس غواصِ بحرِ عرفانی کی سب سے بڑی کرامت یہ ہے کہ وابستگانِ سلسلۂ عالیہ میں اور گدایانِ کوچۂ لاثانی میں سینکڑوں نامور علمائے کرام۔ صوفیائے عظام اور حکمائے صد احترام داخل ہیں۔ راقم الحروف کا سارا خاندان بھی اسی قطبِ مدار کے خوانِ فیوض و برکات کا خوشہ چین رہا ہے۔ اور اسی ولیِ کامل کے دریائے لطف و کرم سے اپنے دلوں کی کشتِ ویراں کو سیراب کرتا رہا ہے۔ اور اسی غوثِ زماں کے آفتابِ رُشد و ہدایت سے اپنے سینوں کو منوّر کرتا رہا ہے۔ اور اسی مردِ کامل کی مقدس چوکھٹ پر اپنی جبینِ نیاز جھکا کر دین و دنیا کی نعمتیں حاصل کرتا رہا ہے۔ اور اسی قطبِ جہاں کی روشن کی ہوئی حقیقت و معرفت کی نورانی قندیل سے

اپنی زندگی کے سفر کی ہر منزل پر راہنمائی حاصل کرتا رہا ہے۔ اور اسی شہنشاہِ ولایت کے خزانۂ روحانیت سے اپنی جھولیاں بھرتا رہا ہے ـــ خصوصاً والد صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نے تو اپنی ساری زندگی اسی قطبِ مدار کی کفش برداری میں گذار دی۔ اور حقیقت تو یہ ہے کہ اس مرشدِ لاثانی کے فیوضات و برکات۔ انعامات و توجہات اور الطاف و عنایات جو والد صاحب رحمۃ اللہ علیہ پر تھے۔ شائد ہی کسی اور پر ہوں گے۔ اس غوثِ صمدانی کی رحمت و شفقت ہی کا نتیجہ تھا۔ کہ آپ فرمایا کرتے تھے۔ کہ مولوی محمد مسعود سے بڑھکر دنیا میں کوئی عالم نہیں ہے۔

ایک دفعہ حضرت صاحبؒ ہمارے گاؤں الہڑ تشریف لائے۔ بہت سے مریدین بھی آپ کے ہمراہ تھے۔ رات قیام فرمایا۔ والد صاحب کو پتہ تھا کہ آپ نے علی الصبح ہی تشریف لے جانا ہے۔ والدہ صاحبہ سے فرمایا کہ صبح ناشتہ کا کیا انتظام ہوگا۔ والدہ صاحبہ نے عرض کی فکر نہ کرو۔ انشاء اللہ انتظام ہو جائے گا۔ والدہ صاحبہ نے دیکھا تو صبح کے لئے آٹا نہیں ہے۔ مگر انہوں نے ہمت نہ ہاری۔ اور اللہ کا نام لے کر چکی پیسنی شروع کر دی۔ اور ساری رات چکی پیستی رہیں۔ اور صبح کی نماز کے بعد ہی ناشتہ تیار کر دیا۔ قبلۂ عالمؒ نے فرمایا۔ کہ ہم تیار ہیں۔ عرض کی گئی یا حضرت ناشتہ تیار ہے۔ آپ گھر تشریف لائے۔ ناشتہ تناول فرمایا۔ والدہ صاحبہ نے عرض کی۔ یا حضرت میں نے ساری رات آپ کے لئے چکی پیسی ہے۔ آپ نے فرمایا میں جانتا ہوں ـــ پھر آپ کے چہرۂ اقدس پر جلالِ فقر و ولایت رقص کرنے لگا۔ اور فرمایا۔ مولوی صاحب اگر میری خادمہ نے میرے لئے ساری رات چکی پیسی ہے تو میں نے بھی آج ساری رات تمہارے لئے دعائیں کی ہیں۔ میرا ایمان ہے کہ والدہ صاحبہ کی اپنے مرشدِ پاک کی خدمت گذاری کے لئے اس رات چکی پیسنی اور دوسری خدمات اور پھر حضرت صاحب کی دعاؤں کا ہی نتیجہ ہے کہ والدہ صاحبہ کی وفات رمضان المبارک کی تیسری تاریخ کو جمعرات کے

دن ہوئی۔ جو سیدۂ کونین خاتونِ جنت حضرت فاطمۃ الزہرا کے وصالِ پاک کا دن ہے۔ اور پھر آپ کے جنازے میں پچاس ہزار سے زائد افراد نے شرکت کی۔ اور جامع مسجد الفردوس منصور آباد کے ایک کونے میں دفن ہوئیں۔ میں بھی کتنا خوش نصیب ہوں اور اپنی اس قسمت پر جتنا بھی ناز کروں تھوڑا ہے کہ میری گردن میں بھی اسی قطب مدار رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی غلامی کا پٹہ ہے۔ اور مجھے بھی اس شہنشاہِ ولایت کی کفش برداری اور خدمت گذاری کا شرف حاصل رہا ہے۔

میں آٹھویں جماعت میں پڑھتا تھا کہ والد صاحب مجھ غوثِ زماں کے آستانہ عالیہ پر علی پور شریف لے گئے۔ تہجد کے وقت حاضری ہوئی۔ والد صاحب نے عرض کی یا حضرت افتخار کو بھی اپنے حلقۂ غلامی میں شامل کر لو۔ اور اپنے درِ اقدس کے سگانِ نوالہ خوردں میں اس کا نام بھی لکھ لو۔ حضرت صاحب نے فرمایا مولوی صاحب آپ کو کوئی اور پیر نہیں ملتا۔ والد صاحب نے عرض کی آقا اگر آپ نہ ہوتے تو شاید میں کسی کو پیر ہی نہ مانتا۔ پھر آپ نے مجھے بھی بیعت فرما کر میرے گلے میں طوقِ غلامی ڈال دیا۔ اور مغرب کی نماز کے بعد ایک سو بار کلمہ شریف پڑھنے کی تلقین فرمائی۔

اگرچہ آپ کا وصالِ باکمال ہو چکا ہے۔ اور اگرچہ آپ اپنی آخری آرام گاہ میں سفید گنبد مبارک کے سایہ میں خواب و راحت میں آرام فرما ہیں لیکن سالکانِ راہِ حقیقت و معرفت۔ طالبانِ رشد و ہدایت۔ متلاشیانِ حق و صداقت اور آرزومندانِ فیوض و برکات کے لئے آج بھی اس آستانۂ عالیہ سے فیوض و برکات کے دریا اُبلتے ہیں۔ اور حقیقت و معرفت کے چشمے پھوٹتے ہیں۔ اور رشد و ہدایت کے ستارے چمکتے ہیں۔ اس لئے کہ اس مرشدِ لاثانی کی لاثانی نشانی غوثِ زماں۔ قطبِ جہاں دستگیرِ بے کساں۔ رہبرِ کاملاں۔ خواجۂ خواجگاں۔ اعلیٰحضرت عظیم البرکت، عالیجاہ فیض مستطاب حضرت صاحبزادہ پیر سید علی حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم العالیہ

کی مقدس شکل وصورت میں موجود ہے۔ جو گفتار ورفتار میں انہیں کا مجسمہ ہیں۔ اور اطوار و کردار میں آپ کا ہی پیکر ہیں۔ اور افعال واعمال میں آپ کا ہی نمونہ ہیں۔ اور حلم وکرم اور شفقت ورحمت میں انہیں کی ہی زندہ تصویر ہیں۔ اور زہد وتقویٰ اور ریاضت وعبادت میں آپ کی ہی تنویر ہیں۔ اور فیوض وبرکات میں آپ کی ہی تفسیر ہیں۔ اور دستگیری و مشکل کشائی میں انہیں ہی کا عکس ہیں۔ اور فریادرسی وحاجت روائی میں آپ کا ہی پرتو ہیں، اور جن کے چہرۂ اقدس پر انہیں ہی کے فقر و درویشی کے جلوے ہیں۔ اور جن کی سفید لٹھے کی ٹوپی میں اسی قطبِ مدار کی ولایت کاملہ کا تاج ہے۔ اور جن کی صورت و سیرت میں اسی ولیِ کامل کے آفتاب ولایت کی کرنیں نظر آتی ہیں۔ اور جن کی مقدس چادر میں اسی غوثِ زماں کے فقر و درویشی اور ریاضت وعبادت کے رموز واسرار چھپے ہوئے ہیں۔ اور انوار وتجلیاتِ الٰہیہ پوشیدہ ہیں۔ اور جن کے دروازۂ خیر وبرکت سے آج بھی کوئی سوالی خالی نہیں جاتا۔ اور جن کے دریائے فیوضاتِ باطنی سے کوئی بھی پیاسا نہیں لوٹتا اور جن کے میخانۂ روحانیت سے ہزاروں میکشانِ حقیقت ومعرفت شرابِ عشق ومحبت کے پیالے پی پی کر کیف ومستی میں جھومتے پھرتے ہیں۔ اور جن کی شمع رشد وھدایت سے لاکھوں گم گشتگانِ راہِ منزل کو آج بھی راستہ ملتا ہے، اور جن کی نگاہِ لطف وکرم کے صدقے مجھ جیسے لاکھوں گدایانِ کوچہ مرشدِ لاثانی اپنا اپنا کاسۂ گدائی بھرپور کرکے اپنی اپنی خوش قسمتی پر ناز کرتے ہیں۔

کاسۂ شوق لے کے تو آیا ہے ان کے روبرو
آنکھوں سے التجا بھی کر دل سے انہیں صدا بھی دے

اور جن کے چمنستانِ ولایت سے اپنے دامن میں کانٹے لے کر آنے والے اپنے گلے میں مہکتے ہوئے پھولوں کا ہار پہن کر جاتے ہیں۔ اور جن کے دستِ دعا سے بگڑی ہوئی تقدیر بدل جاتی ہے۔ سوئے ہوئے مقدر جاگ اٹھتے ہیں۔ دکھیوں کو سکھ اور

بلے قرار دل کو قرار ملتا ہے۔

میرے علاوہ خطیب پاکستان حضرت علامہ صوفی غلام حسین صاحب۔ خطیب ملت حضرت علامہ محمد سلیم صاحب۔ خطیب اہل سنت وجماعت مولانا محمد فاضل صاحب اور خطیب خوش بیان مولانا محمد رمضان صاحب اور دوسرے سینکڑوں علمائے کرام پر انہی کی نظر کرم ہے۔ اور انہیں کی دعاؤں اور توجہات باطنی کا نتیجہ ہے۔ کہ ہم لوگ ملک کے گوشے گوشے میں دین واسلام اور عقائد حقہ اہل سنت وجماعت کی تبلیغ کرتے پھرتے ہیں۔ اور باطل کے مقابلے میں بے خوف وخطر ڈٹ جاتے ہیں۔

مولانا صوفی غلام حسین صاحب کے والد بزرگوار قبلہ صوفی محمد دین صاحب جو کہ مجسمۂ صدق وصفا۔ پیکر زہد واتقا۔ زبدۃ العارفین۔ عمدۃ الواصلین۔ فخر الکاملین اور سر تاج الصالحین ہیں بھی اسی مرشد لاثانی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے خلیفۂ مجاز ہیں۔

ملتان کے علاقہ تھل میں جلسہ سے فارغ ہو کر میں اور نعت خوان عبدالرشید گجراتی ایک اونٹنی پر سوار ہو کر روانہ ہوئے۔ سردیوں کا موسم تھا۔ رات اندھیری تھی۔ اور ملتان کا صحرا تھا۔ اگرچہ منزل دور نہ تھی۔ مگر ہم راستہ بھول گئے۔ اور اس ریگستان میں اندھیری رات میں بھٹکتے پھرتے تھے۔ شام کے چلے ہوئے تھے۔ رات کے بارہ بج گئے۔ نہ کوئی نشان منزل تھا۔ اور نہ کوئی راہنمائے منزل۔ دور دور تک رات کے اندھیرے چھائے ہوتے تھے۔ اور شب تار کی زلف سیاہ پوری طرح مسلط ہو چکی تھی۔ اور ہم صرف تاروں کی تھرتھراتی ہوئی پھیکی پھیکی لو کے سہارے بھٹکے ہوئے مسافروں کی طرح چلے جا رہے تھے۔ رات کے ایک بجے ایک نہر آئی۔ اور ہم نے نہر کے پل پر سے گذرنا تھا۔ ہماری اونٹنی ابھی پل سے دور ہی تھی کہ پل کے پار گھنٹی بجنے کی آواز آئی۔ عبدالرشید جو کہ پیدل ہی چل رہا تھا۔ مجھے کہا۔ صاحبزادہ صاحب پستول میں گولیاں بھر لو۔ ضرور کوئی خطرہ ہے۔ خوف اور رعب سے گھبرا گیا کہ پاس ہی سے آواز آئی۔ گھبراؤ نہیں۔ میں ساتھ ہی ہوں۔

یہ میرے پیر کامل۔ دستگیر بے کساں اعد رہبر گم گشتگاں حضرت پیر سید علی حسین شاہ صاحب کی آواز تھی۔

اور پھر ہم اس پل پر سے گذرے تو تین آدمی کھڑے تھے اور پاس ہی گھوڑیاں بندھی تھیں۔ جوں ہی ہم ان کے قریب پہنچے وہ ہمیں دیکھکر بھاگ گئے۔ اور پھر سامنے ایک چراغ کی روشنی نظر آ گئی۔ جو کہ بستی کا نشان تھا۔

چنانچہ ہم رات کے دو بجے اس بستی میں پہنچے۔ کتوں نے بھونکنا شروع کر دیا۔ اور اتنا شور مچایا کہ بستی والے یہ سمجھ کر کہ چور ہیں۔ لاٹھیاں۔ کلہاڑیاں اور برچھے لے کر گھروں سے نکل آئے۔ مگر جب انہوں نے دیکھا تو بڑی عزت سے پیش آئے۔ رات بھر خدمت کرتے رہے۔ اور صبح بڑی عزت سے رخصت کیا۔

آپ کی سوانح حیات پر ایک مفصل کتاب مرشدِ لاثانی کے نام سے انشاء اللہ العزیز عنقریب ہی لکھوں گا۔ وابستگان سلسلۂ عالیہ دعا فرماویں۔

گدائے کوچۂ مرشد لاثانی

افتخار الحسن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ

ہمیشہ محبت الٰہی کے دریا میں غرق رہتے تھے۔ اور دل کو مشاہدہ حق میں مشغول رکھتے تھے بارہ سال تک جنگلوں میں مجاہدہ نفس کرتے رہے۔ طائر لاہوتی کے مقام پہ فائز تھے۔ اور فنا فی اللہ کی منزل میں یہاں تک گم تھے۔ کہ جس طرف دیکھتے حسن ازلی کا مشاہدہ کرتے اور جس طرف نگاہ اٹھاتے جلوہ حسن یار نظر آتا تھا۔

فرمایا جس چیز کو میں بارہ سال تک بیابانوں میں ریاضت کی مشقت میں تلاش کرتا رہا وہ میں نے گھر میں آسانی سے حاصل کر لی۔ یعنی ایک رات والدہ نے مجھ سے پانی طلب کیا میں نے گھڑے میں دیکھا پانی نہ تھا۔ میں نے صراحی میں دیکھا پانی اس میں بھی نہ تھا۔ چنانچہ نہر سے پانی لایا۔ واپس آیا تو والدہ سو گئی تھیں۔ میں پانی کا پیالہ لے کر والدہ کے سرہانے کھڑا رہا۔ والدہ صاحبہ تہجد کے لئے بیدار ہوئیں۔ مجھے کھڑے دیکھا تو فرمایا۔ بایزید کیوں کھڑے ہو؟ میں نے عرض کی اس خیال سے کہ آپ بیدار ہوں اور پانی طلب کریں لیکن میں حاضر نہ ہوں تو قیامت میں ماں کے نافرمانوں میں نہ اٹھوں۔ والدہ نے تہجد کی نماز پڑھ کر دعا کی۔ اے میرے اللہ میرے بیٹے بایزید کو میری اطاعت کے صلے میں وہ چیز عطا کر دے جو اس کو بارہ سال تک ریاضت و مجاہدہ سے نہیں مل سکی۔ بس پھر کیا تھا ادھر ماں نے دعا کی۔ ادھر میرے حجابات اٹھ گئے۔ سینہ کھل گیا۔ اور میرے دل میں دریائے حقیقت و معرفت کا دریا موجزن ہو گیا۔

ایک دفعہ آپ نے ایک امام کے پیچھے نماز پڑھی۔ نماز کے بعد امام صاحب نے پوچھا۔ اے بایزید! آپ نہ تو کوئی کام کرتے ہیں اور نہ ہی کسی سے کچھ لیتے ہیں۔ پھر آپ کھاتے کہاں سے ہیں؟

فرمایا! پہلے مجھے اپنی اس قضا نماز کو ادا کر لینے دو۔ امام نے کہا نماز تو آپ نے باجماعت پڑھی ہے۔ پھر قضا کیسے ہوئی؟ فرمایا ایسے امام کے پیچھے نماز جائز نہیں جو اپنے روزی دینے والے کو نہیں جانتا۔

پہلی دفعہ حج کو گئے تو صرف خانہ کعبہ دیکھا۔ دوسری بار گئے تو کعبے والے کو دیکھا۔ تیسری بار گئے تو نہ خانہ کعبہ نظر آیا اور نہ ہی کعبے والا ـــــ ذاتِ حق میں یہاں تک گم ہو گئے تھے کہ سوائے حق کے اور کچھ نظر ہی نہ آتا تھا۔

غلبۂ حال اور دریائے وحدت میں یہاں تک مستغرق تھے کہ ایک مرتبہ جذبۂ مستی میں پکار اٹھے سُبْحَانِیْ مَا اَعْظَمَ شَانِیْ۔ کہ میری ذات پاک ہے اور میری شان بلند ہے۔ ہوش آیا تو مریدوں نے عرض کی۔ آقا! آج آپ نے یہ کلمات فرمائے ہیں۔

فرمایا ـــــ اب کبھی مجھ سے ایسے کلمے سنو تو مجھے تلوار سے قتل کر دینا۔ چند دنوں بعد آپ پر پھر وہی کیفیت طاری ہوئی۔ اور وہی کلمات زبان سے نکلے۔ مریدین نے تلوار ماری۔ مگر تلوار آپ کی گردن سے پار ہو کر زمین پر آگرتی اور آپ کا گلا نہ کٹتا۔ ـــــ ہوش آیا تو غلاموں نے ماجرا سنایا۔

فرمایا ـــــ اب میں نہیں ہوں، وہی ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ بہت مدت تک میں کعبہ کا طواف کرتا رہا ہوں۔ اور جب میں خدا تک پہنچ گیا تو پھر کعبہ میرا طواف کرنے لگا۔

لوگوں نے سوال کیا یا حضرت ـــــ فرض کیا ہے۔ اور سنت کیا ہے؟

فرمایا ــــ اللہ تعالیٰ کی محبت فرض ہے۔ اور ترکِ دُنیا سنّت ہے۔

○ آپ سے کسی نے پوچھا کہ حق تک پہنچنے کے لئے کیا سبیل ہے ؟

فرمایا ــــ گونگے۔ بہرے اور اندھے بن جاؤ۔ نہ غیر سنو۔ نہ غیر سناؤ۔ اور نہ غیر کو دیکھو۔

○ ایک مرتبہ اپنے مریدوں کو ہمراہ حج بیت اللہ شریف کو چلے تو اپنا اور اپنے تمام ساتھیوں کا سامان اونٹ پر لاد دیا۔ ایک مرید نے عرض کی۔ آقا! اس مسکین اونٹ پر اتنا بوجھ ڈال دیا یہ تو ظلم ہے۔ ــــ آپ نے فرمایا! اے اعتراض کرنے والے ذرہ غور سے اونٹ کو دیکھو۔ ــــ اس نے دیکھا تو تمام بوجھ اونٹ کی پشت سے ایک ہاتھ اونچا تھا۔ آپ نے فرمایا کہ اگر میں اپنا حال تم سے چھپاؤں تو تم مجھ پر لعن طعن کرتے ہو۔ اور اگر ظاہر کردوں تو تم میں اسی کو دیکھنے کی طاقت نہیں ہے۔

○ حضرت ابو موسیٰ رحمۃ اللہ علیہ جو بایزید کے ہمراز و واقف کار ہونے کے ساتھ ساتھ ایک ولی کامل بھی تھے۔ فرماتے ہیں کہ میں نے ایک رات خواب میں دیکھا کہ اپنے سر پر عرش الہٰی کو اٹھائے پرواز کر رہا ہوں۔ صبح ہوئی تو اس خواب کی تعبیر پوچھنے کے لئے میں بایزید کی طرف گیا۔ پتہ چلا کہ شیخ وفات پا چکے ہیں۔ جب آپ کا جنازہ اٹھایا گیا تو میں نے بہت کوشش کی جنازہ کا پایہ پکڑ لوں۔ مگر میں کامیاب نہ ہوسکا۔ اور بیتاب ہوکر بایزید کے جنازے کے نیچے گھس گیا۔ اور جنازہ کو سر پہ اٹھایا۔ تو شیخ بول اٹھے کہ اے ابو موسیٰ یہ تمہاری رات کی خواب کی تعبیر ہے۔ یعنی عرش سے مراد بایزید کا جنازہ ہے

حضرت ابراہیم ادھم رحمۃ اللہ علیہ

شہنشاہِ دین و دنیا، سرچشمۂ حقیقت و معرفت اور صاحب صدق و صفا تھے پہلے آپ بلخ کے بادشاہ تھے۔ اور بڑی شان و شوکت اور بڑے جاہ و جلال اور کر و فر کے مالک تھے۔ آپ کی توبہ کرنے اور تخت و تاج کو ٹھکرا کر فقر و درویشی کی منزل میں قدم رکھنے کا واقعہ اس طرح ہے:

شنیدستم کہ ابراہیم ادھم
یک شب تختِ دولت خفت خرم
ز سقفِ خود شنید آواز پائے
ز جا برجستہ چوں آشفتہ رائے

کہ ایک رات حضرت ابراہیم ادھمؒ اپنے شاہی محل میں سونے کے تخت پر سوئے ہوئے تھے کہ اچانک آنکھ کھل گئی، اور محل کی چھت پر کسی کے چلنے پھرنے کی آواز سنی ـــــ پوچھا ـــــ کون ہے؟

جواب آمد کہ اے شاہِ جہانگیر
شتر گم کردہ مردِ مفلسم پیر

جواب آیا کہ اے تخت و تاج کے مالک اور اے دنیا کے بادشاہ میں ایک بوڑھا آدمی ہوں اور میرا اونٹ گم ہو گیا ہے۔ اپنے اونٹ کو تلاش کر رہا ہوں ـــــ حضرت ابراہیم ادھم نے کہا ـــــ تو کتنا بے وقوف ہے کہ اپنے اونٹ کو ابراہیم کے شاہی محلوں میں ڈھونڈتا ہے ـــــ جواب آیا ـــــ تو بھی کتنا

احمق ہے۔ کہ اپنے خدا کو سونے کے تخت پر تلاش کرتا ہے۔

یہ جواب سُن کر آپ کانپ اٹھے۔ اور دل میں خوف وہراس کا ایک طوفان برپا ہو گیا۔ رات بڑی بے چینی میں گذاری۔ صبح ہوئی تو دربار لگایا۔ اور حسب معمول سنہری تخت پر بیٹھ گئے۔ اچانک ایک بارعب شخص بڑی شان بے نیازی سے بغیر کسی روک ٹوک کے تختِ شاہی کے قریب آ کر کھڑا ہو گیا۔ ابراہیم ادھمؒ نے پوچھا یہاں کیوں آئے ہو۔ اور کس کی تلاش ہے؟ آنے والے نے جواب دیا کہ میں ایک مسافر ہوں۔ اور تمہاری اس سرائے میں چند دن ٹھہرنا چاہتا ہوں۔ حضرت ابراہیم ادھمؒ نے کہا ـــــ یہ سرائے نہیں ہے۔ یہ تو میرا شاہی محل اور دربار ہے۔

اس آدمی نے کہا۔ آپ سے پہلے یہاں کون رہتا تھا؟

فرمایا! میرا باپ!

اس نے پھر پوچھا! تمہارے باپ سے پہلے کون تھا؟

فرمایا! میرا دادا!

اسی طرح کئی پشتوں تک پہنچ کر اس نے پھر پوچھا! آپ کے بعد یہاں کون رہے گا؟

فرمایا! میری اولاد!

پھر اس آدمی نے کہا! ذرہ خیال تو کرو کہ جس مقام پر اتنے آدمی آئیں اور جائیں۔ لیکن کسی کا مستقل قیام نہ ہو تو پھر وہ مقام سرائے نہیں تو اور کیا ہے!

اتنا کہکر وہ آدمی باہر نکل آیا۔ ـــــ آپ تنہا اس کے پیچھے دوڑے۔ اور دامن پکڑ کر پوچھا۔ تم کون ہو؟

اس نے جواب دیا میں خضر ہوں۔ ـــــ

یہ سُن کر حضرت ابراہیم ادھمؒ کا درد بڑھ گیا۔ اور عشقِ الٰہی کی آگ بھڑک

اٹھی۔ گھوڑے پر سوار ہو کر جنگل کی طرف نکل گئے۔ اس وقت آپ نے ایک آواز
سُنی کہ اے ابراہیم اس وقت سے پہلے جاگو جب کہ تمہیں موت کے ذریعے
جگایا جائے۔

یہ آواز سُن کر آپ کی کیفیت بدل گئی۔ اور غلبۂ حال میں بیخود ہو گئے واپس
آ کر تاج و تخت کو ٹھوکر ماری اور بظاہر فقیرانہ لباس پہن کر شہر
نکل گئے۔

خوفِ الٰہی میں کانپتے تھے اور اپنے گناہوں پر روتے جاتے تھے
بیابانوں اور صحراؤں میں پاپیادہ چلتے پھرتے نیشاپور کی ایک غار میں پہنچے
اور پھر اسی غار میں نو سال تک ریاضت و عبادت اور مجاہدۂ نفس
جب لوگوں کو آپ کی ریاضت و عبادت کا علم ہو گیا تو آپ اس غار سے نکل
کر مکہ معظمہ کی طرف چل دیئے

راستے میں ایک بزرگ ملے اس بزرگ نے آپ کو
سکھایا۔ اس بزرگ کے جانے کے بعد حضرت خضر علیہ السلام
اور فرمایا اے ابراہیم جس نے تم کو اسم ذات سکھایا ہے وہ میرے بھائی
حضرت الیاس علیہ السلام ہیں اور میں ہی تیرا مرشد ہوں
تجھے راہ طریقت پر چلایا ہے۔

★ ایک روز کسی بزرگ کے ہمراہ ایک پہاڑ پر تھے۔
اس بزرگ نے آپ سے سوال کیا کہ مرد کے کمال کی کیا
فرمایا۔ اگر پہاڑ کو چلنے کا حکم دے تو وہ فوراً چلنے لگے۔ اتنا فرمانا
فرمایا! میں نے تجھے تو نہیں کہا تھا۔ وہ پہاڑ ٹھہر گیا۔

★ ایک بزرگ فرماتے ہیں کہ حضرت ابراہیم ادھم کے

تھا۔ کہ طوفان آگیا۔ چنانچہ غیب سے آواز آئی کشتی والو! غرق ہونے کا خطرہ
کیونکہ ابراہیم تمہارے ساتھ ہے۔ اچانک طوفان کی ایک لہر اٹھی اور کشتی ہچکولے
کھانے لگی۔ لوگ رونے لگے۔ آپ کے پاس قرآن شریف تھا۔
عرض کی یا الٰہی! کیا تو اس کشتی کو غرق کر دے گا جس میں تیرا قرآنِ پاک ہو
آواز آئی نہیں۔ ہم ایسا نہیں کریں گے۔

★ دریائے دجلہ کے کنارے بیٹھکر اپنی گدڑی سی رہے تھے۔ کہ ایک شخص نے
سوال کیا۔ اے ابراہیم بلخ کی بادشاہی چھوڑ کر تم نے کیا حاصل کیا۔؟
یہ سنتے ہی آپ نے اپنی سوئی دریائے دجلہ میں پھینک دی۔ اور فرمایا
میری سوئی لاؤ! اس حکم پر ہزاروں مچھلیاں اپنے اپنے منہ میں سونے کی سوئیاں
لے کر پانی کی سطح پر آگئیں۔ آپ نے دیکھکر فرمایا۔ نہیں نہیں مجھے اپنی سوئی چاہیئے
اتنے میں ایک مچھلی نے وہی سوئی لاکر پیش کر دی۔
آپ نے اس شخص سے فرمایا کہ بلخ کی بادشاہی چھوڑنے کا صلہ تم نے دیکھ لیا
جب میں بلخ کے تخت پر تھا تو صرف انسان ہی میرے مطیع تھے۔ اور اب تخت و تاج
کو چھوڑ کر فقر و درویشی کا لباس پہن لیا ہے تو دریاؤں کی مچھلیاں بھی میرا حکم مانتی ہیں

★ کسی نے آپ سے پوچھا" کیا سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ دعاؤں کو قبول نہیں کرتا
فرمایا تم لوگ خدا کو جانتے ہو لیکن اس کی اطاعت نہیں کرتے۔ رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم کو مانتے ہو۔ مگر ان کی پیروی نہیں کرتے۔ قرآن پڑھتے ہو لیکن اس پر عمل نہیں
کرتے۔ شیطان کو دشمن سمجھتے ہو مگر اس سے دور نہیں بھاگتے۔ موت کو برحق سمجھتے
ہو مگر اس کا سامان نہیں کرتے۔ بھلا جو شخص ایسا ہو اس کی دعا کیسے قبول ہو سکتی ہے

...رت سید علی ہجویری المعروف داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ

...امام شریعت و طریقت، پیشوائے معرفت و حقیقت۔ تاجِ دین و دیانت، شمعِ رشد و ...ایت، کانِ حق و صداقت اور صاحبِ کشف و کرامت تھے!

...حضرت شیخ ابو الفضل بن حسن ختلی رحمۃ اللہ علیہ کے حلقۂ عقیدت میں داخل ہو کر علوم ظاہری ...سے سرفراز ہوئے۔ مرشد کے فیوض و برکات کے سرچشمہ سے اپنے دل کی کھیتی کو سیراب کرنے ...ع کی شمع روحانیت سے اپنے سینے کو منور کرنے کے بعد مخلوقِ خدا کو سیدھی راہ دکھانے کیلئے ...لالت و گمراہی کے اندھیروں میں رُشد و ہدایت کا چراغ جلانے کے لئے لاہور تشریف لائے ...نے حکم فرمایا! سید علی، لاہور جا کر خدا کے بندوں کو حق و ہدایت کا راستہ بتاؤ۔

...کی آقا —— جو ارشاد ہو! مگر لاہور میں میرے بھائی خواجہ حسن زنجانی جو موجود ہیں۔

فرمایا —— علی! جو کچھ میں جانتا ہوں تم نہیں جانتے! چنانچہ ...شد کے حکم سے لاہور روانہ ہوئے۔

داخل ہوئے تو دیکھا کہ لوگ ایک جنازہ اٹھائے جا رہے ہیں۔

پوچھا یہ جنازہ کس کا ہے؟

جواب ملا حسن زنجانی کا۔

آپ سمجھ گئے کہ مرشد کے حکم میں راز کیا تھا!

اسی مقام پر اپنا فقر و درویشی کا بوریا بچھا کر بیٹھ گئے۔ جہاں آپ کا مزار پر انوار ہے۔ اور دینِ حق کی تبلیغ شروع کر دی۔ اور مخلوقِ خدا کو توحید و رسالت کا درس دینا شروع کر دیا۔ ذکر و فکر کی مجلسیں ہونے لگیں۔ اور اس شمع رشد و ہدایت پر لوگ پروانوں کی طرح آنے لگے۔

[illegible] مندوں نے سید علی ہجویری [illegible] ایک جھونپڑی
[illegible] جس جھونپڑی پر شہنشاہوں کے محلات قربان.
[illegible] کے تخت و تاج صدقے [illegible] فرمانرواؤں کی سلطنتیں

[illegible] اس جھونپڑی [illegible] کی مدانخلتی تو ادا ہو سکے
[illegible] [illegible] دلوں پر تیرتے ملی ہوئی
[illegible] ہزاروں انسانوں [illegible] دلوں میں نورِ ایمان چمک
[illegible]

. اجے راؤ ——— جو ان دنوں لاہور کا گورنر تھا، کو سید علی
ہجویری رحمتہ اللہ علیہ کی [illegible] اطلاع ملی تو برافروختہ ہو
[illegible] میں بھڑک اٹھا۔
[illegible] کو حکم دیا [illegible] جھونپڑی کو جلا دو۔ اور
[illegible] کو شہر سے نکال دو۔
[illegible] ہوئی تو اجے راؤ کے سپاہی [illegible] میں سے کر آگئے
[illegible] دنیا سے بے خبر تصور یار میں [illegible]
سپاہیوں نے گھاس کی جھونپڑی کو آگ لگانے کی بہت کوشش کی . مگر
نہ لگ سکی۔
[illegible] آگ لگاتے۔
[illegible] اللہ اکبر کہتے ! آگ بجھ جاتی۔
[illegible] فرمایا ——— تم کون ہو ؟
انہوں نے کہا ——— ہم راجہ راؤ کے سپاہی ہیں . اور تیری جھونپڑی

کو جلانے آئے ہیں۔

فرمایا فقیر کی اس جھونپڑی کو تو جہنم کی آگ بھی نہیں جلا سکتی

سپاہیوں نے کہا تو پھر تو ہی شہر سے نکل جا۔

فرمایا ــــ میں جانے کے لئے نہیں آیا۔ میری قبر ...

ہی میں بنے گی۔

سپاہیوں نے پھر تیل چھڑک کر آگ لگانی چاہی۔

سیّد علی ـــ جلال میں آ گئے۔

فرمایا! ـــ وہ دیکھو راجہ راؤ کا محل ...

سپاہیوں نے دیکھا تو راجہ کے محل میں شعلے بلند ...

کو چھوڑ کر واپس چلے گئے۔ راجہ راؤ کو معلوم ...

میں آگ لگنے کی وجہ بھی اسی فقیر کی بد دعا ہے۔

راجہ راؤ اسی وقت اٹھا ـــ داتا گنج بخش کے قدم پکڑ کر ... معافی طلب

کی اور مسلمان ہو گیا۔

داتا صاحب نے فرمایا ـــ جاؤ تمہارے محل کی آگ بجھ ...

ولایت و طریقت اور روحانیت و حقیقت کے ...

کی اس سے بڑھ کر اور کیا دلیل ہو سکتی ہے۔ کہ حضرت ...

چشتی اجمیری اور حضرت شیخ مسعود الدین گنج شکر نے آپ ...

انوار پہ چلہ کشی کر کے فیوض و برکات حاصل کئے۔

خواجہ معین الدین چشتیؒ فیض باطنی حاصل کرنے کے بعد جب رخصت ...

ہوئے تو آپ کے مزار پر یہ شعر لکھ گئے۔

گنج بخش فیض عالم مظہر نور خدا ناقصاں را پیر کامل کاملاں را راہنما

★ حضرت داتا گنج بخش رحمۃ اللہ علیہ اپنی جھونپڑی میں بیٹھے تھے۔ کہ ہندوؤں
کی بارات قریب سے گذری۔
جھونپڑی کے قریب آئے تو وہ راستہ بھول گئے۔
انہوں نے دیکھا کہ ایک فقیر بیٹھا ہے۔ وہ ہندو داتا صاحب کے پاس
آئے اور کہا —— اے فقیر! ہم راستہ بھول گئے ہیں۔ ہمیں راستہ
بتادے۔

فرمایا —— راستہ بتادوں یا راستہ دکھادوں!
انہوں نے کہا دکھادے۔
داتا صاحب نے توجہ فرمائی۔ تو ان کو روضۂ مصطفےٰ نظر آگیا صلی اللہ علیہ وسلم
وہ تمام مسلمان ہو گئے۔

★ آپ نے ایک مسجد بنوائی۔ اور اس کا رُخ ذرا سا مائل بہ سمت جنوب تھا۔
علمائے لاہور نے اس پر اعتراض کیا۔
آپ سُن کر خاموش رہے۔ مسجد کی تکمیل کے بعد آپ نے تمام علماء کی
دعوت کی۔ اور خود امام بن کر اسی مسجد میں نماز پڑھائی۔
اس کے بعد تمام حضرات سے فرمایا کہ تم لوگ اس مسجد کے قبلہ رُخ پر
اعتراض کرتے ہو۔ اب دیکھو کہ قبلہ کس طرف ہے۔
جب انہوں نے دیکھا تو قبلہ سامنے تھا۔ اور مسجد کا رُخ قبلہ بھی سیدھا
تھا۔ (سفینۃ الاولیاء داراشکوہ)

آپ کے مزار پُر انوار پر مخلوقِ خدا کا ہجوم رہتا ہے اور فقیروں
درویشوں، مستوں اور مجذوبوں کا میلہ لگا رہتا ہے۔
عقیدت مند ہر رنگ میں اپنی اپنی عقیدت کے پھول نچھاور کرتے

ہیں۔

دور دور سے سالکانِ راہِ حقیقت اور طالبانِ عشق و مستی آپ کے آستانۂ عالیہ سے فیض حاصل کرنے کے لئے سر جھکائے گم سم بیٹھے رہتے ہیں۔ ہر وقت ذکر و فکر۔ اَللّٰہ ھُو اور قرآنِ پاک کی تلاوت ہوتی رہتی ہے۔ بے مرادوں کو مراد اور بے اولادوں کو اولاد ملتی ہے۔

بے کسوں کی دستگیری اور مشکل والوں کی مشکل کشائی ہوتی ہے۔

دکھیوں کے دکھ دور ہوتے ہیں۔ اور بے قراروں کو سکون ملتا ہے۔

درویشِ لاہوری علامہ اقبال مرحوم نے حضورِ داتا گنج بخش میں اپنا نذرانۂ عقیدت یوں پیش کیا ہے۔

سیدِ ہجویر مخدومِ امم

مرقدِ او پیرِ سنجر را حرم

عہدِ فاروق از جمالش تازہ شد　　حق از حرفِ او بلند آوازہ شد

پاسبانِ عزتِ ام الکتاب

از نگاہش خانۂ باطل خراب

خاکِ پنجاب از دمِ او زندہ گشت　　صبحِ ما از مہرِ او تابندہ گشت

عاشق و ہم قاصدِ طیارِ عشق　　از جبینش آشکار اسرارِ عشق

میں نے ایک رات ایک ایسے جوان کو دیکھا جو ظاہر میں خوش لباس تھا لیکن باطن میں اس کا دل پھٹا ہوا تھا۔ وہ داتا صاحب کے مزارِ اقدس کے ارد گرد چکر لگا رہا تھا۔ اور یہ شعر پڑھتا جاتا تھا۔

کہا معشوق نے کے تو آیا ہے انکے روبرو　　آنکھوں سے التجا بھی کر دل سے انہیں صدا بھی دے

خواجہ اجمیری رحمۃ اللہ علیہ

[illegible] معین الدین چشتی اجمیری ظلمت کدۂ ہند میں توحید کی شمع روشن
[illegible] رہے تھے جنہوں کو حق و اسلام کی راہ دکھانے آئے
[illegible] کو کعبہ کی شان دکھانے آئے۔ پتھروں کی مورتیوں
[illegible] والوں کو ایک معبودِ حقیقی کے آگے جھکانے آئے
[illegible] مصطفٰے کا نام بتانے آئے، اور اس شان سے
[illegible] نہ کوئی تلوار تھی اور نہ کوئی خنجر در
[illegible] میں تسبیح تھی اور بغل میں قرآن!
[illegible] شمع توحید
[illegible] مصطفٰے کے جلوے [illegible]

[illegible] ولشکر و سپاہ میں ہے
[illegible] بارگاہ میں ہے

[illegible] اور جوگی جے پال ــــ پرتھوی راج نے حکومت کا
[illegible] فقیر مسکرایا کہ
[illegible] ہے فقر میں شہنشاہی نہیں ہے سنجر و طغرل سے کم شکوہِ فقیر
[illegible] نے طاقت آزمائی ــــ فقیر نے شانِ فقر دکھائی کہ

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ

پرتھوی راج نے کہا — او فقیر تو یہاں کیوں آیا ہے — خواجہ اجمیریؒ نے جواب دیا — میں کفرستانِ ہند میں اسلام کا ڈنکا بجانے آیا ہوں — اور بھارت کے اس ظلمت کدۂ شرک میں توحید کے چراغ جلانے آیا ہوں۔ — اور پتھروں کے آگے جھکنے والوں کو ایک خدا کے آگے جھکانے آیا ہوں — اور رام رام جپنے والوں کو محمدؐ کا کلمہ پڑھانے آیا ہوں۔ — اور سچ پوچھو تو سومنات کے پجاریوں کو خدا سے ملانے آیا ہوں۔ — اور —

اگرچہ بُت ہیں جماعت کی آستینوں میں
مجھے ہے حکم اذان لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ

پرتھوی راج نے غصّے سے کہا۔ او فقیر یہاں سے نکل جاؤ — فقیر نے جلال میں فرمایا — تم ہی بدل جاؤ —

پرتھوی راج — میرے پاس ساز و سامان ہے —
خواجہؒ — میرے پاس دولتِ ایمان ہے۔
پرتھوی راج — میرے پاس ہاتھیوں کا لشکر ہے۔
خواجہؒ — میرے ساتھ اللہ اکبر ہے۔

اور پھر جب پرتھوی راج کی طاقت اس مردِ حق شناس پر غالب نہ آسکی تو اس وقت کے ہندوستان کے مشہور جادوگر جوگی جے پال کو بلایا گیا۔ تاکہ وہ اپنے جادو کے زور سے اس فقیر پر غالب آجائے۔

آخر ایک کھلے میدان میں مقابلہ ہوا — اُدھر کفر و باطل تھا۔ اِدھر حق و اسلام تھا — اُدھر ضلالت و گمراہی تھی — اِدھر رشد و ہدایت تھی اُدھر مادہ پرستی تھی — اِدھر روحانیت تھی، اُدھر جادو تھا — اِدھر کرامت تھی۔ — اُدھر جے پال تھا — اِدھر معین الدین تھے۔ جوگی نے

اپنی مٹھی بند کی اور کہا ـــــ او فقیر! بتا میری مٹھی میں کیا ہے ؟ ـــــ خواجہ صاحب نے نگاہِ فقر سے دیکھا اور فرمایا کہ تیری مٹھی میں گنگا وجمنا کی ریت ہے۔ ـــــ جوگی نے کہا ٹھیک ہے۔ ـــــ اور پھر حضرت خواجہ معین الدین چشتی رحمۃ اللہ علیہ نے باغِ جنت کا ایک پھول اپنی مٹھی میں لے کر فرمایا ـــــ او جوگی! بتا میری مٹھی میں کیا ہے ؟

جوگی جے پال نے اپنے جادو کے زور سے زمین کا کونہ کونہ دیکھا مگر کوئی سمجھ نہ آئی ـــــ پھر وہ جادو کے زور سے ہوا میں اُڑ گیا۔ اور ابھی تھوڑا سا ہی اوپر گیا تھا کہ خواجہ صاحب نے اپنی لکڑی کی کھڑاؤں کو حکم دیا کہ جاؤ اور اس جوگی کو نیچے لاؤ بس پھر کیا تھا۔ کھڑاویں ہوا میں اُڑ گئیں اور جوگی جے پال کے سر پہ پڑنے لگیں۔ وہ تنگ آکر نیچے آ گیا۔ اور نیچے آکر خواجہ صاحب کے قدم چوم کر مسلمان ہو گیا۔ اور اس کی قبر بھی خواجہ صاحب کے مزارِ اقدس کے ساتھ ہی ہے۔

پھر آہستہ آہستہ کفرستانِ ہند میں اسلام کی تبلیغ ہونے لگی۔ اور خواجہ اجمیری کے چشمۂ ولایت درد حانیت سے بھارت کی اجڑی ہوئی کھیتیاں حق وصداقت کے آبِ حیات سے سرسبز ہونے لگیں۔ اور بت خانۂ ہند میں آذان کی صدائے حق گونجنے لگی اور سومنات کے پجاریوں کے سیاہ دلوں میں نورِ ایمان جگمگانے لگا۔ اور مندروں کے آگے سر جھکانے والے ایک معبودِ حقیقی کے آگے سربسجود ہونے لگے۔

★ ایک چھوٹی سی مسجد کی تعمیر شروع کی گئی۔ جو رات کو چراغ جلا کر بنائی جاتی۔ پرتھوی راج کو پتہ چلا تو اس نے حکم دیا کہ کوئی دوکاندار اس فقیر کے مریدوں کو تیل نہ دے۔ چنانچہ اگلے دن کسی نے بھی خواجہ اجمیری کے مریدوں کو تیل نہ دیا۔ درویشوں نے عرض کی آقا پرتھوی راج کے حکم سے دوکانداروں نے ہمیں تیل دینا بند کر دیا ہے۔ ـــــ فرمایا کوئی فکر نہیں۔ رات ہوئی تو خواجۂ اجمیری نے فرمایا کہ میرے

وضو کے پانی سے چراغ جلالو ۔ ــــ چنانچہ ــــ وضو کا پانی چراغوں میں ڈال کر دیئے روشن کر دیئے گئے ۔ اور جس رات خواجہ اجمیری کے وضو کے پانی سے چراغ جل رہے تھے اس رات پرتھوی راج کے محلوں میں تیل نہیں جلتا تھا ۔ ؎

ہزار خوف ہو لیکن زباں ہو دل کی رفیق
یہی رہا ہے ازل سے قلندروں کا طریق
ہجوم کیوں ہے زیادہ شراب خانے میں
فقط یہ بات کہ پیرِ مغاں ہے مردِ خلیق

حضرتِ خواجۂ خواجگانِ چشت جناب معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ جنہوں نے اپنے روحانی کمالات اور فقر و درویشی کے زور ــــ ایمان کی قوت اور رشد و ہدایت کی غیر فانی طاقت کے ذریعے اس کفرستانِ ہند میں اسلام کا ڈنکا بجایا ۔ اور اس ظلمت کدۂ کفر و شرک میں توحید و ایمان کا نور پھیلایا اور نوّے لاکھ کافروں کو مسلمان کیا ۔ ــــ آپ کا ایک غلام بازار سے سودا خریدنے جا رہا تھا ۔ کہ اس وقت کے کافر حکمران رائے پتھورا کی سواری سامنے سے بڑے کرّ و فر سے آ رہی تھی ۔ رائے پتھورا کے سپاہیوں نے آواز دی ۔ اے فقیر راستہ صاف کر دے ۔ خواجہ کے درویش نے کچھ پرواہ نہ کی ۔ جس کی بنا پر رائے پتھورا نے غصے میں آ کر اس درویش کو تکلیف دی ــــ درویش نے آ کر رائے پتھورا کی شکایت کی ، تو خواجہ اجمیریؒ نے رائے پتھورا کو خط لکھا ۔ کہ آئندہ ایسی حرکات سے باز آؤ ۔ ورنہ ٹھیک نہیں ہوگا ۔ رائے پتھورا نے خط پڑھ کر پرواہ نہ کی ۔ بلکہ خواجہ صاحب کی شان میں گستاخی کی ۔ حضرت خواجہ صاحب نے جب اس کا یہ متکبرانہ جواب سنا تو اپنی زبانِ مبارک سے فرمایا ۔

ہم نے رائے پتھورا کو زندہ پکڑ کر لشکرِ اسلام کے حوالے کر دیا ۔

خواجہ غریب نواز کی زبانِ حق ترجمان سے نکلی ہوئی بات پوری ہو کے رہی ۔

کہ سلطان شہاب الدین غوری لشکرِ اسلام سے چڑھائی کر دی۔ لشکرِ کفار کو شکست ہوئی
رائے پتھورا زندہ پکڑا گیا اور قتل کیا گیا۔

طریقت کے پیشوا

پیر سید مہر علی شاہ رحمۃ اللہ علیہ

قطبِ جہاں ۔ غوثِ زماں ۔ دستگیرِ بے کساں ۔ رہبرِ کاملاں فیضِ مستطاب ۔ عالی جناب حضرت پیر سید مہر علی شاہؒ شہنشاہ گولڑہ شریف ۔

ایسے ولی کامل تھے کہ جن کی نگاہِ فیض و کرم نے ہزاروں انسانوں کی تقدیر بدل دی ۔ جن کی روحانی توجہ نے لاکھوں بندگانِ خدا کے سوئے ہوئے مقدر جگا دیئے ۔ جن کے دستِ دعا نے بیماروں کو شفا بخشی اور دکھیوں کو سکھ عطا کیا ۔ بے اولادوں کو اولاد دی ۔ اور بے مرادوں کا دامن گوہرِ مراد سے بھر دیا ۔ ایسے غوثِ زمان تھے کہ جن کے دریائے ولایت سے تشنگانِ حقیقت و معرفت اپنی اپنی پیاس بجھا کر جاتے اور جن کے چشمۂ رشد و ہدایت سے نسلِ انسانی کے دلوں کی اُجڑی ہوئی کھیتیاں سرسبز ہوئیں ۔ اور جو کبھی جذب و مستی میں اللہ ہو کا نعرہ لگاتے تو گولڑہ کی پہاڑیوں سے بھی اللہ ہو کی آواز آتی ۔ ایسے قطبِ جہاں تھے کہ جن کے آستانۂ فیوضات سے گدایانِ کوچۂ طریقت اپنا اپنا کاسۂ گدائی بھر کر جاتے اور جن کی چوکھٹ پر سرِ نیاز جھکانے والے عارف و سالک بن کر نکلتے ۔ اور جن کی مجلسِ پاک میں بیٹھنے والے نظام الدین اولیاءؒ اور معین الدین چشتیؒ کی نورانی مجلس کا سا سرور پا کر اپنے گلوں میں فقر و درویشی کے موتیوں کے ہار پہن کر اٹھتے ۔ ایسے مردِ درویش کہ جنہوں نے گولڑہ شریف کی پہاڑیوں پر رشد و ہدایت کی ایک ایسی شمع جلائی کہ جس کی روشنی سے ہزاروں انسانوں کو کھوئی ہوئی راہ ل

گئی۔ اور لاکھوں بندگانِ خدا کے تاریک دلوں میں نورِ عرفان پیدا ہوا۔ اور جس کی ضیا سے دور دور تک کے ضلالت و گمراہی کے اندھیرے چھٹ گئے۔ اور جس کی لَو سے سرزمینِ پاک و ہند میں حقیقت و معرفت کی روشنی پھیل گئی۔

ایسے قطبِ جہاں کہ جن کی نگاہوں میں جذب و مستی رقص کرتی رہتی تھی۔ اور جن کی آنکھوں میں گنبدِ خضریٰ کے حسین نظارے مچلتے رہتے تھے۔ اور جن کا دل محبتِ الٰہی سے لبریز اور سینہ عشقِ رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے بھرپور تھا۔ اور جن کے عارفانہ کلام میں محبوبِ حقیقی کے پیار کا دریا موجزن ہے۔ اور جن کے ہر شعر میں حقیقت و معرفت اور کیف و مستی کا ایک چشمہ پھوٹتا ہے۔

○ آپ ایک دفعہ حج بیت اللہ شریف کے لئے تشریف لے گئے۔ دیارِ حبیب کی پُرکیف وادیاں تھیں۔ اور خاکِ بطحا کے پُرنور ذرّے۔ مدینہ منورہ کی مقدس گلیاں تھیں اور گنبدِ خضریٰ کے حسین نظارے۔ ایک رات اس عاشق رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی عشا کی سنتیں قضا ہوگئیں۔ رات کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم خواب میں ملے اور فرمایا مہر علی میرے مدینے پاک میں آکر میری سنتیں قضا کردیں؟ عرض کی آقا یہ تو سنتیں قضا ہوئی ہیں اگر مجھے معلوم ہوتا کہ آپ خدا کے فرض قضا کرنے سے جلوۂ حسن دکھاتے ہیں تو خدا کی قسم میں خدا کے فرض بھی قضا کردیتا۔

★ ایک دن عصر کی نماز کے بعد آپ بستی سے باہر نکلے۔ دیکھا کہ دو آدمی جا رہے ہیں۔ آپ نے پوچھا کہاں جا رہے ہو۔؟ انہوں نے عرض کی ہم مدینے جا رہے ہیں آپ نے فرمایا مدینہ ادھر تو نہیں۔ انہوں نے کہا ہم نے اس مدینے جانا ہے جو گجرات کے قریب ہے۔ آپ نے فرمایا، تم لوگ اس مدینے کیوں نہیں جاتے جو جنت سے بھی افضل ہے۔ انہوں نے عرض کی آقا ہم غریب ہیں۔

وہاں کیسے جائیں ،
آپ کے چہرۂ اقدس پر جلالِ فقر رقص کرنے لگا۔ اور فرمایا —— وہ دیکھو سامنے کیا ہے ؟ انہوں نے نگاہ اٹھائی تو روضۂ مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم سامنے تھا۔

★ مرزا غلام احمد قادیانی نے اپنی انگریزی ۔ بناسپتی اور جھوٹی نبوت کا ڈھونگ رچا کر لوگوں کو گمراہ و بے دین کرنا شروع کر دیا۔ اس مردِ درویش نے مرزا قادیانی کی جھوٹی نبوّت کو للکارا۔ لاہور میں ایک تحریری مناظرہ کا انتظام کیا گیا۔ مناظرہ شروع ہونے سے پہلے اس ولیِ کامل نے فرمایا —— مرزا صاحب آپ اپنے آپ کو نبی کہتے ہیں ۔ اور میں نبی کا ایک ادنیٰ سا غلام ہوں ۔ میز پر قلم دوات اور کاغذ رکھ دیتے ہیں ۔ پھر جس کا قلم کاغذ پر خود بخود لکھے وہ سچا ہے ۔ مرزا صاحب یہ سُن کر میدان چھوڑ کر بھاگ گئے ۔ اور بھاگتے بھی کیوں نہ ۔ جب کہ ایک طرف جھوٹا نبی تھا اور دوسری طرف سچے نبی کا سچا غلام تھا ۔ اُدھر مغل تھا اور اِدھر سیّد تھا ۔ اُدھر گھسیٹی کا پتّر تھا اور اِدھر فاطمہؓ کا لختِ جگر تھا ۔ اور پھر لوگوں نے دیکھا کہ اس مردِ درویش کا قلم خود بخود کاغذ پر لکھ رہا ہے ۔

طالب معبود

قاضی سلطان محمود رحمۃ اللہ علیہ

زبدۃ العارفین۔ قدوۃ السالکین۔ عمدۃ الواصلین۔ فخر الکاملین جناب خواجہ قاضی سلطان محمود صاحب رحمۃ اللہ علیہ آوان شریف والی سرکار۔

ایسے مردِ کامل تھے کہ جن کے آفتابِ رشد و ہدایت سے خطۂ پاک و ہند روشن ہُوا۔ اور جن کے چراغِ حقیقت و معرفت سے ہزاروں انسانوں کو حق و صداقت کی راہ ملی۔ اور جن کے چشمۂ روحانیت سے لاکھوں بندگانِ خدا کے دلوں کی اجڑی ہوئی کھیتیاں سیراب ہوئیں۔

ایسے ولی کامل تھے کہ جن کی فقر و درویشی کی مشعل سے انسانوں کے تاریک دل جگمگا اٹھے۔ اور جن کے اخلاق و پیار نے بیگانوں کو بھی اپنا بنا لیا۔ اور جن کے تصرفاتِ باطنی کو دیکھ کر سینکڑوں غیر مسلم حلقہ بگوشِ اسلام ہو گئے۔

ایسے پیرِ کامل تھے کہ جن کے دل میں محبتِ الٰہی کا ایک دریا موجزن تھا۔ اور جن کے سینے میں عشقِ رسول علیہ السلام کی ایک آگ پنہاں تھی۔ جن کی نگاہوں میں حسنِ یار کے جلوے تھے۔ اور جن کے پہلو میں ایک درد بھرا دل تھا جو کہ مخلوقِ خدا کی بھلائی کے لئے تڑپتا رہتا تھا۔

ایسے مردِ درویش تھے کہ جن کے متعلق میرے مرشدِ لاثانی فرمایا کرتے تھے۔ کہ قاضی صاحب بہت بڑے مردِ کامل ہیں۔ اور جنہوں نے اپنے مرشدِ پاک خواجۂ

خواجگان حضرت پیر اخوند صاحب سیدو شریف (سوات) سے فیض حاصل کرنے کے علاوہ حضرت شاہ دولہا دریائی رحمۃ اللہ علیہ اور شیخ بہاؤ الدین غوث رحمۃ اللہ علیہ سے بھی فیض باطنی حاصل کیا

★ مستری اللہ بخش جو پہلے وہابی تھے اور اولیاء اللہ کی کرامات کے منکر تھے، ایک دفعہ لالہ موسیٰ میں ان کو حضرت قاضی صاحبؒ کی قدم بوسی نصیب ہوئی حضرت صاحب جب تشریف لے جانے لگے تو آپ کی فقیری کا امتحان لینے کی نیت سے مستری صاحب بھی ساتھ ہو لئے۔ راستہ میں عیسائیوں کا ایک قبرستان آیا۔ قاضی صاحب نے ایک قبر کو دیکھکر فرمایا۔ کہ یہ ایک مسلمان شہید کی قبر ہے۔ مستری اللہ بخش نے دل میں کہا۔ کہ بھلا عیسائیوں کے قبرستان میں ایک مسلمان شہید کی قبر کیسے ہو سکتی ہے۔ قاضی صاحب نے مستری اللہ بخش سے فرمایا کہ مستری صاحب! ایک آدمی اگر کوئی بات کہدے تو بے سوچے سمجھے اسے غلط کہنا اچھا نہیں۔ پھر قاضی صاحب نے اپنا رومال مستری صاحب کے سر پر رکھدیا۔ مستری صاحب نے یہ کہنا شروع کر دیا۔ کہ کشمیر میں اس وقت یہ ہو رہا ہے۔ وہ ہو رہا ہے۔ قاضی صاحب نے اپنا رومال مستری اللہ بخش کے سر سے اٹھایا اور فرمایا مستری صاحب یہ کیا فرما رہے ہو؟ عرض کی حضور خدا کی قسم میں اس وقت کشمیر میں تھا۔ اور میں جو کچھ کہہ رہا تھا۔ اپنی آنکھوں سے دیکھکر کہہ رہا تھا۔
قاضی صاحب نے فرمایا۔ مستری صاحب اس رومال نے تو آپ کو سارا کشمیر دکھا دیا اور رومال والا یہ بھی نہیں جانتا کہ یہ قبر کس کی ہے؟ مستری اللہ بخش صاحب نے قاضی صاحب کا یہ کمال و تصرف دیکھکر اپنے عقائد بد سے توبہ کر لی۔ اور پھر ساری زندگی قاضی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی خدمت میں گذار دی۔

★ چوہدری اللہ دین صاحب مرحوم ساکن طاہر ضلع گجرات کا بیان ہے کہ ایک

مرتبہ میرے بھتیجوں پر ایک سنگین قسم کا مقدمہ دائر ہو گیا جس سے میں بہت پریشان تھا اس لیئے کہ ذلت تانی و دولت منداور بالا تر تھا - ایک رات قاضی صاحب تہجد کے لیئے بیدار ہوئے - میں نے وضو کے لیئے پانی کا لوٹا پیش کیا - آپ نے مجھے دیکھکر فرمایا چوہدری صاحب پریشان کیوں ہو - میرے مریدوں کے ساتھ جو کچھ ہوتا ہے اس پر میرے دستخط لیئے جاتے ہیں - اور جہاں تک ہو سکے میں ان کی حمایت کرتا ہوں - اور جہاں ممکن نہیں ہوتا - وہاں مجبوراً دستخط کر دیتا ہوں - کیا تم نے حضرت خواجہ سلیمان تونسوی کے متعلق نہیں سنا کہ دہلی کے ایک بادشاہ کی معزولی کے کاغذات پر چپ چاپ دستخط کر دیئے تھے - تم فکر نہ کرو خدا بہتر کرے گا - چنانچہ اگلی تاریخ پر مقدمہ خارج ہو گیا -

متفرقات

اولیائے ملتان صفحہ ۱۸۴ ، ایک دفعہ ایک عورت اپنے بچے کو نزع کی حالت میں حضرت غوث بہاء الحق رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت میں لے کر آئی۔ آپ نے فرمایا کہ جو منظورِ خدا ہوگا وہی ہوگا۔ ——— بچہ مر گیا۔ وہ عورت روتی ہوئی واپس آ رہی تھی۔ کہ راستے میں حضرت شاہ رکن عالم رحمۃ اللہ علیہ بچوں کے ساتھ کھیل رہے تھے۔ آپ نے اس عورت سے پوچھا۔ مائی کیوں روتی ہے۔ تو اس عورت نے کہا کہ دربارِ غوث سے مایوس ہو کر واپس آ رہی ہوں۔ اور میرا بچہ مر گیا ہے۔ شاہ رکن عالم نے فرمایا۔ مائی دیکھ تو سہی بچہ تو زندہ ہے۔ اس عورت نے بچے کے چہرے سے چادر اٹھائی۔ تو بچہ زندہ تھا۔ جناب غوث بہاء الحقؒ نے جب یہ واقعہ سنا تو آپ نے فرمایا۔ بیٹا رکن عالم اہلِ طریقت کے نزدیک یہ اچھا نہیں ہے۔ اپنے آپ کو چھپاؤ۔

اولیائے ملتان صہ ۲۱۶ ، حضرت شاہ یوسف گردیز رحمۃ اللہ علیہ وصالِ پاک کے بعد قبر سے ہاتھ باہر نکال کر بیعت کیا کرتے تھے۔ ایک دفعہ ترکستان سے ایک آدمی بیعت کے لئے آیا۔ مگر آپ کا وصال ہو چکا تھا۔ وہ آپ کی قبر پر پہنچ گیا اور بہت رویا۔ کہ اچانک آپ کا دستِ مبارک قبر سے باہر نکلا اور اس کو بیعت کیا۔ پھر یہ سلسلہ مدت تک جاری رہا۔ کہ ایک دن صدر الاسلام صدر الدین شاہ یوسف کی قبر پہ گئے اور فرمایا۔ یوسف ہاتھ اندر رکھ یہ خلافِ سنت ہے آپ نے ہاتھ تو اندر کر لیا۔ مگر ساتھ ہی فرمایا۔ کہ صدر الدین تم نے میرا ہاتھ بند

کیا ہے اور میں تمہارا نام بند کرتا ہوں۔ یہی وجہ ہے کہ صدر الدین کا نام نہیں بلکہ آپ کے بیٹے شاہ رکنِ عالم کا نام ہے۔

سید تاج الدین شیر سوار رحمۃ اللہ علیہ حضرت شیخ قطب الدین منور ہانسوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید تھے۔ آپ نے اتنی ریاضت و عبادت کی کہ حیوان بھی آپ کے مطیع ہو گئے۔ پھر آپ جب بھی کبھی اپنے مرشد کی زیارت کے لئے ہانسی جاتے تو جنگل سے ایک شیر کو پکڑ کر اس پر سوار ہو جاتے اور سانپ کا کوڑا ہاتھ میں پکڑ لیتے تھے۔ اور جب ہانسی کی زمین پر قدم رکھتے تو پیدل ہو جاتے تھے۔ ایک دفعہ یہ خیال کر کے کہ آج اپنے پیر کو اپنا مقام دکھاؤں گا۔ اسی حالت میں مرشد خانے چلے گئے۔ مرشد اس وقت دیوار پہ بیٹھے تھے۔ مرید کو شیر پر سوار آتے دیکھ کر فرمایا تاج الدین یہ تو حیوان ہے۔ اور اس میں تو جان ہے۔ مزہ تو تب ہے کہ بے جانوں کو چلاؤ۔ اور پھر آپ نے دیوار کو حکم دیا تو دیوار چلنے لگی۔ آپ نے معافی مانگی۔

ملفوظات اعلیحضرت بریلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصّہ اول ص۱۱۲۔

ایک مرتبہ حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ دریائے دجلہ پہ تشریف لائے اور یا اللہ کہہ کر اس پر زمین کی طرح چلنے لگے۔ بعد میں ایک آدمی آیا۔ اس نے بھی پار جانا تھا۔ مگر کوئی کشتی نہ تھی۔ آخر اس نے حضرت جنیدؒ کو پانی پر چلتے دیکھا۔ تو عرض کی آقا میں کس طرح آؤں۔ فرمایا یا جنید یا جنید کہتا چلا آ۔ اس نے یہی کہا اور پانی پر چلنے لگا۔ درمیان میں گیا۔ تو شیطان نے بہکایا۔ کہ حضرت خود تو یا اللہ کہتے ہیں۔ اور مجھ سے یا جنید کہلواتے ہیں۔ میں بھی یا اللہ ہی کیوں نہ کہوں۔ اور پھر اس نے بھی یا اللہ کہا۔ اور ساتھ ہی غوطے کھانے لگا۔ پکارا حضرت مجھے پکڑنا۔ آپ نے فرمایا وہی کہو۔ اس نے پھر یا جنید کہا۔ اور دریا سے پار ہو گیا۔

عرض کی آقا یہ کیا بات ہے۔ کہ آپ یا اللہ کہیں تو پار ہوں اور میں کہوں تو غوطے

کھاؤں۔ حضرت جنیدؒ نے فرمایا کہ اے نادان ابھی تو جنید تک تو پہنچا نہیں ہے۔ اور یا اللہ تک رسائی کیسے ہو۔

○ امداد المشتاق مصنفہ مولانا اشرف علی تھانوی ص۱۰۷

حضرت شیخ جنید بغدادی مشغول بحق بیٹھے تھے۔ کہ ایک کتا سامنے سے گذرا۔ اتفاقاً اس پہ نظر پڑ گئی۔ اس بزرگ کی یہ کرامت ظاہر ہوئی کہ اس نگاہ کا اس کتے پر بھی اتنا اثر پڑا کہ جہاں جاتا تھا۔ اور کتے اس کے پیچھے پیچھے ہو لیتے تھے۔ اور جہاں وہ بیٹھتا سارے کتے حلقہ باندھکر اس کے ارد گرد بیٹھ جاتے تھے۔ پھر مسکرا کر فرمایا کہ وہ کتوں کے لئے شیخ بن گیا۔

○ ملفوظات حصہ چہارم ص۱۴۱-۱۵۔

حضرت سیدی احمد جام زندہ پیل رضی اللہ تعالیٰ عنہ ایک دفعہ تشریف لئے جاتے تھے راہ میں ایک ہاتھی مرا پڑا تھا۔ لوگوں کا مجمع تھا۔ آپ تشریف لے گئے۔ فرمایا کیا ماجرا ہے۔ عرض کی گئی ہاتھی مر گیا ہے۔ فرمایا اس کی سونڈ بھی ویسی ہے۔ اس کی آنکھیں بھی ویسی ہیں۔ اس کے ہاتھ بھی ویسے ہیں۔ پھر یہ مر کیسے گیا۔ بس اتنا فرمانا تھا۔ وہ ہاتھی فوراً زندہ ہو گیا۔ جب سے آپ کا لقب زندہ پیل ہو گیا۔

○ کراماتِ امدادیہ ص۱۸:۔ حضرت شیخ مولانا محمد صاحب قدس سرہ نے ارشاد فرمایا کہ ہم جہاز میں سوار ہو کر حج کو چلے۔ ہمارا جہاز گردش طوفان میں آ گیا۔ اور چار پانچ روز تک گردش میں رہا۔ محافظانِ جہاز ناامید ہو گئے۔ اور ہمیں کہا کہ اب اللہ تعالیٰ کو یاد کرو اور دعا مانگو۔ میں اس وقت مراقب ہو کر ایک طرف بیٹھ گیا۔ ایک حالت طاری ہوئی۔ اور معلوم ہوا کہ اس جہاز کے ایک گوشے کو حافظ محمد ضامن صاحب اور دوسرے کو حاجی امداد اللہ صاحب اپنے کندھوں پر رکھے ہوئے اوپر کو اٹھائے ہوئے ہیں۔ اور اٹھا کر پانی کے اوپر سیدھا کر دیا۔ ــــ میں نے وہ

وقت۔ دن اور مہینہ لکھ لیا۔ واپس آ کر میں نے دریافت کیا تو قدرت علی جو کہ حاجی صاحب کا مرید تھا نے بتایا کہ ہاں اسی تاریخ کو اور اسی وقت حاجی صاحب نے مجھے اپنی بھیگی ہوئی انگلی دی۔ اور فرمایا کہ اس انگلی کو دھو ڈال۔

ملفوظات اعلیٰحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصہ دوم ۱۳۴۳۔

حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مزار پر انوار سے کچھ فیوض و برکات حاصل ہوتے ہیں۔ مولانا برکات احمد صاحب مرحوم جو میرے پیر بھائی اور میرے والد ماجد رحمۃ اللہ علیہ کے شاگرد تھے۔ انہوں نے مجھ سے بیان کیا کہ میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھا کہ ایک ہندو جس کے بدن سے پیر تک پھوڑے تھے اللہ ہی جانتا ہے کہ کس قدر تھے۔ وہ ہندو ٹھیک دوپہر کو آتا اور روضہ شریف کے سامنے گرم کنکروں اور پتھروں پہ لوٹتا اور ... تیسرے روز میں نے دیکھا وہ بالکل ٹھیک ہو گیا۔

پھر فرمایا۔ بھاگل پور سے ایک صاحب ہر سال اجمیر شریف حاضر ہوا کرتے تھے ایک وہابی رئیس سے ... نے کہا میاں ہر سال کہاں جایا کرتے ہو بیکار اتنا روپیہ صرف کرتے ہو۔ اس نے کہا چلو اور انصاف سے دیکھو پھر تم کو اختیار ہے۔ خیر ایک سال وہ ساتھ آیا دیکھا کہ ایک فقیر سونٹا لئے روضہ شریف کا طواف کر رہا ہے اور یہ صدا لگا رہا ہے خواجہ پانچ روپے لوں گا اور ایک گھنٹے کے اندر لوں گا۔ اور ایک ہی شخص سے لوں گا۔ جب اس وہابی کو خیال ہوا کہ اب بہت وقت گزر گیا ایک گھنٹہ ہو گیا ہو گا اور اب تک اسے کسی نے کچھ نہ دیا جیب سے پانچ روپے نکال کر اس کے ہاتھ پر رکھے اور کہا لو میاں تم خواجہ سے مانگ رہے ہو بھلا خواجہ کیا دیں گے لو ہم دیتے ہیں۔ فقیر نے وہ روپے تو جیب میں رکھے اور ایک چکر لگا کر زور سے کہا ـــ خواجہ تورے بلہاری جاؤں

دلوائے بھی کیسے خبیث منکر ہے۔

○ امداد المشتاق صفحہ۱۱ ۔ مولانا اشرف علی تھانوی۔

حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ جب میں اول اول مکہ مکرمہ میں آیا تو فقر و فاقہ کی یہاں تک نوبت پہنچی کہ نو روز تک زمزم شریف کے پانی کے سوا کچھ نہ ملا، دوستوں سے قرض مانگا انہوں نے انکار کیا میں جان گیا کہ یہ امتحان ہے عہد کر لیا قرض بھی نہیں لوں گا۔ اور کمزوری کی یہ حالت تھی کہ اٹھنا بیٹھنا بھی دشوار تھا۔ آخر نویں دن حضرت خواجہ اجمیریؒ عالم واقعہ میں تشریف لائے اور فرمایا کہ اے امداد اللہ تمہیں بہت تکالیف اٹھانی پڑتی ہیں۔ تیرے ہاتھوں پہ لاکھوں روپے کا خرچ مقرر کیا جاتا ہے میں نے عرض کی کہ اتنا بوجھ میں نہیں اٹھا سکتا۔ تو فرمایا تمہاری مرضی۔ مگر اب ضرورت کے مطابق تمہیں ملتا رہے گا۔ اور پھر ایسا ہی ہوتا رہا ہے۔

○ ملفوظات اعلیحضرت رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حصہ اول ص۲۳-۲۴

سید محمد مکی رحمۃ اللہ علیہ کے ایک صاحبزادے مادر زاد ولی تھے۔ ایک مرتبہ جب عمر شریف چند سال کی تھی تو باہر تشریف لائے۔ اپنے باپ کی جگہ بیٹھ گئے۔ ایک شخص نے فرمایا۔ لکھ فلاں فی الجنۃ۔ کہ فلاں آدمی جنتی ہے۔ وفلاں فی النار۔ اور فلاں آدمی دوزخی ہے۔ مگر انہوں نے یہ لکھنے سے انکار کر دیا۔ آپ نے سہ بار حکم دیا۔ اس نے انکار کیا۔ اس پر آپ نے فرمایا۔ انت فی النار۔ کہ تو آگ میں ہے۔ وہ گھبرائے ہوئے آپ کے والد ماجد کے پاس آئے اور حقیقت حال عرض کی۔ آپ نے فرمایا اَنتَ فِی النّار کہا یا انت فی جھنم۔ عرض کی انت فی النار فرمایا۔ حضرت نے فرمایا میں اس کے کہے کو بدل نہیں سکتا مگر اب تجھے اختیار ہے دنیا کی آگ پسند کر یا آخرت کی۔ عرض کی مجھے دنیا کی آگ پسند ہے۔ آپ کا جل کر انتقال ہوا۔ حدیث مبارک میں آگ میں جلنے والے کو بھی شہید کہا گیا ہے۔

امداد المشتاق صـ۲۹ مولنا اشرف علی تھانوی :۔

حاجی صاحب کے وارنٹ گرفتاری جاری ہوگئے۔ اس وقت آپ راؤ عبداللہ خاں موضع پنجلاسہ ضلع انبالہ میں مقیم تھے۔ اور اصطبل میں مصلٰے بچھاکر عبادت میں مشغول تھے۔ کہ افسر گرفتاری کے لئے آگیا۔ جب اصطبل کا دروازہ کھولا گیا تو خدا کی شان کا کرشمہ ہُوا کہ تخت پر مصلٰے بھی بچھا پڑا ہے۔ لوٹا بھی رکھا ہوا ہے اور وضو کا پانی بھی بکھرا پڑا ہے۔ مگر حاجی صاحب غائب ہیں۔ افسر تو شرمندہ ہوکر چلا گیا تو راؤ عبداللہ خاں نے دیکھا تو حاجی صاحب رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ نماز سے سلام پھیر چکے ہیں۔ اور مصلٰے پہ مطمئن تشریف فرما ہیں۔

شرح الصدور صـ۸۶ الامام السیوطیؒ :۔

حضرت شیخ ابی سعید الخراز رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ میں نے مکہ مکرمہ میں بنی شیبہ کے دروازے پر ایک جوان کو مرے ہوئے دیکھا فَلَمَّا نَظَرْتُ اِلَيْهِ تَبَسَّمَ فِ وَجْهِي وَقَالَ يَا اَبَا سَعِيْد اَمَا عَلِمت ان الاحباء احْيَاءٌ وَان ماتوا انما ينقلون من دار الى دار۔ پس میں نے جب اس کی طرف دیکھا تو وہ مسکرا کر کہنے لگا، اے ابی سعید کیا تو نہیں جانتا کہ تحقیق اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے زندہ ہوتے ہیں۔ اگرچہ وہ مر بھی جائیں۔ اور ایک مکان سے دوسرے مکان کی طرف منتقل ہوتے ہیں۔

امداد المشتاق صـ۱۱۳۔ مولانا اشرف علی تھانوی :۔

فقیر مرتا نہیں ہے۔ صرف ایک مکان سے دوسرے مکان میں انتقال کرتا ہے۔ اور فقیر کی قبر سے وہی فائدہ حاصل ہوگا جو زندگی ظاہری میں۔

شرح الصدور صـ۸۶ :۔ حضرت شیخ علی رودباری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ کہ میں نے ایک مسافر فقیر کو مرے ہوئے دیکھا تو میں نے اس کے لئے قبر تیار کی۔ اور کفن پہنایا۔ اور جب میں نے اسے لحد میں رکھا تو اس نے آنکھیں کھولیں۔ میں نے پوچھا

یا سیدی احیاۃ بعد الموت فقال لی بل انا حی وکل محب للہ حی لانصرتک بجاھی غدا

کہ اے میرے سردار کیا تم مرنے کے بعد بھی زندہ ہو تو اس نے جواب دیا کہ میں بھی زندہ ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہر انسان زندہ ہوتا ہے۔ اور تو نے میری مدد یہاں کی ہے۔ کل میں تیری مدد کروں گا۔

شرح الصدور صفحہ ۸۶ :۔ بغداد شریف میں ایک پاک دامن۔ پارسا اور اللہ کی ولیہ عورت تھی۔ اور اسی زمانے میں ایک کفن چور بھی تھا۔ وہ پارسا بی بی مر گئی۔ اس کا جنازہ اس کفن چور نے بھی پڑھا۔ تا کہ اس کا کفن اور قبر دیکھ سکے۔ جب رات ہوئی تو کفن چور اس پارسا بی بی کی قبر پر گیا۔ اور قبر کو کھودا اور کفن اتارنے لگا۔ تو اس پارسا بی بی نے کفن چور کا ہاتھ پکڑ کر کہا۔ سبحان اللہ رجل مغفور یاخذ کفن مغفورۃ کہ اللہ کی شان ایک جنتی دوسرے جنتی کا کفن اتارتا ہے۔ یہ سنکر کفن چور لرز گیا۔ اور عرض کی کہ اے پارسا بی بی تیرے جنتی ہونے میں تو کوئی شک نہیں ہے۔ مگر میں نے تو ساری عمر مردوں کے کفن چرائے ہیں۔ میں کیسے جنتی ہوں۔ تو اس پارسا بی بی نے فرمایا ان اللہ غفرلی ولجمیع من صلی علی وانت قد صلیت علی۔ کہ تحقیق اللہ تعالیٰ نے مجھے بھی بخش دیا ہے۔ اور جس نے بھی میرا جنازہ پڑھا ہے اس کو بھی بخش دیا ہے۔ اور تو نے میرا جنازہ پڑھا ہے۔ اس کفن چور نے توبہ کی اور اس پارسا بی بی کی دعا سے وہ چور بھی قطب ہو گیا۔

اسرار خودی اقبال مرحوم :۔

علاؤ الدین خلجی ہندوستان کا حکمران تھا۔ اور اس کا ایک گورنر پانی پت میں بھی تھا۔ ایک دن وہ گورنر بڑی شان و شوکت سے پانی پت کے بازاروں میں سے گزر رہا تھا۔ اور آگے آگے چوبدار ہٹو۔ بچو کی آوازیں دے رہے تھے

شاہ بوعلیؒ قدر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کا ایک درویش بھی بازار میں گھوم رہا تھا۔ گورنر نے اس درویش کے سر پر غصے سے ہنٹر دے مارا۔ درویش روتا ہوا شاہ بوعلی قلندر کی خدمت میں حاضر ہوا۔ ۵

در حضورِ بوعلیؒ فریاد کرد
اشک از زندانِ چشم آزاد کرد

اور فریاد کی اور رویا اور آنسو بہائے۔ شاہ بوعلی قلندرؒ نے ایک رقعہ علاؤالدین خلجی ہندوستان کے حکمران کی طرف لکھا۔

باز گیر ایں عامل بد گوہرے
ورنہ بخشم ملک تو با دیگرے

کہ اپنے اس گورنر کو تبدیل کرو ورنہ تم سے بادشاہی چھین کر کسی اور کے حوالے کر دی جائے گی۔ علاؤالدین نے آکر معافی مانگی۔

◯ مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت دقوقی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ ایک دریا کے کنارے اپنے مریدوں کو نماز پڑھا رہے تھے۔ کہ

ناگہاں چشمش سوئے دریا فتاد
چوں شنید از سوئے دریا داد داد
درمیانِ موج دید او کشتیے
در قضا و در بلا و زشتیے ۶
چوں دقوقی آں قیامت را بدید
رحم او جوشید و اشکش در دوید

کہ اچانک ان کی نظر دریا کی طرف گئی۔ اور ادھر سے نعرہ فریاد فریاد اور بچاؤ بچاؤ کی آواز یں سنیں۔ اور دیکھا کہ ایک کشتی طغیانی میں پھنسی ہوئی ہے۔ جب حضرت دقوقیؒ

نے یہ قیامت خیز سماں دیکھا تو رحم نے جوش مارا، اور آنکھوں سے آنسو ٹپک پڑے
تب آپ نے بارگاہِ رب العزت میں عرض کی یا مولا ان کے گناہوں کو نہ دیکھ اپنی رحمت
کو دیکھ۔ اور

اے کریم و اے رحیم سرمدی
درگذار از بدسگالان ایں بدی

کہ اے گنہگار بندوں پر ہمیشہ رحم و کرم کرنے والے ان گنہگاروں کو بھی معاف کر دے
بس یہ عرض کرنے کی دیر تھی کہ کشتی صحیح و سلامت کنارے جا لگی۔

مولانا روم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ خرقان
کے جنگلوں میں بمعہ اپنے مریدوں کے سیاحت کر رہے تھے کہ یک لخت آپ کا چہرہ
مبارک متغیر ہو گیا۔ اور رخِ اقدس پر ولایت کا جلال رقص کرنے لگا۔ ایک مرید نے
عرض کی یا حضرت آپ کی یہ حالت کیوں ہو گئی ہے۔ فرمایا:۔

گفت بوئے بوالعجب آمد بمن
ہمچنانکہ مر نبی را از یمن

کہ مجھے اس مٹی سے اپنے ایک دوست کی خوشبو آ رہی ہے جیسے کہ نبی کریم علیہ السلام
کو یمن سے حضرت اویس قرنی کی خوشبو آگئی تھی۔ غلاموں نے عرض کی یا حضرت آپ کے
اس دوست کا نام کیا ہو گا، اور اس کا حلیہ کیا ہو گا۔

چیست نامش گفت نامش بوالحسن
حلیہ اش او گفت ز ابرو و ذقن

فرمایا اس کا نام بوالحسن ہو گا اور پھر اس کا تمام حلیہ بھی بیان کر دیا۔

کہ حسن باشد مرید و امتم
درس گیرد ہر صباح از تربتم

اور فرمایا کہ وہ میرا مرید اور غلام ہوگا۔ اور ہر صبح میری قبر سے فیض حاصل کرے گا۔ اور پھر حضرت ابو الحسن خرقانی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت بایزید بسطامی کے وصال پاک سے ایک سو سال بعد میں پیدا ہوئے۔ اور پھر حضرت ابو الحسن خرقانیؒ ہر روز حضرت بایزید بسطامی کی قبر شریف پہ جاتے۔ ایک دن گئے تو دیکھا کہ تمام قبریں پوشیدہ ہیں۔ آپ حیران ہوئے۔ کہ پیر و مرشد کی قبر کہاں گئی۔ کہ

بانگش آمد از خطیرہ شیخ جی

ہا انا ادعوک کے تسعیٰ الیٰ

ایک جگہ سے شیخ بایزید بسطامیؒ جو کہ زندہ تھے آواز دی کہ ادھر میری قبر کو تلاش کرنے والے ادھر آ میں یہاں ہوں۔

حضرت شیخ فرید الدین مسعود گنج شکر رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ حضرت خواجہ بختیار کاکی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے مرید ہوئے تو مرشد پاک نے ریاضت و چلہ کشی میں ایک حجرے میں بٹھا دیا۔ کئی سال کے بعد حضرت خواجہ اجمیریؒ جو کہ خواجہ بختیار کاکیؒ کے مرشد تھے دہلی تشریف لائے۔ اور فرمایا بختیار اپنی کمائی دکھاؤ۔ آپ نے اپنے تمام خلفاء کو حاضر خدمت کر دیا۔ تو خواجہ صاحب نے فرمایا وہ حجرے والا کہاں ہے۔ عرض کی وہ چلہ کشی میں مشغول ہے۔ فرمایا اس کے پاس ہم خود چلتے ہیں۔

بابا صاحب اتنے کمزور و لاغر ہو گئے تھے کہ تعظیم کے لئے بھی نہ اٹھ سکے۔ خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا۔ بیٹا تم اٹھنے کی تکلیف نہ کرو۔ ہم خود ہی اٹھا لیتے ہیں۔ پھر ایک بازو خواجہ اجمیری نے اور دوسرا بازو خواجہ بختیار نے پکڑا اور اٹھاتے ہوئے فرمایا فرید کہاں تک اٹھنا چاہتے ہو عرض کی جہاں سے پھر میں بیٹھ نہ سکوں۔ پھر خواجہ صاحب نے فرمایا بابا قطب الدین شہباز عظیم ررداام آور د بجز سدرۃ المنتہیٰ آشیانہ نگیرد کہ بابا فرید ایک ایسا شہباز ہمارے جال میں پھنسا ہے کہ سدرۃ المنتہیٰ کے سوا

اپنا آشیانہ نہیں بناتے گا۔ خواجہ بختیار کاکیؒ نے فرمایا فرید اٹھو اور اپنے دادا پیر کے قدم چومو۔ باباصاحب اٹھے اور اپنے ہی مرشد کے قدموں کو بوسہ دیا۔ خواجہ صاحب نے فرمایا۔ فرید میں نے حکم دیا ہے کہ خواجہ اجمیریؒ کے قدم چومو۔ مگر تم نے میرے ہی پاؤں کو چوما ہے۔ عرض کی آقا آپ کے قدموں کے سوا کسی اور کے قدم نظر نہیں آتے پھر خواجہ اجمیریؒ نے فرمایا۔ بختیار فرید ٹھیک کہتا ہے۔ یہ منزل کے دروازے تک پہنچ گیا ہے۔ جہاں وحدت ہی وحدت ہوتی ہے۔ دوسرا کوئی نظر نہیں آتا۔

نزہت المجالس جلد ۲ ص ۱۱۔ حضرت عبداللہ بن زہر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔ کہ میں ایک دفعہ بیت المقدس کی طرف جا رہا تھا۔ کہ راستہ بھول گیا۔ فاذا انا بامراۃ فقلت لہا یا غریبۃ انتِ ضالۃٌ کہ اچانک میں نے ایک عورت دیکھی میں نے اس سے کہا اے مسافرہ کیا تو بھی راستہ بھول گئی ہے۔

فقالت کیف یکون غریباً من یعرفہ دضالًا من یحبہ

اس نے جواب دیا کہ اللہ تعالیٰ کو پہچاننے والا بھی مسافر ہو سکتا ہے۔ اور اللہ سے محبت کرنے والا بھی راستہ بھول سکتا ہے۔

ثم قالت خذ طرف عصای دتقدام فقعلت فمشیت قلیلاً فاذا انا بیت المقلس۔ پھر اس عورت نے مجھے کہا کہ میری لکڑی کا سرا پکڑ لو اور چلو۔ میں نے ایسا ہی کیا اور دو قدم ہی چلا تھا کہ سامنے بیت المقدس نظر آگیا۔ میں نے پوچھا اے محترمہ یہ کیا ماجرا ہے۔ کہ ہم اتنی جلدی بیت المقدس پہنچ گئے ہیں۔ تو اس عورت نے جواب دیا کہ تیری رفتار زاہدوں کی ہے۔ اور میری رفتار عارفوں کی اور زاہد سیار ہوتا ہے۔ اور عارف طیار ہوتا ہے۔ اور اڑنے والا چلنے والے سے تیز ہوتا ہے۔

بابا فرید رحمۃ اللہ علیہ ایک دن وَن کے درخت کے نیچے بیٹھے تھے کہ صبح صبح

سبزی بیچنے والی ایک عورت مولیوں کا ٹوکرا اٹھائے پاس سے گذری فقیر کا دل مولی کھانے کو کر آیا۔ اس عورت سے فرمایا بی بی ایک مولی دے جاؤ۔ عورت نے مولی دینے سے انکار کر دیا۔ فقیر باباجلال میں آگئے۔ اور اس وَن کے پتے منہ میں ڈال کر فرمایا۔ کہ تو ہی مولی بن جا۔ چنانچہ ان پتوں سے مولی کا ذائقہ آگیا وہ درخت آج بھی موجود ہے۔ اور آج بھی اس کے پتوں سے مولی کا مزہ آتا ہے۔

خانیوال اور شورکوٹ کے درمیان ایک اسٹیشن عبدالحکیم ہے۔ یہ اسٹیشن خواجہ عبدالحکیم رحمتہ اللہ علیہ کے نام پر رکھا گیا ہے۔ خواجہ عبدالحکیمؒ ذات کے دھوبی تھے۔ اور دریائے راوی کے کنارے کپڑے دھویا کرتے تھے۔ لیکن کسی کو پتہ نہیں تھا کہ دریائے راوی پہ کپڑے دھونے والا یہ دھوبی جس طرح لوگوں کے کپڑوں کی ظاہری میل صاف کرتا ہے اسی طرح اپنی نگاہ فیض۔ نظر ولایت اور توجہ روحانی سے لوگوں کے دلوں کی میل بھی صاف کر کے نور معرفت سے منوّر کر دیتا ہے۔

ہندوستان کے تاجدار شاہجہان کا زمانہ تھا۔ اور شاہجہاں نے دہلی کی جامع مسجد بنوائی جس کی محراب ٹیڑھی رہ گئی۔ مفتیان شرع نے فتویٰ دے دیا کہ چونکہ اس مسجد کی محراب ٹیڑھی ہے۔ اس لئے یہاں نماز جائز نہیں ہے۔ شاہجہاں یہ سن کر بہت پریشان ہوا۔ اور اسی پریشانی کے عالم میں سو گیا۔ رات کو سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت ہوئی۔ کملی والے آقائے دو عالم علیہ السلام نے فرمایا۔ شاہجہان اگر مسجد کی محراب سیدھی کروانی ہے۔ تو راوی والے دھوبی کے پاس چلے جاؤ۔ شاہجہان نے عرض کی۔ آقا آپ خود ہی سیدھی کر دیں۔ فرمایا اگر دنیا کے سارے کام میں ہی کرتا رہوں تو پھر میرے ولیوں کے پاس کون جاتے۔

صبح ہوئی تو ہندوستان کا بادشاہ شاہجہان اٹھا اور شاہی تاج و لباس اتار کر خواجہ عبدالحکیمؒ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوا۔ سلام عرض کی۔ خواجہ صاحب نے پوچھا آپ کون ہیں؟ عرض کی آقا میں خود نہیں آیا۔ مجھے کسی نے بھیجا ہے۔ خواجہ صاحب نے فرمایا جس نے تجھے بھیجا ہے اگر کہو تو انہیں یہاں دکھا دوں۔ عرض کی یا حضرت میں سمجھا نہیں۔ فرمایا تجھے میرے پاس بھیجنے والا مجھے آکر کہہ گیا ہے کہ شاہ جہان آرہا ہے۔ اسے خالی نہ موڑنا۔ شاہجہان بتاؤ کیا چاہتے ہو؟ عرض کی آقا دہلی میں شاہی مسجد بنوائی ہے۔ جس کی محراب ٹیڑھی رہ گئی ہے۔ وہ محراب سیدھی کردو۔

خواجہ عبدالحکیمؒ نے فرمایا۔ فلاں جمعرات کو عصر کے وقت سب لوگ مسجد میں جمع ہو کر مسجد کے محراب کو دیکھتے رہیں۔ جب سیدھی ہو جائے تو کہدینا بس ــــ شاہجہان نے واپس آکر ایسا ہی کیا۔ جب وہ وقت آیا اور لوگ ادھر دہلی میں مسجد کے محراب کو دیکھ رہے ہیں۔ ادھر خواجہ صاحب نے کپڑا دھو کر نچوڑا۔ محراب کا خیال آگیا۔ وہ بھی سیدھا ہو گیا۔

خواجہ عبدالحکیم رحمۃ اللہ علیہ کے زمانے میں ایک مرتبہ ہندوؤں کی بارات وہاں سے گذری آپ دریائے راوی پہ کپڑے دھو رہے تھے۔ دریا پہ کوئی پل نہیں تھا۔ ہندوؤں نے کہا، او دھوبی! تجھے اتنا عرصہ ہو گیا یہاں کپڑے دھوتے ہوئے مگر تو ابھی تک دریا پہ کوئی پل بھی نہیں بنا سکا۔

آپ نے فرمایا۔ تم نے پار جانا ہے۔ انہوں نے کہا ہاں ــــ تو آپ نے کپڑے کا ایک تھان دریا کے پانی پر بچھا دیا۔ اور فرمایا۔ یہ لو پل بن گیا ہے۔ گذر جاؤ۔ وہ ڈرنے لگے کہ ڈوب جائیں گے۔ اور کہنے لگے۔ تو ہم سے مذاق کرتا ہے۔ فرمایا نہیں۔ انہوں نے کہا تو پھر پہلے تو اس پل سے گذر کر دکھا۔ ــــ خواجہ صاحب

نے پھر اپنے بیل کو فرمایا کہ وہ تو کافر ہیں۔ اور ان کا یقین تو کچا ہے۔ اور تو تو ایک
مسلمان کا بیل ہے۔ اور تیرا یقین تو پکا ہے۔ میری طرف سے تو ہی ان کو اس
کپڑے کے پل پر سے گذر کر دکھا دے۔ چنانچہ وہ بیل صحیح سلامت گذر گیا۔
اور پھر وہ ہندو بھی گذر گئے۔ اور آپ کی خدمت اقدس میں حاضر ہو کر مسلمان
ہو گئے ؞

طالبِ دُعا

صاحبزادہ سیّد افتخار الحسن

طارق آباد۔ لائل پور

مکتبہ کی دیگر تصنیفات

★

مقامات نبوت

مقامات صحابہ

خاکِ کربلا

کفرِ یزید